کتابُ التوسّل

(وسیلے کا شرعی تصوّر)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

MINHAJ-UL-QURAN PUBLICATIONS

منہاج القرآن پبلیکیشنز

Marfat.com

Marfat.com

کتابُ التوسل

(وسیلے کا شرعی تصوّر)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

تحقیق و تدوین:

محمد تاج الدین کالامی، محمد فاروق رانا

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365- ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

Marfat.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	کتاب التوسل (وسیلے کا شرعی تصوّر)
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	محمد تاج الدین کالامی، محمد فاروق رانا (منہاجینز)
نظرِ ثانی	:	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، ضیاء نیر
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّتؒ ریسرچ اِنسٹیٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اوّل تا ششم	:	2000ء تا 2005ء (7,500)
اشاعتِ ہفتم	:	مارچ 2006ء (1,100)
اشاعتِ ہشتم	:	ستمبر 2007ء (1,100)
اشاعتِ نہم	:	مارچ 2008ء
اشاعتِ دہم	:	فروری 2009ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمئر پیپر	:	-/200روپے

ISBN 969-32-0559-6

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو، ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

Marfat.com

14-11-09

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ

غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و بارک وسلم

Marfat.com

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی ۔ ۱) ۴-۱-۸۰/۴ پی آئی وی، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/۷۰-۹۷-۳۷، مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء شمال مغربی سرحدی صوبہ حکومت کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این ۔ ا/اے ڈی (لائبریری)، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت/انتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/۹۲، مورخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں کے تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

Marfat.com

صفحہ	مشتملات	نمبر شمار
۱۹	**پیش لفظ**	۞
۲۱	**باب اوّل...... حقیقتِ توسُّل**	۞
۲۳	**فصل اوّل: توسُّل کے بنیادی تصوّرات**	۞
۲۸	توسُّل کے بارے میں مختلف آراء	۱
۳۰	عقیدۂ توسُّل کا صحیح تصور	۲
۳۳	توسُّل سے متعلق ضروری اصلاحات	۳
۳۵	**فصل دوم: توسُّل کا لغوی و شرعی مفہوم اور اس کی اقسام**	۞
۳۷	توسُّل کا لغوی مفہوم	۴
۳۸	توسُّل کا شرعی مفہوم	۵
۳۸	۱۔ مقامِ محمود	
۳۹	۲۔ قربتِ الٰہی	
۴۰	۳۔ مطلق مُتوَسَّلُ بِهٖ	
۴۱	اقسام توسُّل	۶
۴۱	۱۔ التوسُّل للدعاء	
۴۱	۲۔ التوسُّل فی الدعاء	
۴۲	دونوں قسموں میں فرق	
۴۲	توسُّل فی الدعاء کی اقسام	

Marfat.com

نمبر شمار	مشتملات	صفحہ
	۱۔ تَوسُّل لفظی	۴۲
	۲۔ تَوسُّل نفسی	۴۳
	۳۔ التَوسُّل بالدعاء	۴۴
	۴۔ التَوسُّل بالنداء ایا یا الاستغاثہ	۴۵
۷	تَوسُّل، شفاعت اور استعانت کا باہمی تعلق	۴۸
۞	**بابِ دُوم ...... عقیدۂ تَوسُّل (قرآن کی روشنی میں)**	**۵۱**
۸	دلیل نمبر۱: تلاشِ وسیلہ کا حکم	۵۳
۹	دلیل نمبر۲: تلاشِ وسیلہ امرِ جائز	۵۵
۱۰	دلیل نمبر۳: ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے تَوسُّل کا حکم	۵۸
۱۱	دلیل نمبر۴: حضور ﷺ کے وسیلہ سے روزِ قیامت تکلیف سے نجات	۵۹
۱۲	دلیل نمبر۵: ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے ہدایت پر استقامت	٦۰
۱۳	دلیل نمبر٦: ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا	٦۱
۱۴	دلیل نمبر۷: حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ کو وسیلہ بنانا	٦۳
	ایک غلط فہمی کا ازالہ	٦۴
	تَوسُّل سے دعا کی فوری قبولیت	٦۵
۱۵	دلیل نمبر۸: قمیصِ یوسفی سے بصارتِ یعقوب علیہ السلام کا لوٹ آنا	٦٦
	مافوق الاسباب کا حقیقی مفہوم	٦۷

صفحہ	مُشتملات	نمبر شمار
۷۰	دلیل نمبر ۹: اپنے تذلّل اور بے کسی کو بطور وسیلہ پیش کرنا	۱۶
۷۱	دلیل نمبر ۱۰: ساری امت کے لئے دعا سے توسّل	۱۷
۷۲	دلیل نمبر ۱۱: لفظِ ربّ کی عباد الصالحین کی طرف اضافت سے توسّل	۱۸
۷۵	دلیل نمبر ۱۲: ذکرِ الٰہی وسیلہ ہے	۱۹
۷۶	دلیل نمبر ۱۳: ذکرِ انبیاء و اولیاء سے وسیلہ	۲۰
۷۷	دلیل نمبر ۱۴: انعامات و احسانات الٰہیہ سے توسّل	۲۱
۷۸	دلیل نمبر ۱۵: وعدۂ الٰہی سے توسّل	۲۲
۸۱	**باب سوم ...... توسّل پر اعتراضات کا ردّ**	❁
۸۵	**فصل اوّل: عمومی اشکالات کا ازالہ**	❁
۸۷	پہلا اعتراض: توسّل بالغیر جائز نہیں	۲۳
۸۸	توسّل بالغیر پر درست موقف	
۹۰	دوسرا اعتراض: ولدِ صالح کا عملِ صالح عملِ غیر نہیں	۲۴
۹۱	صحیح موقف	
۹۴	آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت	
۹۵	تیسرا اعتراض: قربتِ الٰہی کے لئے غیر اللہ کی عبادت کی طرح توسّل بھی جائز نہیں	۲۵
۹۶	جواب: غیر اللہ کی عبادت دلیل توسّل سے جائز نہیں ہو سکتی	
۹۸	پہلی تمثیل	

Marfat.com

نمبر شمار	مُشتملات	صفحہ
	دوسری تمثیل	۹۹
۲۶	چوتھا اعتراض: انبیاء کرام واولیاءعظام خود وسیلے کے متلاشی ہیں	۱۰۰
	آیت کریمہ سے جوازِ توسُّل کا ثبوت	۱۰۱
	فصل دُوم: انبیاء وصلحاء سے توسُّل درحقیقت عملِ صالح سے توسُّل	۱۰۳
۲۷	اعتراض	۱۰۵
	جواب	۱۰۵
	مقربین الٰہی کی محبت وسیلہ سے عبارت ہے	۱۰۵
	روزِ محشر محبّ ومحبوب کی باہمی قربت	۱۰۷
	محبانِ الٰہی سے محبت، محبتِ الٰہی کا باعث ہے	۱۱۱
	اللہ کے لیے محبت بلندیِٔ درجات کا باعث	۱۱۲
	محبتِ اولیاء کرام، محبتِ الٰہی کا باعث	۱۱۴
	باب چہارُم...... عقیدہ توسُّل	۱۱۷
	(احادیث مبارکہ کی روشنی میں)	
۲۸	امت مصطفوی ﷺ سے شرک کا خاتمہ	۱۱۹
	فصل اوّل: اعمالِ صالحہ سے توسُّل	۱۲۳
۲۹	۱۔ مصیبت سے نجات بوسیلۂ اعمالِ صالحہ	۱۲۵
	پہلے شخص کا عملِ صالح...... خدمتِ والدین	۱۲۶

Marfat.com

نمبر شمار	مُشتملات	صفحہ
	دوسرے شخص کا عمل صالحہ...... پاکیزگی دامن	۱۲۷
	تیسرے شخص کا عمل صالحہ...... حقدار کو اس کا حق پہنچانا	۱۲۸
۳۰	۲۔ نماز کا وسیلہ	۱۳۰
۳۱	۳۔ نوافل کے توسُّل سے قربِ الٰہی	۱۳۱
۳۲	۴۔ بیٹیوں کی بہتر پرورش کا توسُّل	۱۳۲
۳۳	۵۔ استغفار کرنے والوں کا توسُّل	۱۳۳
❁	**فصل دوم: دعا میں وسیلہ پیش کرنا**	**۱۳۵**
۳۴	۱۔ اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ سے توسُّل	۱۳۷
۳۵	۲۔ اسم ذات کے وسیلے سے دعا کرنا	۱۳۹
۳۶	۳۔ صفات وافعال کے توسُّل سے دعا کرنا	۱۳۹
۳۷	۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام وسیلہ سے توسُّل	۱۴۰
۳۸	۵۔ قبولیت دعا کیلئے درود شریف کا وسیلہ	۱۴۲
	ظنی القبول عبادات کو قطعی القبول کیسے بنایا جائے؟	۱۴۳
	کائنات کا سب سے آخری عمل درود شریف	۱۴۵
۳۹	۶۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے دعا کرنا	۱۴۶
۴۰	۷۔ سائلین کا توسُّل	۱۴۹
۴۱	۸۔ ضعفائے امت کا توسُّل	۱۵۱
۴۲	۹۔ انبیاء علیہم السلام کی دعا سے توسُّل	۱۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	مشتملات	صفحہ
	باب پنجم ...... حضور نبی اکرم ﷺ سے توسّل	۱۵۵
۴۳	توسّل بالنبی ﷺ کا عقیدہ	۱۵۷
۴۴	توسّل بالنبی ﷺ کی ممکنہ صورتیں	۱۵۸
	فصل اول: ولادت سے قبل نبی اکرم ﷺ سے توسّل	۱۵۹
۴۵	۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانا	۱۶۱
۴۶	۲۔ یہود کا حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانا	۱۶۹
	۱۔ امام قرطبیؒ	۱۷۲
	۲۔ علامہ آلوسی	۱۷۴
	۳۔ امام رازی	۱۷۵
	۴۔ امام جلال الدین محلی وامام جلال الدین سیوطی	۱۷۵
	۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۷۶
	۶۔ امام ابن کثیر	۱۷۶
	۷۔ امام جلال الدین سیوطی	۱۷۶
۴۷	بعد از وصال توسّل بالنبی ﷺ کا جواز	۱۷۹
	فصل دوم: حضور نبی اکرم ﷺ سے حیات ظاہری میں توسّل	۱۸۱

صفحہ	مُشتملات	نمبر شمار
۱۸۳	دلیل نمبر۱: حضور نبی اکرم ﷺ کے توسُّل سے امت سے عذاب کا ٹل جانا	۴۸
۱۸۵	واسطۂ رسالت قبولیتِ استغفار کے لیے شرط ہے	
۱۸۵	کفار و مشرکین کا چیلنج	
۱۸۷	قرآنی جواب	
۱۸۸	لطیف نکتہ	
۱۹۰	دلیل نمبر۲: صحابہ کرام کی معافی بوسیلۂ مصطفٰے ﷺ	۴۹
۱۹۲	دلیل نمبر۳: ملتی ہے شفاعت کی خیرات مدینے میں	۵۰
۱۹۴	دلیل نمبر۴: توسُّل مصطفٰے ﷺ سے بینائی لوٹ آنا	۵۱
۱۹۸	دلیل نمبر۵: حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے نزول باراں	۵۲
۱۹۹	پہلا واقعہ	
۱۹۹	دوسرا واقعہ	
۲۰۲	تیسرا واقعہ	
۲۰۷	چوتھا واقعہ	
۲۱۰	پانچواں واقعہ	
۲۱۱	خلاصہ کلام	۵۳
۲۱۳	**فصل سوم: بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل**	❁
۲۱۵	۱۔ عطاءِ الٰہی بوسیلۂ مصطفٰے ﷺ	۵۴

Marfat.com

نمبر شمار	مشتملات	صفحہ
	ایک تمثیل سے وضاحت	۲۱۷
	ربوبیت کی قسم بذریعہ نبوت	۲۱۹
۵۵	۲۔ مغفرت بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ	۲۲۲
	شیخ محمد بن علوی المالکی کا ایمان افروز تبصرہ	۲۲۸
۵۶	۳۔ بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار سے توسُّل	۲۲۹
۵۷	۴۔ توسُّلِ مصطفیٰ ﷺ سے بارش کا نزول	۲۳۰
۵۸	۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قبر شریف سے توسُّل	۲۴۲
۵۹	۶۔ حاجت بر آری بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ	۲۵۲
	امام ابن تیمیہ کی تائید	۲۵۵
	وظیفہ دینے کا ثبوت	۲۵۷
۶۰	۷۔ روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل	۲۵۷
۶۱	حضور نبی اکرم ﷺ بعد از وصال بھی مختار ہیں	۲۶۴
۶۲	آج مدد مانگ ان سے	۲۶۶
۞	**فصل چہارم: تبرکاتِ نبوی ﷺ سے توسُّل**	**۲۶۹**
	۱۔ قربِ مصطفیٰ ﷺ میں دفن ہونے کی خواہش	۲۷۴
	۲۔ مشکیزہ سے حصولِ برکت	۲۷۶
	۳۔ جبہ رسول ﷺ کے توسُّل سے حصولِ شفاء	۲۷۸
	۴۔ کمبل مبارک سے حصولِ برکت	۲۷۹
	۵۔ نعلینِ پاک سے حصولِ برکت	۲۷۹

Marfat.com

صفحہ	مشتملات	نمبر شمار
۲۸۳	۶۔ پیالہ مبارک سے حصولِ برکت	
۲۸۶	۷۔ موئے مبارک سے حصولِ برکت	
۲۹۰	۸۔ حضور اکرم ﷺ کے مس شدہ کپڑے کو کفن بنانا	
۲۹۵	۹۔ موئے مبارک کے توسُّل سے جنگ میں فتح و کامرانی	
۲۹۶	۱۰۔ نبی اکرم ﷺ کے کھنکار مبارک سے حصول برکت	
۳۰۱	۱۱۔ حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے تبرک حاصل کرنا	
۳۰۳	۱۲۔ دستِ محمد ﷺ کے غسالہ سے حصولِ تبرک	
۳۰۴	۱۳۔ حضور ﷺ کے ناخن مبارک سے حصول تبرک	
۳۰۵	۱۴۔ حضور ﷺ کے عصا مبارک سے حصول تبرک	
۳۰۸	۱۵۔ منبر مبارک سے حصولِ برکت	
۳۰۸	۱۶۔ حضور ﷺ کے عطا شدہ سونے سے حصولِ تبرک	
۳۱۰	۱۷۔ ہاتھ و پاؤں مبارک سے حصول برکت	
۳۱۳	خلاصہ کلام	۶۳
۳۱۵	**باب ششم ...... غیرِ انبیاء سے توسُّل**	
۳۲۶	حیاتِ برزخی کا ثبوت	۶۴
۳۳۲	روح کی حیات اور استعداد	۶۵
۳۳۴	فوت شدگان کی زندوں کے لیے نفع رسانی	۶۶
۳۳۹	**فصل اوّل: صالحین سے توسُّل**	

Marfat.com

نمبر شمار	مشتملات	صفحہ
۶۷	۱۔ نیک اور صالح والدین کا توسُّل	۳۴۱
۶۸	۲۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا	۳۴۲
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسُّل کرنے کا مفہوم	۳۴۲
	اہل بیت نبوی کا اکرام	۳۴۶
۶۹	۳۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرانے کا حکم	۳۴۸
۷۰	۴۔ صحابہ کرام و تابعین عظام کے وسیلہ سے فتح و نصرت	۳۵۱
۷۱	۵۔ ابدال کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا	۳۵۲
۷۲	۶۔ مقربین کے توسُّل سے عوام الناس کی ضروریات پوری کرنا	۳۵۳
۷۳	۷۔ بیابان میں اللہ کے نیک بندوں کا توسُّل	۳۵۴
۷۴	۸۔ ضعفاء کی برکت سے رزق دیا جانا	۳۵۵
❁	**فصل دُوُم: آثارِ صالحین سے توسُّل**	**۳۵۷**
۷۵	۱۔ مقام ابراہیم سے توسُّل	۳۵۹
	مقامِ ابراہیم	۳۵۹
۷۶	۲۔ آثارِ صالحین وسیلۂ حیات	۳۶۰
۷۷	۳۔ آثارِ صالحین سے حصول برکت و توسُّل پر مفسرین کا اتفاق	۳۶۱
	۱۔ تفسیر 'خزائن العرفان'	۳۶۱
	۲۔ 'تفسیر ماجدی'	۳۶۴
	۳۔ تفسیر 'بیان القرآن'	۳۶۵

Marfat.com

نمبر شمار	مشتملات	صفحہ
۷۸	۴۔ آثارِ انبیاء علیہم السلام وصلحاء سے تبرک حاصل کرنے پر حدیث سے استشہاد	۳۶۶
۷۹	۵۔ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب مساجد کی تعمیر	۳۶۷
۸۰	توسُّل سے فائدے کا مستحق کون؟	۳۶۹
۞	**باب ہفتم ...... ائمہ قائلینِ توسُّل اور ان کے معمولات ومشاہدات**	**۳۷۳**
۸۱	(ا) اکابر علمائے امت کے نظریات ومعتقدات	۳۷۷
	۱۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۳۷۷
	۲۔ امام مالکؒ	۳۷۸
	۳۔ رئیس المفسرین امام قرطبی	۳۷۹
	۴۔ امام محمد بن عبداللہ حاکم	۳۷۹
	۵۔ امام احمد بن حسین بیہقی	۳۷۹
	۶۔ قاضی عیاض	۳۷۹
	۷۔ شیخ الاسلام ابوزکریا یحیٰ نووی	۳۸۰
	۸۔ جوازِ توسُّل پر امام ابن تیمیہ کا موقف	۳۸۰
	۹۔ علامہ علی بن عبدالکافی سبکی	۳۸۲
	۱۰۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر	۳۸۲
	۱۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی	۳۸۳

Marfat.com

نمبر شمار	مشتملات	صفحہ
	۱۲۔ مولانا عبدالرحمان جامی	۳۸۳
	۱۳۔ امام جلال الدین سیوطی	۳۸۳
	۱۴۔ علامہ قسطلانی	۳۸۴
	۱۵۔ امام ابن حجر ہیثمی مکی	۳۸۵
	۱۶۔ امام نورالدین قاری	۳۸۶
	۱۷۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی	۳۸۶
	۱۸۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی	۳۸۷
	۱۹۔ علامہ محمد بن علی شوکانی	۳۸۷
	۲۰۔ علامہ ابن عابدین شامی	۳۸۷
	۲۱۔ علامہ سید محمود آلوسی	۳۸۹
	۲۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	۳۹۱
	۲۳۔ حافظ محمد زاھد کوثری	۳۹۲
	۲۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی	۳۹۲
	۲۵۔ سیدٔ احمد بن زینی دحلان	۳۹۴
	۲۶۔ شیخ محمد بن علوی المالکی	۳۹۴
	۲۷۔ شیخ محمد ہشام کبانی	۳۹۴
	۲۸۔ شیخ محمود سعید ممدوح	۳۹۴
۸۲	ب۔ اکابر اولیاء کرام کے معمولات و مشاہدات	۳۹۵
	ا۔ مزارِ حضرت ام حرام بنت ملحان	۳۹۵

صفحہ	مُشتملات	نمبر شمار
۳۹۶	۲۔ مزارِ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ	
۳۹۷	۳۔ محدث ابن ابوحاتم رازیؒ	
۳۹۸	۴۔ امام شافعیؒ	
۳۹۹	۵۔ امام ابن الجوزی	
۴۰۰	۶۔ حافظ عبدالغنی مقدس حنبلی	
۴۰۰	۷۔ ابوالقاسم قشیری	
۴۰۰	۸۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ	
۴۰۲	۹۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	
۴۰۳	خلاصۂ کلام	۸۳
۴۰۴	حرفِ آخر	۸۴
۴۰۹	کتابیات	۞

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

بندۂ مؤمن کی زندگی کا مقصدِ حقیقی ...... اپنے خالق و مالک اللہ ﷻ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ وہ اپنی حیاتِ مستعار میں ایسے اعمال بجالانے کا پابند ہے جن سے اس کا رب اور اس کا محبوب ﷺ خوش ہو جائیں۔ خوش نصیب ہے وہ انسان جس نے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات اپنے رب کے پسندیدہ امور بجالانے میں صرف کیے۔

اسلام میں ایک مسلمان کو فرائض کی بجا آوری کے لئے اللہ رب العزت کی توفیق کے ساتھ ساتھ بعض دیگر ایسے مستحسن طریقے اور ذرائع بھی میسر ہیں جن سے بلندی درجات اور خداوند کریم کا قرب نصیب ہوتا ہے، ان طریقوں میں سے ایک پسندیدہ اور آسان طریقہ توسُّل ہے۔ یہ بڑی سادہ اور بنیادی سی حقیقت ہے کہ توسُّل قربِ خداوندی کے حصول کے لئے دعا کی ایک شکل ہے اور پسندیدہ و جائز طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جس عمل یا شخصیت کو بطور وسیلہ پیش کیا جاتا ہے، اس سے مقصود یہ امید ہوتی ہے کہ ہم چونکہ اللہ کے عاجز، گنہگار اور خطا کار بندے ہیں جبکہ متوسَّل بہٖ اللہ کا محبوب و مقرب ہے، اس کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ رب العزت ہمیں ہماری پریشانیوں اور آفات و بلیات سے نجات عطا فرمائے گا۔ اس عمل کے دوران متوسَّل بہٖ کو اللہ ﷻ کا شریک سمجھا جاتا ہے، نہ اللہ کا

ہمسر، اس لئے کہ حقیقی کارساز اور مشکل کشا تو اللہ رب العزت ہی ہے۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور فکری انتشار کے باعث ایسے غیر متنازع اور خیر خواہی پر مبنی اعمال کی بجا آوری کو بھی مسلکی تعصب اور عناد کی بھینٹ چڑھا کر متنازعہ مسئلہ بنا دیا گیا حتی کہ بعض افراط و تفریط کا شکار لوگ آج اسے شرک و بدعت سمجھنے لگے ہیں۔ درحقیقت یہ معاملہ بھی ان دیگر معاملات کی طرح ہے جن میں محض جذبات یا تنگ نظری کی بنا پر غلط فہمی اور کج فکری پیدا ہوجاتی ہے اور پھر وہ کسی گروہ کی مجموعی علامت قرار دیکر من حیث الکل مبغوض ہوجاتا ہے۔

مفکرِ اسلام داعیِ اتحادِ امت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے دیگر ہزاروں موضوعات کی طرح اس ایمانی و اعتقادی موضوع کو بھی اپنے خطاب و دروس کا عنوان بنایا اور مختلف اوقات میں توسُّل پر گرانقدر علمی و فکری لیکچر دیئے۔ زیرِ نظر کتاب آپ کے ایسے ہی خطبات و دروس کا مرتّبہ مجموعہ ہے۔ اس میں موضوع سے متعلق ممکنہ اشکالات اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے روایتی تعصب اور عناد سے ہٹ کر ''توسُّل'' کے صحیح مفہوم کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ٹھوس دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ امید ہے اس مخلصانہ علمی کاوش سے بہت سی غلط فہمیاں خود بخود رفع ہوجائیں گی۔ اللہ جل جلالہ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ اور حکمت عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

محمد تاج الدین کالامی
(ریسرچ سکالر)
ڈاکٹر فرید الدینؒ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ

Marfat.com

بابِ اوّل

حقیقتِ توسّل

Marfat.com

<94C4

Marfat.com

فصل اوّل

توسّل کے بنیادی تصوّرات

Marfat.com

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توسُّل کا مسئلہ نصِ قطعی سے ثابت شدہ ہے۔ اس کے شرعی جواز کے بارے میں مطلقاً انکار آیاتِ قرآنی سے انکار کے مترادف ہے جس کا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔ توسُّل درحقیقت بندے کا اللہ رب العزت کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنی دعا کی قبولیت اور حاجت برآری کے لئے اپنی عاجزی اور بے کسی کے اعتراف کے ساتھ کسی مقبول عمل یا مقرب بندے کا واسطہ پیش کرنا ہے تاکہ بندۂ گنہگار کی دعا جلد قبول ہو اور اللہ رب العزت اپنے اس مقرب بندے کی خاطر اس کی حاجت پوری فرمائے۔

کسی کو بطور وسیلہ پیش کرنے میں ہرگز ہرگز یہ عقیدہ کارفرما نہیں ہوتا کہ وہ مقبول و مقرب بندہ جس کا وسیلہ دیا جا رہا ہے دعا قبول کرے گا، یا وہ اللہ بزرگ و برتر کی ذات کو (معاذ اللہ) اس امر پر مجبور کردے گا کہ فلاں کام ہونا چاہئے یا فلاں بندے کی بخشش و مغفرت لازماً کردی جائے۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے جو بعض لوگوں کے ذہنوں میں پائی جاتی ہے۔ دراصل وسیلہ پیش کرتے وقت سائل کے ذہن میں یہ تصور ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی عاجزی، بے بسی اور نیازمندی کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اس کے کسی مقبول اور مقرب بندے کا نام بطور وسیلہ پیش کروں گا تو اللہ تعالیٰ اپنے اس اطاعت گزار مقبول اور مقرب بندے کا لحاظ فرماتے ہوئے ضرور اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔ یہ تصور

Marfat.com

بھی متوسّل کے ذہن میں نہیں ہوتا ہے کہ وہ صالح بندہ (معاذ اللہ) خدائی میں شریک ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ توسُّل کی حقیقت کو سمجھا جائے تا کہ جولوگ توسُّل کے صحیح مفہوم کو سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں اپنی اصلاح کرسکیں۔

اوّلاً: سب سے اہم بات جو ذہن نشین کرنی ضروری ہے وہ یہ کہ توسُّل محض دعا کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور اس میں فی الاصل مقصودِ حقیقی صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے جس کے حضور وسیلہ پیش کیا جارہا ہے۔ جبکہ وہ جس کو بطور وسیلہ پیش کیا جانا مقصود ہے اسؑ کی حیثیت محض ایک واسطہ کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ اس تقرب الی اللہ کی بناء پر اللہ جل مجدہٗ قبولیت دعا کے باب میں اس کالحاظ اور حیاء کرتے ہیں۔

ثانیاً: دوسری بات جو ذہن میں متحضر رہنی چاہئے یہ ہے کہ متوسّل جس کو اپنا وسیلہ بناتا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ اس مقرب بندے کو اللہ تعالیٰ سے بغائت درجہ محبت ہوتی ہے اور اللہ بھی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ یاد رہے کہ محض اللہ کے لئے کسی سے محبت رکھنا بذاتِ خود عمل صالحہ ہے۔ یہی بات توسُّل کی بنیاد ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں، درست عقیدہ یہی ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اور عقیدہ رکھتا ہے تو وہ صریح گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہے۔ اگر کوئی شخص متوسَّل بہ کے بارے میں اعتقاد رکھے کہ وہ بذاتِ خود اللہ جل شانہ کی طرح نفع ونقصان کا مالک ہے تو وہ شخص اس گمراہ کن عقیدے کے باعث ایمان سے خارج ہوجائے گا۔

ثالثاً: قبولیت دعا کے باب میں یہ کوئی ضروری ولازمی امر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دعا قبول کرنا محض توسُّل ہی پر موقوف ہے، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَ إِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَإِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ ❀

اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتادیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط أَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ج ❀❀

فرمادیجئے کہ اللہ کو پکارو یا رحمان کو پکارو، جس نام سے بھی پکارتے ہو، (سب) اچھے نام اسی کے ہیں۔

لہٰذا اگر کسی کے ذہن میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وسیلہ جبر و اکراہ کا نام ہے تو وہ اب دور ہو جانی چاہئے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جو شخص وسیلہ بنتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اس امر پر مجبور کردے گا کہ وہ متعلقہ فرد کے بارے میں مانگی جانے والی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ ہمارے نزدیک اس چیز کا توسّل کی اصلیت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ محض اللہ جل شانہ کا انعام و اکرام اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے بعض صالح بندوں کو اپنی محبت، اطاعت اور فرمانبرداری کی وجہ سے یہ مقام عطا فرمایا کہ ان کی وجہ سے گناہ گار، خطا کار اور عاجز و مسکین بندوں کو اپنی دعاؤں کی باریابی کی زیادہ امید لگ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ ان نیک صالح بندوں سے منسوب چیزوں کی بھی حیا کرتا ہے۔ اس لئے متبرک مقامات اور اشیاء کا وسیلہ بھی اسے پیش کیا جاتا ہے تاکہ دعا کی قبولیت کی امید بڑھ جائے۔

❀ البقرہ، ۲:۱۸۶

❀❀ الاسراء، ۱۷:۱۱۰

Marfat.com

توسّل کے بارے میں مختلف آراء

توسّل کے باب میں امت کے مختلف مسالک کے ہاں کچھ امور متفق علیہ ہیں اور کچھ مختلف فیہ ہیں۔توسّل کے حوالے سے متفق علیہ وہ امور جن پر کسی کو بھی اعتراض نہیں یہ ہیں:

جمہور اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اعمالِ صالحہ یعنی صوم وصلوۃ اور حج وزکوۃ، تلاوت قرآن اور دیگر اعمال کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ البتہ توسّل بغیرِ عمل جیسے 'توسّل بالنبی ﷺ'، 'توسّل بالصالحین'، 'توسّل بالاولیاء' اور 'توسّل بالآثار' کا بعض لوگ انکار کرتے ہیں جبکہ معتدبہ جمہور اہل اسلام شروع سے ہر دور میں ان چیزوں سے توسّل کے جواز کے قائل رہے ہیں۔توسّل کی اختلافی صورت پر شیخ محمد بن علوی المالکی نے 'مفاهيم يجب أن تصحح (ص:۸۔۱۱۷)' میں جو بلیغ تبصرہ فرمایا ہے، ذیل میں اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

''توسّل کے جس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ توسّل بغیرِ عمل ہے جیسا کہ ذوات اور شخصیات کو وسیلہ بنایا جائے۔اس طریقہ پر کہ یہ کہا جائے: اللهم إني أتوسل إليك بنبيك محمد ﷺ أو أتوسل إليك بأبي بكر الصديق أو بعمر بن الخطاب أو بعثمان أو بعلي ۔ (اے اللہ! میں تیرے محبوب نبی محمد ﷺ کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں، یا میں تیری بارگاہ میں حضرت ابوبکر صدیق، یا حضرت عمر بن خطاب، یا حضرت عثمان، یا حضرت علی کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔) یہ صورت بعض علماء کے نزدیک ممنوع ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ اختلاف صرف صوری ہے کیونکہ توسّل بالذات میں درحقیقت جس ذات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے وہ اس کے عمل کی وجہ سے ہے، اور توسّل

Marfat.com

بالاعمال بالاتفاق جائز ہے۔اور جو لوگ توسُّل کو ممنوع کہتے ہیں اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں اگر وہ اس مسئلہ کو نظرِ بصیرت سے دیکھتے تو معاملہ واضح ہو جاتا اور اِشکال حل ہو جاتا اور فتنہ بھی ختم ہو جاتا جس میں وہ مبتلا ہو کر مسلمانوں کو کفر و شرک سے متہم کرتے ہیں۔غیرِ عمل کے ذریعہ توسُّل دراصل متوسَّل بہِ کی طرف منسوب ہے کیونکہ وہ عمل متوسَّل بہِ کے کسب سے ہے۔انسان کسی بھی شخص کو صرف اس کی محبت کی وجہ سے وسیلہ بناتا ہے۔ کیونکہ یہ وسیلہ بنانے والا متوسَّل بہِ کے بارے میں حسنِ ظن کی بنا پر ہی اس کی بزرگی و فضیلت پر اعتقاد رکھتا ہے یا پھر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ پاک اس متوسَّل بہِ شخص سے محبت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ۔❁ (اللہ) ان سے محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہونگے۔

''یا پھر یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ تمام امور متوسَّل بہِ میں موجود ہیں۔جب آپ اس معاملہ میں غور کریں گے تو اس محبت کو ضرور بالضرور پائیں گے۔اور یہ اعتقاد متوسِّل کا عمل ہے کیونکہ عقیدت و اعتقاد اس عمل کو کہتے ہیں جس پر متوسِّل کا قلب مضبوطی سے جما ہوا ہوتا ہے۔گویا کہ وہ متوسِّل کہتا ہے:یا رب! إنی أحب فلا نا و أعتقد أنه يحبک و هو مخلص لک و يجاهد فی سبيلک، و أعتقد أنک تحبه و أنت راض عنه، فأتوسل إليک بمحبتی له و باعتقادی فيه أن تفعل كذا و كذا۔(اے میرے رب! بے شک میں فلاں آدمی سے محبت رکھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تجھ سے محبت رکھتا ہے اور وہ تیرا مخلص بندہ ہے اور وہ تیرے راستہ میں جہاد کرتا ہے' اور میرا اعتقاد ہے کہ تو اس سے پیار کرتا ہے اور تو اس سے راضی ہے' میں اس سے اپنی محبت کی وجہ سے

❁ المائدہ،۵:۵۴

Marfat.com

تیری بارگاہ میں اسے بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں اور میرا عقیدہ ہے کہ تو میری دعا قبول فرمائے گا۔)

''لیکن بہت سے متوسّلین اس امر کی صراحت میں تسامح کرتے ہیں اور صرف اس ذات کے علم پر اکتفا کرتے ہیں جس سے آسمانوں اور زمینوں کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ ذات آنکھوں کی خیانت اور سینوں کے پوشیدہ رازوں تک کو جانتی ہے۔ جو شخص "اللهم إني أتوسل إليك بنبيك (اے اللہ! میں تیرے نبی کو تیری بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں)'' کہے اور جو شخص "اللهم إني أتوسل إليك بمحبتي لنبيك (اے اللہ! میں تیرے نبی سے اپنی محبت کے سبب اسے تیرے بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں)'' کہے، وہ دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ پہلی صورت میں اس متوسّل نے جو یہ وسیلہ پکڑا ہے تو اپنے نبی ﷺ پر ایمان اور نبی ﷺ سے محبت ہی کی وجہ سے وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اگر متوسّل کو حضور ﷺ سے محبت نہ ہوتی اور آپ ﷺ پر ایمان نہ ہوتا تو حضور ﷺ کو وسیلہ نہ بناتا۔ اسی طرح اولیائے امت کے بارے میں کہا جاسکتا ہے۔

''اس بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اختلاف جو حقیقتاً صرف ایک صوری اختلاف ہے اس سے یہ بات کہاں لازم آتی ہے کہ متوسّلین پر کفر کا حکم لگایا جائے اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔''

عقیدۂ توسّل کا صحیح تصوّر

بعض لوگ کم علمی کے باعث حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے میں تامل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شاید وسیلے سے دعا مانگنا، اللہ سے براہ راست مانگنے کے منافی ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان آیات کا جن میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور کسی کو اس کا شریک

Marfat.com

نہ ٹھہرانے کا حکم ہے ان کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بنا پر خیال کرتے ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا (معاذ اللہ) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔ یہ تصور بہت بڑی جہالت اور لاعلمی کی پیداوار ہے، ہمیں اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ انبیاء و رسل میں سے کسی کو، یا اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب اور صالح بندے کو یا کسی بھی عمل صالح کو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرنا نہ تو کسی قسم کا شرک ہے اور نہ ہی براہ راست اللہ سے مانگنے کے منافی ہے۔

کسی کو وسیلہ بنانے کے باوجود براہ راست اللہ ہی سے مانگا جاتا ہے' صاحبِ وسیلہ سے نہیں۔ شرک کا ارتکاب تو تب ہو کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کی طرح نفع و نقصان کا مالک' قادر مطلق اور دعائیں سننے والا سمجھا جائے' یہاں سرے سے ایسا معاملہ ہے ہی نہیں۔ دعا فقط اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہے اور اس سے اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کا یا کسی ایسے مقرب بندے یا نیک عمل کا واسطہ دیا جاتا ہے جس سے خود اللہ تعالیٰ کو محبت ہو اور جس کا وہ عام مخلوق سے کہیں بڑھ کر حیا اور لحاظ فرماتا ہو۔ سو ایسا وسیلہ پیش کرنے سے جہاں خود کلماتِ دعا کی برکت اور تاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے وہاں اس کی بارگاہِ عالی میں شرف قبولیت پانے کے امکانات پہلے سے کہیں زیادہ ہو جاتے ہیں کیونکہ اب بندے کی التجا کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی اپنی محبت بھی اس کے پیش نظر ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ دعاؤں کی اجابت و قبولیت میں وسیلہ شرط نہیں مگر مفید اور کارگر ضرور ہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنے وسیلہ جلیلہ سے دعا مانگنے کی تعلیم فرمائی تھی جیسا کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں دعا کے یہ کلمات تلقین فرمائے:

اللھم! إني أسئلک، و أتوجه إلیک بمحمد نبی الرحمة، یا محمد! إنی قد توجهت بک إلی ربی فی حاجتی هذه لتقضی، اللھم! فشفعه فيّ۔ ❁

اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اور تیری طرف حضرت محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگتے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے 'صحیح البخاری' میں مروی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑ گیا تھا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل مدینہ کو توسُّلاً حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کی طرف بھیجا اور اس کی برکت سے موسلا دھار بارش ہوئی۔ (یہ روایت امام دارمی نے ابوالجوزاء سے 'سنن (۱:۴۳، رقم:۹۳)' کے 'مقدمہ'

❁ ۱۔ سنن ابن ماجہ: ۱۰۰
۲۔ جامع الترمذی، ۲: ۱۹۷
۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۱۳۸
۴۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۳۱۳، ۵۱۹
۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶: ۱۶۶
۶۔ صحیح ابن خزیمۃ، ۲: ۲۲۵۔۶، رقم: ۱۲۱۹
۷۔ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۱۷، رقم: ۹۔۶۵۸
۸۔ شفاء السقام: ۱۲۳
۹۔ اسد الغابۃ، ۳: ۵۷۱
۱۰۔ کتاب الاذکار للنووی: ۸۳
۱۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴: ۵۵۸
۱۲۔ تحفۃ الاشراف، ۷: ۲۳۶، رقم: ۹۷۶۰
۱۳۔ تحفۃ الذاکرین للشوکانی: ۵۔۱۹۴

میں نقل کی ہے۔) الغرض یہ مبارک عمل حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام سے لے کر خود عہد رسالت مآب ﷺ تک اور پھر عہد صحابہ وتابعین سے لے کر تا حال امت میں مقبول اور متداول چلا آ رہا ہے۔ اب بعض لوگ دین کی صحیح معرفت نہ ہونے کے باعث اس پر اعتراض کرنے لگے ہیں اور اسے (معاذ اللہ) توحید کے منافی سمجھنے لگے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ احکام شریعت کی حقیقی روح کو سمجھا جائے تا کہ ہم اپنی کم علمی اور عدم واقفیت کے باعث دینی تصورات کا حلیہ نہ بگاڑ بیٹھیں۔

توسُّل سے متعلق ضروری اصطلاحات

مسئلہ توسُّل پر بحث کرتے ہوئے اس میں چار چیزوں کا ذکر آئے گا جو باہم متعلق ہیں۔ لہذا انہیں ذہن نشین کرنا ضروری ہے:

۱۔ وسیلہ (intermediation): نفس مسئلہ کو وسیلہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ متوسِّل (intermediatee): وسیلہ بنانے والا یعنی وہ شخص جو اپنی دعا میں کسی نیک عمل، مقرب ہستی یا کسی خاص مقام کو وسیلہ بنائے۔

۳۔ متوسَّل بہ (intermediator, intermediary): جس چیز کو بارگاہ ربوبیت میں وسیلہ بنایا جائے جیسے نیک اعمال، مقربین اور آثار وتبرکاتِ مقربین۔

۴۔ متوسَّل اِلیہ: خود باری تعالی کی ذات متوسَّل اِلیہ ہے۔ کیونکہ اس کی بارگاہ عالیہ میں وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

فصل دُوُم

توسُّل کا لُغوی و شَرعی مفہوم

اور

اُس کی اَقسام

Marfat.com

Marfat.com

توسُّل کا لغوی مفہوم

توسُّل اور وسیلہ ایک ہی مفہوم کے تحت استعمال ہوتے ہیں۔ ائمہ لغت کے نزدیک وسیلہ سے مراد مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

۱۔ امام راغب اصفہانی مفہومِ وسیلہ پر یوں رقمطراز ہیں:

الوسيلة: التَّوصل إلى الشئ برغبَة، و هى أخصُّ من الوصيلة، لتضَمُّنها لِمعنى الرغبةِ۔۞

وسیلہ کے معنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنے (یعنی توصل) کے ہیں اور وسیلہ میں رغبت کا پہلو شامل ہونے کی وجہ سے یہ ''وصیلۃ'' سے خاص ہے۔

۲۔ ابن منظور لفظ 'وسیلہ' کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوسيلة: هى فى الأصل ما يُتَوَصَّلُ به إلى الشئ و يُتَقَرَّبُ به ۔۞۞

درحقیقت وسیلہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔

۞ مفردات ألفاظ القرآن: ۸۷۱

۞۞ لسان العرب، ۱۱: ۷۲۵

Marfat.com

۳۔ امام زمخشری کہتے ہیں:

الوسيلة: كل ما يتوسّل به أى يتقرب......به إلى الله تعالى.

ہر وہ چیز جس کے ذریعے اللہ تک پہنچا جائے یعنی قرب حاصل کیا جائے، اسے ہی وسیلہ کہتے ہیں۔

توسُّل کا شرعی مفہوم

توسُّل کے معانی کثیر ہیں: یہ حاجت، رغبت، منزلت اور قربت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ان میں تین معانی وہ ہیں جو توسُّل کے شرعی معنی کے اعتبار سے استعمال ہوتے ہیں:

ا۔ مقامِ محمود:

وسیلہ جنت میں ایک مشہور منزل یعنی مقام ہے جو حضور شافعِ یوم النشور ﷺ کے لئے مختص ہے۔ اذان کے بعد اس مقام پر حضور ﷺ کو فائز کرنے کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ 'صحیح البخاری' میں ہے کہ حضور ﷺ نے خود یہ دعا مانگنے کی ترغیب دی:

عن جابر بن عبدالله: أن رسول الله ﷺ قال: من قال حين يسمع النداء: اَللّٰهُم! رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا الَّذِى

حضرت جابر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے: "اے ہمارے رب! اس دعوۃ تامہ اور صلوۃ قائمہ کے بدلے تو محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر

۞ تفسیر الکشاف، ۱: ۴۸۸

Marfat.com

وَعَدْتَهٗ، حَلَّتْ له شفاعتی یوم القیامة۔ ❁

فائز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا۔''قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اس دعا میں 'الوسیلۃ' سے وہ مقام رفیع مراد ہے جو جنت میں ایک خاص درجہ ہے اور یہی مقام محمود بھی ہے گویا حضور نبی اکرم ﷺ کیلئے جب وسیلہ مانگیں گے تو اس سے جنت کا یہ خاص مقام مراد ہوگا۔

۲۔قربتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب بنفسہ ایک وسیلہ ہے۔ جب بندہ ایمانِ کامل' اتباعِ احکام' عبادات' پیرویِ سنت اور گناہوں سے بچنے کے سبب اللہ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو یہ قرب خود ہی وسیلہ بن جاتا ہے۔ جس طرح کہ خلوص نیت سے کام کرنے والے اللہ رب العزت کے مقرب بندے بن جاتے ہیں، ان کا یہ قرب اور اخلاص انہیں راہِ راست پر ثابت قدم رکھنے اور شیطان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رکھنے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ ارشاد ربانی کے مطابق ایمان والوں کو شیطان نے راہ راست سے بھٹکانے کی قسم کھا رکھی ہے:

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ○ ❁❁

(شیطان) بولا: تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔

❁ ۱۔صحیح البخاری، ۱:۸۶

۲۔سنن النسائی، ۱:۱۱۰

۳۔مسند احمد بن حنبل، ۳:۳۵۴

۴۔السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱:۴۱۰

۵۔شرح السنۃ للبغوی، ۲:۴-۲۸۳، رقم: ۴۲۰

۶۔مشکاۃ المصابیح: ۶۵

۷۔فتح الباری، ۲:۹۴

۸۔فتح الباری، ۸:۳۹۹

❁❁ ص، ۳۸:۸۲

Marfat.com

لیکن قرآن کے مطابق وہ کبھی بھی اللہ کے مقرب بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔

۳۔ مطلق مُتوسَّلُ بِہ:

جو چیزیں قرب کے حصول کا ذریعہ بنیں وہ بھی وسیلہ ہیں، چاہے ان کا تعلق افراد سے ہو یا اعمال سے کیونکہ قرآن پاک نے وسیلہ کے تلاش کرنے کا حکم مطلق رکھا ہے اور مطلق کو بغیر دلیل شرعی و نص قطعی مقید نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا یہ حکم کہ:

یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ ۞	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو۔

..........اپنے اطلاق پر رہے گا۔ اسکا اطلاق اعمال و افراد دونوں پر ہوگا اور اسے کسی ایک چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا جا سکتا۔ یہی آیت کریمہ توسُّل کے جواز اور اس کی مشروعیت پر نص صریح کا درجہ رکھتی ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی اس آیت سے مراد مرشد کی رہنمائی لیتے ہیں:

اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک می فہمند و وسیلہ مرشد را می دانند، پس تلاش مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری است، و سنت	سالکانِ راہِ حقیقت نے وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے۔ حقیقی کامیابی و کامرانی کے حصول کے لئے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد از حد ضروری ہے اور اللہ تعالی نے سالکانِ راہِ حقیقت کے لئے یہی قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ اسی لئے مرشد

۞ المائدہ، ۵:۳۵

Marfat.com

الله برهین منوال جاریست، لهذا بدون مرشد راه یابی نادر است۔ ۞

کی راہنمائی کے بغیر اس کا ملنا شاذ و نادر سا ہے۔

اقسام توسُّل

توسُّل کو مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ التوسُّل للدعاء ۲۔ التوسُّل فی الدعاء ۳۔التوسُّل بالدعاء

۴۔ التوسُّل بالنداء یا بالإستغاثه ۵۔ التوسُّل بالأعمال الصالحه

۶۔ التوسُّل بآثار الصالحین

۱۔التوسُّل للدعاء

هو: التقرب إلى الله بالوسيلة الشرعية۔

وسیلہ شرعیہ (جس کو شریعت جائز قرار دیتی ہو) کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا توسُّل للدعا ہے۔

۲۔التوسُّل فی الدعاء

هو: التقرب إلى الله تعالى وقت المسئلة و عرض المقصود۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حاجت اور پریشانی پیش کرتے وقت کسی ضرورت اور مراد کے حصول کے لئے کسی کو بطور وسیلہ پیش کرنا توسُّل فی الدعا ہے۔

۞ صراطِ مستقیم: ۵۸

دونوں قسموں میں فرق

پہلی قسم میں فقط اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کے لئے توسُّل ہے جبکہ دوسری قسم میں اپنی پریشانی کے دور کرنے، حاجت اور ضرورت کے پورا ہونے اور مراد کے حصول کے لئے کسی کو بطور وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔

توسُّل فی الدعاء کی اقسام

توسُّل فی الدعاء کی دو قسمیں ہیں:

۱۔توسُّل لفظی ۲۔توسُّل نفسی

۱۔توسُّلِ لفظی:

فهو: أن يذكر في دعائه ما يتقرب به إلى الله تعالى۔

(دعا کی قبولیت کے لئے، کسی حاجت یا مراد کے حصول کے لئے یا) اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنے کے لیے جس کا وسیلہ پیش کیا جائے، لفظاً اس کا ذکر کرنا توسُّل لفظی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور بوقت دعا کسی مقبول عمل کا ذکر یا کسی برگزیدہ ذات وہستی کا ذکر ہی تقرب الی اللہ اور دعا کی قبولیت کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ اس چیز کی ضرورت نہیں کہ لفظ وسیلہ استعمال کر کے کہے کہ میں فلاں کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں فقط متوسَّل بہ (جس کا وسیلہ پکڑا گیا ہو) کا ذکر ہی کافی ہوتا ہے۔

جیسا کہ 'صحیح بخاری' میں تین آدمیوں کا واقعہ مذکور ہے، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

Marfat.com

''دوران سفر ان پر غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ تینوں بندے خدا رسیدہ اور نیک خصلت تھے۔ ایک نے ماں باپ سے حسن سلوک کا ذکر کیا اور اللہ رب العزت سے دعا کی، دوسرے نے بے حیائی کے اسباب پر قدرت کے باوجود اس سے بچنے کا ذکر کیا اور دعا کی، تیسرے نے کسی مزدور کی اجرت جو کئی سالوں کے بعد مال و متاع میں تبدیل ہو گئی تھی اس کی حفاظت کرنے اور مکمل ادائیگی کا ذکر کرنے کے بعد دعا کی تو قاضی الحاجات نے تینوں کی دعا سے اس بھاری پتھر کو غار کے دھانے سے ہٹا کر انہیں مشکل سے نجات دی۔''

۲۔ توسُّلِ نفسی

بوقت دعا کسی چیز، عمل یا مقام کو تقرب کا ذریعہ بنالینا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو مگر دعا میں لفظاً ذکر نہ کرنا عملاً اور محلاً اس کا خود بخود ہو جانا توسُّل نفسی ہے۔

توسُّلِ لفظی کو توسُّل بالعمل بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دعا میں لفظاً ذکر نہ کرنا بلکہ کسی اللہ والے کی مجلس میں جا کر دعا کرنا یا کسی بابرکت جگہ یا اللہ تعالیٰ کی مقبول چیز کو سامنے رکھ کر دعا کرنا۔

توسُّل نفسی (عملی) کی پہلی مثال سیدنا زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ میں دعا مانگنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَآءِ ○ ۞

اسی جگہ (حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ میں) زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔ عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

۞ آل عمران، ۳:۳۸

Marfat.com

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے حضرت زکریا علیہ السلام کا عمل مبارک بیان فرمایا کہ جب انہوں نے اپنی زیر تربیت اللہ کی بندی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس طرح طرح کے بے موسمی پھل اور دیگر انعامات الٰہیہ کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے اس خاص مقام کو اپنی دعا کیلئے منتخب کیا۔ اللہ پاک نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمائے۔

اسی طرح دوسری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنی قمیض کو سیدنا یعقوب علیہ السلام کو بھیجنا تا کہ اس قمیض کے ذریعہ اللہ پاک ان کی بینائی لوٹائے۔ اس کے علاوہ اعمالِ صالحہ، ذواتِ انبیاء کرام و صالحین، آثارِ انبیاء و صالحین سے دعا میں توسُّل کرنا توسُّلِ لفظی ہے جس کو ہم اسی کتاب میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

۳۔ التوسُّل بالدعاء

یہ اللہ تعالیٰ کے کسی مقرب بندے سے دعا کی التجا ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں حاجت مند کیلئے اپنا ہاتھ اٹھا دیں اور اس پر نازل شدہ آفات و بلیات سے نجات کیلئے حضور الٰہ میں دعا کریں۔ یقیناً اس کا دریائے رحمت اپنے مقرب بندے کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹنے دے گا بلکہ اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا	اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم فقط ایک کھانے (یعنی منّ و سلویٰ) پر ہرگز صبر نہیں کر سکتے تو آپ اپنے رب سے ہمارے (حق میں) دعا کیجئے کہ وہ

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا۔۞ ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزوں میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کردے۔

اس آیہ کریمہ میں ''فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ'' کے الفاظ ''توسُّل بالدعاء'' کا سبب بن رہے ہیں۔ ان میں صراحتاً امت موسوی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب کے حضور دعا مانگنے کی گزارش کر رہی ہے۔ چونکہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے توسُّل کیا جا رہا ہے اس لیے یہ عمل توسُّل بالدعا ہے۔

۴۔ التوسُّل بالنداء یا بالاستغاثہ

سائل اپنا مقصود خود بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسُّل سے رب کی مدد و نصرت کو طلب کرے یہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت کیلئے وسیلہ بن جاتا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''جنگ یمامہ کے موقع پر ''یا محمداہ (اے محمدؐ! مدد فرمایئے)'' مسلمانوں کا نعرہ تھا۔'' وہ فرماتے ہیں: ''جنگ یمامہ میں حضرت حذیفہؓ کی شہادت پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے جھنڈا اٹھایا اور لشکر سے گزر کر مسیلمہ کذاب کے پہاڑ کی طرف چل دیئے اور انتظار کرنے لگے کہ وہ آپؓ تک پہنچے اور آپؓ اسے قتل کر دیں۔ پھر آپ لوٹ آئے اور دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا:

أنا ابن الوليد العود، أنا ابن عامر و زيد...... ثم نادىٰ بشعار — میں ولید کا بیٹا ہوں، میں عامر و زید کا بیٹا ہوں۔ پھر آپ نے مسلمانوں والا

۞ البقرہ، ۲: ۶۱

Marfat.com

المسلمین، و کان شعارهم یومئذ: "یا محمداه"۔ ۞

مروجہ نعرہ بلند کیا، اور ان دنوں ان کا جنگی نعرہ "یا محمداہ" (اے محمدؐ! مدد فرمائیے) تھا۔

اس روایت میں "یا محمداہ" کے الفاظ کے ذریعے سے توسّل کیا جا رہا ہے اور اس عمل کا ارتکاب کرنے والے بھی صحابہ کرام ؓ ہیں۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے توسّل سنت صحابہ ٹھہرا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أن رسول الله ﷺ قال: إن لله ملئكة في الأرض سوى الحفظة يكتبون ما يسقط من ورق الشجر، فإذا أصاب أحدكم عرجة بارض فلاة، فليناد: أعينوا عباد الله۔ ۞۞

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو محافظ فرشتوں کے علاوہ ہیں۔ درخت کا جو پتا بھی گرتا ہے وہ اسے لکھ لیتے ہیں۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل میں اذیت پہنچے تو وہ یوں نداء کرے: "أعينوا عباد الله (اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو)"۔

حافظ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں کہ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

سرورِ کائنات فخرِ موجودات حبیبِ خدا ﷺ اپنی زبان اقدس سے خود تعلیم توسّل دے رہے ہیں کہ جنگل و بیاباں میں بھی اللہ والوں سے اپنا رابطہ منقطع نہ کرو۔ بظاہر انسانی

۞ البدایہ والنہایہ، ۵: ۳۰

۞۞ مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۳۲

صورت میں کوئی بندہ نظر نہ آئے تو ملائکہ سے توسُّل کرتے ہوئے رب کی بارگاہ میں عرض کرو۔ اس کے حکم سے اس کے فرشتے تمہاری مدد کو پہنچ جائیں گے اور تمہاری ضرورت کو پورا کردیں گے۔ یہ کائنات ملائکہ سے معمور ہے۔ مذکورہ حدیث میں "فلیناد: أعینوا عباد الله" کے الفاظ توسُّل بالاستغاثہ پر صریح دلیل ہے۔

میدانِ حشر میں جب اولین و آخرین شدید گرمی کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوں گے اور ابھی حساب کتاب کا مرحلہ باقی ہوگا تو ایسے میں وہ تمام لوگ اکٹھے ہو کر حضور نبی اکرم ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے استغاثہ کریں گے۔ جب اُس روز توسُّل بالاستغاثہ جائز امر ہے تو اس دنیا میں بھی جائز ہے۔ 'صحیح البخاری' کی حدیث پاک اس پر شاہد ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال: قال النبی ﷺ: ما یزالُ الرجلُ یسأل الناسَ، حتی یأتی یوم القیامة لیس فی وجهه مُزْعَةُ لحمٍ۔ و قال: إن الشمسَ تدنوا یومَ القیامةِ، حتی یَبلُغ العرقُ نصف الأذنِ، فبیناهم کذٰلک استغاثوا بآدم، ثم بموسیٰ، ثم بمحمدٍ ﷺ۔ و زاد عبد الله، قال: حدثنی اللَّیث، قال:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی ہمیشہ لوگوں سے مانگتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب وہ حاضر ہوگا تو اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔ فرمایا: قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب آجائے گا یہاں تک کہ نصف کان تک پسینہ آجائے گا اس حال میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام، پھر موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت محمد ﷺ سے استغاثہ

Marfat.com

حدثنی ابن أبی جعفر: فَیَشْفَعُ لِیُقْضٰی بین الخلقِ، فَیَمشِی حتی یأخُذَ بحَلقَهِ الباب، فیومئذٍ یبعثه الله مقاماً محموداً، یحمده أهل الجمعِ کُلُّهُمْ۔ ۞

کریں گے۔(اور عبداللہ نے اس روایت میں اتنا اضافہ کیا کہ مجھ سے لیث نے ابن ابی جعفر سے بیان کیا کہ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان فیصلے کی سفارش کرینگے، آپ ﷺ روانہ ہوں گے یہاں تک کہ بہشت کے دروازے کا حلقہ تھام لیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا اور وہاں موجود سب لوگ آپ ﷺ کی تعریف کریں گے۔

توسُّل، شفاعت اور اِستعانت کا باہمی تعلق

بیانِ توسُّل میں ایک اور بات بطور خاص قابل غور ہے کہ جب ہم کسی کی ذات کو بطورِ توسُّل بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں تو اس عمل سے توسُّل کے علاوہ شفاعت اور استعانت کا تصور بھی واضح ہوتا ہے۔ یعنی جب توسُّل ثابت ہو جائے تو اس سے باقی دو چیزیں بھی خود بخود ثابت ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں ہم ان تینوں کا باہمی تعلق قرآن مجید کی آیت کی روشنی میں واضح کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞ ا۔ صحیح البخاری، ۱:۱۹۹ مجمع الزوائد، ۱۰:۳۷۱

۲۔ معجم الاوسط للطبرانی، ۹:۳۳۱، رقم: ۸۷۲۰

Marfat.com

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْآ أَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۞

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

اس آیت مبارکہ میں جاءُوکَ دلیلِ توسُّل ہے یعنی جو لوگ گناہ کر بیٹھیں اور وہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو وسیلہ بنائیں اور آپ ﷺ بھی ان کی بخشش و مغفرت طلب کریں تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے۔

فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ دلیلِ شفاعت ہے۔ لہذا جب رسول ﷺ کی شفاعت پر اللہ نے بخش دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ شفاعت از روئے قرآن امرِ جائز ہے۔

تیسری چیز 'استعانت' کسی سے مدد طلب کرنے کا ثبوت ہے۔ جب بندہ اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کہ یارسول اللہ! میں بندہ گناہگار عاجز خطا کار و سیاہ کار ہوں، آپ ﷺ کرم فرمائیں اور بارگاہ الٰہی سے میرے گناہوں کی بخشش کے لئے سفارش فرمائیں۔ امتی کی یہی طلب درحقیقت استعانت ہے جبکہ رسول ﷺ کا اللہ کی بارگاہ سے اس کی بخشش و مغفرت طلب کرنا شفاعت ہے۔

۞ النساء، ۴: ۶۴

Marfat.com

Marfat.com

باب دُوُم

عقیدۂ توسُّل

قرآن کی روشنی میں

Marfat.com

گزشتہ باب میں اس امر کی صراحت کی گئی کہ توسّل اور وسیلہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے کسی شے تک پہنچنے کا سبب اور ذریعہ ہے، اور یہ کسی کے قرب کے حصول کا باعث بھی بنتا ہے۔ ایک بندہ مومن کا مقصودِ حیات، اللہ کی معرفت، قرب اور اسکی رضاء وخوشنودی ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جا بجا متلاشیانِ حق کو اپنے حضور تک تقرب اور رسائی کا وسیلہ تلاش کرنے کے بارے رہنمائی فرمائی ہے۔ ذیل میں ہم قرآن مجید کے ان مقامات میں سے چند کا ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح صراحت کے ساتھ وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم فرمایا ہے۔

دلیل نمبر ۱: تلاشِ وسیلہ کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○❀

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

❀ المائدہ، ۵: ۳۵

Marfat.com

اس آیہ کریمہ میں چار چیزوں کا بیان ہے:

۱۔ ایمان

۲۔ تقوی

۳۔ تلاش وسیلہ

۴۔ جہاد فی سبیل اللہ

سب سے پہلے ایمان کا ذکر کیا گیا۔ ایمان کے بعد تقوی کا حکم دیا کیونکہ جس دل میں اللہ کا ڈر اور خوف پیدا ہو جاتا ہے اس کا ہر قدم اطاعت الٰہی کی طرف اٹھتا ہے۔ احکامِ الٰہی کی پیروی اس کا شیوۂ حیات بن جاتا ہے۔ نیکی اور عمل صالح اس کی سیرت و کردار کا جزو لاینفک بن جاتا ہے، خشیت الٰہی کی کیفیت اسے رضائے الٰہی کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ وہ ہر دم اسی جستجو میں رہتا ہے کہ اس کا ہر عمل اسے اللہ کے قرب وحضور میں لے جائے۔ اس بنا پر اِتَّقُوا اللّٰہَ کے الفاظ بندۂ مؤمن کے تمام اعمال صالحہ کو محیط ہیں۔ ایمان، عبادات، اتباعِ سنت اور گناہوں سے بچنا سارا کچھ اس میں آ جاتا ہے۔

تیسرا حکم آیہ مذکورہ میں تلاشِ وسیلہ کا ہے۔ ارشاد فرمایا: وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ "اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو۔" بعض علماء نے اس آیہ کریمہ میں تلاشِ وسیلہ سے فقط ایمان اور اعمال صالحہ مراد لیا ہے۔ جبکہ اکثر علماء نے آیہ کریمہ کے ان الفاظ سے مراد انبیاء، صلحاء اور اولیاء کی ذوات مقدسہ کو لیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اِتَّقُو اللّٰہَ میں ایمان، اعمال صالحہ اور عبادات سب شامل ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس آیہ کریمہ میں قربِ الٰہی کے لیے تلاشِ وسیلہ کا عمومی حکم ہے۔ قرب وحضور الٰہی کا وسیلہ جہاں اعمال صالحہ اور ایمان بنتا ہے وہاں اللہ کے انبیاء اور اولیاء بطریق اولی ہیں۔ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے 'القول الجمیل

Marfat.com

(ص:۳۴)'میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد جبکہ شاہ اسمعیل دہلوی نے 'صراطِ مستقیم (ص:۵۸)'میں وسیلہ سے مراد مرشد لیا ہے اور مزید برآں کہا:

بدون مرشد راہ یابی ناد راست۔ مرشد کی راہنمائی کے بغیر (ہدایت ربانی) کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

اسی حقیقت کو مولائے روم بھی اپنے حوال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ کی معرفت اور اس کا قرب مجھے حضرت شمس تبریزیؒ کی صحبتِ کیمیا اثر سے ہی ملا ہے:

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

چوتھا حکم جہاد کا ہے۔ جہاد بھی اسلام کی اشاعت و ترویج، دین کے احیاء و اقامت، احکامِ الٰہیہ کے نفاذ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے وسیلہ بنتا ہے۔ جب ایک ہی آیت کریمہ میں مذکور چار چیزوں ......ایمان، تقویٰ، وسیلہ اور جہاد ......میں سے تین چیزیں ......ایمان، تقوی، جہاد......شرک اور بدعت نہیں بلکہ جائز امور ہیں تو وسیلہ بھی آیت میں بیان کردہ دیگر چیزوں کی طرح حکمِ قرآنی اور امرِ شرعی ہے اس کا تعلق ہرگز شرک اور بدعت سے نہیں۔

دلیل نمبر۲: تلاشِ وسیلہ امرِ جائز

قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر تلاش وسیلہ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ط

یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں (یعنی ملائکہ، جنات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہم کے بت

Marfat.com

إِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحْذُوْرًا○❁ : اور تصویریں بنا کر انہیں پوجتے ہیں)، وہ (تو خود ہی) اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے (بارگاہ الٰہی میں) زیادہ مقرب کون ہے اور (وہ خود) اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور (وہ خود ہی) اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (اب تم ہی بتاؤ کہ وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں، وہ تو خود معبودِ برحق کے سامنے جھک رہے ہیں۔) بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

دور جاہلیت میں مشرکین جنات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بت اور تصاویر بنا کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ اسلام سے قبل جنات نے انسانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ بتوں میں گھس کر عجیب و غریب حرکتیں کرتے۔ بتوں کو ہلتا جلتا اور مسکراتا دیکھ کر سادہ لوح ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ لیکن جب اسلام کی روشنی ظاہر ہوئی تو جنات اپنے اس گمراہ کن عمل سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے، نورِ حق ان کے رگ و پے میں سرایت کر گیا اور وہ راہ راست پر آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے عابد و فرمانبردار بن گئے اور اسے پانے کیلئے کسی اقرب اور افضل وسیلے کے متلاشی بن گئے، ایسا وسیلہ جو انہیں خدا رسیدہ کر دے۔

❁ بنی اسرائیل، ۱۷:۵۷

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کے شان نزول کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک جماعتِ عرب کے حق میں نازل ہوئی جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے جب وہ جن اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والے اس سے بے خبر رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یاد دلایا اور فرمایا جنہیں تم پوج رہے ہو وہ ہمارے حضور سر بسجود ہیں اور وہ خود ہمارے مقربین کا وسیلہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ ۞

اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ مقربان الٰہی کا وسیلہ لینا جائز ہے اور وہ خود بھی قرب الٰہی کے حصول کیلئے خود سے اپنے زیادہ مقرب کے متلاشی رہتے ہیں، گویا مقربین کا اپنا عمل بھی یہی ہے۔

مذکورہ آیہ کریمہ اپنا معنی واشگاف انداز میں واضح کر رہی ہے کہ مشرکین جن کو اپنا خدا بنائے اپنی تکلیف ومصیبت میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں ہیں بلکہ یہ تو خود ہر لمحہ اور ہر لحظہ اپنے رب کی رضا کیلئے محو رہتے ہیں اگر یہ واقعی خدا ہوتے جیسا کہ مشرکین کا زعم باطل ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت اور رضا جوئی کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ اس آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز ہے اور ان مقبولانِ حق کا اپنا طریق بھی یہی ہے۔ یہاں کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مقربان الٰہی، انبیاء و اولیاء خود وسیلے کے متلاشی ہیں تو اوروں کا کیا وسیلہ بنیں گے؟ درحقیقت اس آیہ کریمہ میں غور کرنے سے اس کا جواب خود مل جاتا ہے کہ کسی غیر کی عبادت کرنا ممنوع ہے لیکن مقبولانِ حق کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے دعا کے لئے عرض کرنا جائز ہے عبادت کی نفی ہے وسیلے کی نفی نہیں۔ مقبولانِ حق وسیلہ بنتے ہیں، معبود نہیں۔ صحیح

۞ ا۔ صحیح البخاری، ۲: ۶۸۵
۲۔ صحیح مسلم، ۲: ۴۲۲
۳۔ المستدرک للحاکم، ۲: ۳۶۲
۴۔ تفسیر البغوی، ۳: ۱۲۰

Marfat.com

عقیدہ بھی یہی کہ انبیاء، اولیاء اور صلحاء وسیلہ ہی ہیں، معبود نہیں ہیں۔

دلیل نمبر ۳: ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسُّل کا حکم

وسیلہ ڈھونڈنے پر قرآن مجید کی یہ آیت بھی نص صریح ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝❁

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کو ان کے گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت کے لئے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر ان کا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ یہ آیت کریمہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک محدود نہیں بلکہ بعد از وصال بھی اس کا حکم اسی طرح باقی ہے جس طرح ظاہری حیات طیبہ میں تھا۔ مفسرین کرام اور ائمہ کرام نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ (اس آیت مبارکہ پر مزید بحث ہم انشاء اللہ باب پنجم کی تیسری فصل میں کریں گے۔)

❁ النساء، ۴: ۶۴

Marfat.com

دلیل نمبر۴: حضور ﷺ کے وسیلہ سے روزِ قیامت تکلیف سے نجات

سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا:

عَسٰٓی أَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًاo۞

یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اولین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) پر فائز فرمائے گا۔

مقامِ محمود سے مراد وہ اعلیٰ اور رفیع مقام ہے جو روز قیامت حضور نبی کریم ﷺ کی شانِ نبوت کے لئے مختص ہوگا۔ آپ ﷺ کا مقام محمود پر فائز ہونے کا مقصد امت کی شفاعت فرمانا ہے اور قرآن و حدیث سے یہ ثابت شدہ امر ہے کہ شفاعت حضور ﷺ کا حق ہے۔ قیامت کے دن شدتِ تکلیف میں تمام لوگ جمع ہوکر آپ ﷺ کی بارگاہ میں آئیں گے اور آپ ﷺ کے حضور التجا کریں گے کہ ہمارے لئے اللہ کے حضور سفارش کریں کہ حساب کتاب جلدی شروع ہو اور ہم اس جان لیوا تکلیف سے نجات پائیں۔ لہذا احادیث متواترہ صحیحہ سے ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ ﷺ کی خاطر حساب وکتاب شروع فرمائے گا تو ثابت ہوا کہ قیامت کے روز بھی تمام لوگ آپ ﷺ کو رب ذوالجلال کی بارگاہ میں وسیلہ بنائیں گے یہی آپ کا مقام محمود پر فائز ہونا ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہوا۔

۞ بنی اسرائیل، ۷۹:۱۷

Marfat.com

دلیل نمبر ۵: ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے ہدایت پر استقامت

سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

وَ کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ وَ اَنۡتُمۡ تُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَ فِیۡکُمۡ رَسُوۡلُہٗ ؕ وَ مَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ہُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۞

اور تم (اب) کس طرح کفر کرو گے حالانکہ تم وہ (خوش نصیب) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (خود) اللہ کے رسول موجود ہیں، اور جو شخص اللہ (کے دامن) کو مضبوط پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی ہے۔

یہ آیت کریمہ بھی توسُّل پر دلالت کرتی ہے۔ وَفِیۡکُمۡ رَسُوۡلُہٗ کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسا واسطہ اور ذریعہ ہیں کہ جس کی وجہ سے اللہ پاک لوگوں کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر راہ ہدایت کی روشنی عطا فرماتا ہے ۔جبکہ وَ کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ سے مزید وضاحت ہوتی ہے کہ کفر کی طرف نہ پلٹنا بھی رسول ﷺ کے وسیلے سے ہے، یعنی معلوم ہوا کہ ہدایت بھی اگر ملتی ہے تو رسول ﷺ کے وسیلے سے اور اس ہدایت پر استقامت بھی اگر ملتی ہے تو رسول ﷺ کے وسیلے سے۔ اللہ پاک قادر و قیوم ہے، وہ براہ راست ہدایت دے سکتا ہے مگر جب وہ خود فرماتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کی وجہ اور وسیلہ سے ہمیں ہدایت پر قائم رکھے گا تو اس سے ہمارے

۞ آل عمران، ۳:۱۰۱

لئے یہی ثابت ہوا کہ وسیلہ جائز امر ہے۔

دلیل نمبر ٦: ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا

سورہ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا کَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيْهِمْ ط وَ مَا کَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ٥۞

اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے در آنحالیکہ (اے حبیب مکرم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں، اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے امت سے عذاب ٹال دینے کی دو وجوہات بیان فرمائیں:

١۔ رسول اللہ ﷺ کا ان میں موجود ہونا۔

٢۔ اللہ پاک سے مغفرت طلب کرنا۔

سب سے پہلے امت کے اندر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے عذاب نہ دینے کا بیان فرمایا اور اس کے بعد اپنے حضور طلب مغفرت کی وجہ سے عذاب نہ دیا

۞ الانفال، ٨: ٣٣

Marfat.com

جانا بیان فرمایا۔ بارگاہِ الوہیت میں طلبِ مغفرت سے بھی مقدم رسول ﷺ کا واسطہ بیان کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب تک رسول ﷺ موجود ہیں ان کے وسیلے سے امت پہ عذاب نہیں آسکتا۔ بعض لوگ جو اس سے ظاہری حیات طیبہ مراد لیتے ہیں، ہمارے نزدیک وہ درست نہیں۔ یہاں بالکل ایسی کوئی بات نہیں کہ ظاہری حیات مبارکہ میں بھی توسُّل جائز ہے اور بعد از ممات بھی بلکہ مطلقاً آپ ﷺ کی موجودگی کا ذکر ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم بیان کریں گے کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل یہود مشرکین عرب پر فتحیابی کے لئے آپ ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ۞

حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں یہودیوں کا ایک عمل بیان ہوا ہے جس کی قرآن مجید نے تصدیق فرمائی اور جملہ محدثین و مفسرین کرام نے اس سے دلیل پکڑی ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جب گزشتہ امتوں کا ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ سے توسُّل کرنا ثابت ہے تو پھر اس امت کے لئے آپ ﷺ کا وسیلہ پکڑنا تو بطریق اولیٰ جائز اور درست عمل ہے۔

۞ البقرہ، ۲:۸۹

Marfat.com

دلیل نمبر ۷: حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت گاہ کو وسیلہ بنانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ ❁

اور اس کی نگہبانی زکریاؑ کے سپرد کردی، جب بھی زکریا اس کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو وہ اس کے پاس (نئی سے نئی) کھانے کی چیزیں موجود پاتے، انہوں نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہاں سے آتی ہیں؟ اس نے کہا: یہ (رزق) اللہ کے پاس سے آتا ہے، بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔

اس سے متصل اگلی آیت میں قرآن مجید نے اس مقام پر حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر کیا:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ إِنَّكَ سَمِيْعُ

اسی جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے

❁ آل عمران، ۳:۳۷

الدُّعَآءِO ﷺ شک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام جب بھی سیدہ مریم علیہا السلام کے حجرے میں ان کی خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے تو وہاں انواع و اقسام کے بے موسمی پھل پاتے ۔ ایک دن دعا کا خیال آ گیا کہ جو کریم رب بے موسم پھل عطا کر سکتا ہے وہ بڑھاپے میں اولاد دینے پر بھی قادر ہے اور یہ خیال آتے ہی وہیں کھڑے کھڑے دعا کر دی۔ کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ دعا اللہ سے تھی اس میں مقام دعا کا کوئی دخل نہیں ۔ لیکن اسے عقلِ سلیم تسلیم نہیں کرتی اور اس مقام پر چند سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں:

١۔ کیا حضرت زکریہ علیہ السلام نے پہلے کبھی دعا نہ مانگی تھی؟

٢۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو اب ہی کیوں شرف قبولیت سے نوازا گیا؟

٣۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس جگہ پر کھڑے ہو کر دعا کیوں فرمائی، اس میں کیا وجہ فضیلت تھی؟

٤۔ قرآن نے صرف اس مقام پر دعا کا ذکر خصوصی طور پر کیوں کیا؟

یہاں قرآن مجید نے خود اس غلط فہمی کا ازالہ ''هُنَالِكَ'' کہہ کر کر دیا۔ آیت کریمہ کے الفاظ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا معمول تھا کہ آپ پچھلی رات شب بیداری فرمایا کرتے ۔ اپنے معمول کے مطابق اس دن بھی آپ نماز میں مشغول ہوئے لیکن دعا کے لیے خصوصی طور پر حجرے کا انتخاب کیا۔ اگر آپ

ﷺ آل عمران، ٣: ٣٨

نے اتفاقاً وہاں کھڑے کھڑے دعا کی ہوتی تو لفظ ''هُنَالِکَ'' لانے کا کوئی فائدہ اور محل نہ ہوتا اور توسُّل بھی ثابت نہ ہوتا۔ لیکن بدیہی طور پر محبوب مقام پر کھڑے ہوکر دعا کرنا توسُّل کا آئینہ دار ہے۔

توسُّل سے دعا کی فوری قبولیت

اللہ رب العزت نے بذریعہ توسُّل، دعا کی اجابت وقبولیت کا نظارہ اسی وقت بغیر کسی تاخیر کے کرادیا:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى ۔❁

ابھی وہ حجرے میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے (یا دعا ہی کر رہے تھے) کہ انہیں فرشتوں نے آواز دی: بیشک اللہ آپ کو (فرزند) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے صرف اس جگہ کو مقامِ قرب سمجھتے ہوئے اس جگہ کے توسُّل سے دعا مانگی گئی تو وہ فوراً رنگ لائی جس سے یہ بات اظہر من الشّمس ہوگئی کہ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب بندوں سے توسُّل کرنا پسند ہے جس پسند کا اظہار دعا کی قبولیت کی صورت میں سامنے آیا۔

❁ آل عمران، ۳:۳۹

Marfat.com

دلیل نمبر ۸: قمیصِ یوسف علیہ السلام سے بصارتِ یعقوب علیہ السلام کا لوٹ آنا

سورۃ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۚ ۞

(حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:) میری یہ قمیض لے جاؤ، سو اسے میرے باپ (حضرت یعقوب) کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے۔

اس کے بعد کے واقعہ کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَلَمَّآ أَنْ جَآءَ الْبَشِيرُ أَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ ۞۞

پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ (قمیض یعقوب) کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس چیز کو انبیاء اکرام وصلحاء عظام سے نسبت ہو جائے اس سے توسُّل کرنا توحید کے منافی نہیں کیونکہ قمیض کو بھیجنے والے بھی نبی علیہ السلام، اس وسیلہ سے فائدہ اٹھانے والے بھی نبی علیہ السلام ہیں اور بیان کرنے والا ماحیِ شرک یعنی قرآن ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ سے درجہ ذیل نکات بھی ثابت ہوتے ہیں:

۞ یوسف، ۱۲:۹۳

۞۞ یوسف، ۱۲:۹۶

Marfat.com

اولاً: جَآءَ الْبَشِيْرُ کے اعتبار سے یہ توسّل اگر چہ ظاہراً توسّل بغیر النبی ہے لیکن فی الحقیقت یہ توسّل بآ ثار النبی ہے۔

ثانیاً: حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر قمیض ڈالتے وقت بشارت دینے والے نے زبان سے کچھ نہ کہا لہذا قمیض کے توسّل سے بینائی کا لوٹ آنا توسّل نفسی ہے۔

ثالثاً: غیر نبی سے بھی وسیلہ کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور سنت انبیاء علیہم السلام کو شرک قرار دینا انبیاء سے بغض وعناد اور نادانی وکم فہمی کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ دو جلیل القدر انبیاء کرام...... حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام...... کا وسیلہ پکڑنے کی سنت بیان ہورہی ہے۔ اتنی بڑی صریح دلیل کی موجودگی میں کوئی مسلمان عقیدہ توسّل سے انکار کی جسارت نہیں کرسکتا۔ علاوہ ازیں اس آیت کریمہ میں یہ امر بطور خاص توجہ طلب ہے کہ ایک پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام وسیلے کا حکم دے رہے ہیں اور دوسرے پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام اس قمیض سے توسّل کر رہے ہیں یعنی قمیض متوسّل بہ ہے۔ لہذا جب پیغمبر کی قمیض سے توسّل امر جائز ہے تو اس سے توسّل بآ ثار الانبیاء اور توسّل بالصالحین کا عقیدہ بھی ازخود ثابت ہوجاتا ہے۔

مافوق الاسباب کا حقیقی مفہوم

مافوق الاسباب کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ جو اسباب کسی امر کے لیے خاص ہوں ان اسباب کو زیر استعمال لائے بغیر وہ کام ہوجائے جو کہ اس سبب کے بغیر ناممکن تھا۔

Marfat.com

جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش۔ کہ پیدائش کے لیے اسباب کا ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں تزوج کا وجود ہی نہیں۔ اس طرح جنس مخالف کی عدم موجودگی کے باوجود پیدائش کا ہونا مافوق الاسباب میں سے ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مافوق الاسباب امور کے لیے توسُّل شرک اور ماتحت الاسباب کے لیے شرک نہیں ہوتا .... یہ نظریہ دراصل مافوق الاسباب کی حقیقی تعریف سے عدم واقفیت کی پیداوار ہے۔ جبکہ سرسری سی تعریف کردی جاتی ہے کہ اس عالم اسباب سے بالا چیز مافوق الاسباب اور عالم اسباب کے اندر کی چیز ماتحت الاسباب ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کی بازیابی والی مثال زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے کہ آنکھوں کی روشنی اور بینائی کا واپس آنا اگر دوا، علاج یا آپریشن سے ہوتو اسے اسباب سے منسوب کیا جائے گا لیکن اس کے برعکس فقط قمیص کے رکھنے سے بینائی کا لوٹ آنا تو اسباب سے ماوراء چیز ہے جسے مافوق الاسباب کی اصطلاح سے موسوم کیا جائے گا۔ اس بحث سے پتہ چلا کہ:

۱۔ ترکِ اسباب سے کوئی کام ہوجائے تو وہ مافوق الاسباب ہے۔

۲۔ مافوق الاسباب سے توسُّل کرنا قرآن سے ثابت اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

۳۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ کوئی دعائیہ الفاظ نہیں اور نہ ہی یہ کوئی دوا ہے، یہ صرف قمیص مبارک سے بینائی کا لوٹ آنا ہے، جو کہ توسُّل مافوق الاسباب میں سے ہے۔ اگر توسُّل مافوق الاسباب شرک ہوتا تو قرآن مجید ہرگز ایسے امور کی تائید نہ کرتا کیونکہ قرآن تو خود ماحیِ شرک ہے۔

یہاں ایک بات جو بطور خاص توجہ طلب ہے وہ یہ کہ ماتحت الاسباب سے

توسُّل کو جائز کہنا اور مافوق الاسباب سے ناجائز اور شرک سمجھنا یہ بھی ایک خودساختہ تقسیم ہے جو کسی قرآنی نص اور حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔ صحیح اسلامی عقیدہ تو یہی ہے کہ حقیقی کارساز و مددگار اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانے کا تصور بھی ممکن نہیں کہ جو چیز شرک ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت شرک ہے۔

ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب دونوں کا تعلق دراصل ظاہری اور باطنی و روحانی اسباب سے ہے۔ ہماری زندگی کے اندر بہت سارے امور ایسے ہیں جو ماتحت الاسباب یعنی ظاہری اسباب کے تحت حل ہوجاتے ہیں اور کچھ امور وہ ہوتے ہیں جو ظاہری اسباب کے بغیر باطنی اور روحانی طور پر حل ہوجاتے ہیں یعنی اصلاً کوئی بھی کام بغیر سبب کے نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ حقیقی معنوں میں کوئی بھی امر مافوق الاسباب نہیں ہوتا۔ اگر کوئی امر ظاہری اسباب (امور عادیہ) کے بغیر واقع ہوجائے تو وہ بھی حقیقتاً بغیر سبب کے نہیں بات یہ ہے کہ فرد بشر کو وہ سب کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ اگر ہم مافوق الاسباب امور میں توسُّل کو شرک قرار دیں تو اس سے نص صریح سے انحراف لازم آئے گا مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کے اذن سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلے میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس انسانی روپ میں آئے تو ان سے کہا:

إِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِأَهَبَ لَکِ غُلٰماً زَکِیًّاo❁

میں تو فقط تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں (اس لئے آیا ہوں) کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

اس آیت کریمہ میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام عطاءِ فرزند کی نسبت اپنی

❁ مریم، ۱۹:۱۹

طرف کر رہے ہیں جو کہ ظاہری اسباب کے بغیر ہے یعنی باپ کے بغیر صرف پھونک مارنے سے بچہ عطا کرنا یہ مافوق الاسباب چیز ہے مگر اس میں اللہ کا مقرب فرشتہ جبرئیل علیہ السلام وسیلہ بن رہے ہیں۔ لہذا ایک خودساختہ عقیدے کی بناء پر آیاتِ قرآنی کی حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لہذا توسُّل ایک مشروع قرآنی حقیقت ہے۔

دلیل نمبر ۹: اپنے تذلّل اور بے کسی کو بطور وسیلہ پیش کرنا

انتہائی تذلل، عاجزی، انکساری، بے کسی و بے بسی کے ساتھ اللہ کے حضور گریہ زاری اور لجاجت کے ساتھ دعا کرنا بھی اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بن جاتا ہے، رحمت الٰہی جوش میں آجاتی ہے اور بندے کی مراد بر آتی ہے۔

صحابہ کرام، ائمہ اطہار کی منقول دعاؤں میں ہمیں یہی عاجزی و انکساری، ندامت و شرمندگی اور خود کو اللہ کی بارگاہ میں حقیر، بے بس اور بے کس کی طرح پیش کرنے کے احوال نظر آتے ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت علی شیر خداؓ حضرت امام زین العابدینؓ اور حضور غوث الاعظمؒ کی دعائیں ایسی کیفیات اور احوال سے معمور ہوتی تھیں۔

وسیلے اور توسُّل میں یہی حکمت کارفرما ہے کہ کسی چیز کو اللہ کی بارگاہ میں اپنی دعا میں بطور واسطہ اس طرح پیش کرنا کہ جہاں وہ دعا کی قبولیت کو بڑھا دے وہاں بندے کی حاجت کا اللہ کی بارگاہ سے پورا ہونے کا مزید یقین بھی عطا کردے۔ اس وسیلے کے نتیجے میں رب کی رحمت جوش میں آجائے، بندے کی مراد جلد پوری ہوجائے اور دعا شرف قبولیت سے ہمکنار ہو۔ واسطہ اور وسیلہ بننے والی جو بھی شے ہوگی وہ کوئی

Marfat.com

عمل ہوگا یا اللہ کا کوئی ایسا صالح بندہ جو اللہ کے ہاں اتنا مقبول و محبوب ہوگا کہ اس کی محبوبیت اور مقبولیت کا ذکر اور واسطہ بارگاہ الٰہی میں دعا کی قبولیت کیلئے ایک وسیلہ بن جائے۔

قرآن حکیم میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو وہ اس پر پشیماں ہوکر بارگاہِ الٰہی میں اپنی خطا کا ذکر کرتے اور اپنی بے بسی و عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی رحمت اور عفو و درگزر کیلئے یوں عرض گزار ہوئے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَ إِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ ❁

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

اس دعا کے ذریعے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عاجزی اور بے کسی کو بطور وسیلہ پیش کیا اور اس کی بخشش و مغفرت اور رحمت کے طلبگار ہوئے، احادیث صحیحہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ قبولیت توبہ کیلئے حضرت آدم علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ بھی پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توبہ شرف قبولیت سے سرفراز ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۰: ساری امت کیلئے دعا سے توسُّل

بارگاہ الوہیت میں دعا مانگتے ہوئے صرف اپنی ذات کے لئے ہی دعا نہ مانگنا جیسے: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ (اے اللہ !مجھ پر رحم فرما) بلکہ اپنی دعا میں ساری امت کو

❁ الاعراف، ۷:۲۳

Marfat.com

شریک کرنا اور یوں کہنا: ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا (اے اللہ ہم پر (پوری امت پر) رحم فرما۔)''
یوں دعا مانگنے سے خود بخود توسُّل کا پہلو نکلتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِO ❁

اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے (نوشتۂ اعمال) سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی سنگت میں موت دے۔

یہ دعا جب اللہ کے صالح اور مقرب بندوں کی زبان سے نکلتی ہوتی ہے، تو اجابت کی منزل کو پہنچتی ہے اور اپنی عمومیت کی بنا پر گنہگار، نیکوکار سبھی اس میں شامل ہوجاتے ہیں، سب بخشش و مغفرت الٰہی یہ کا مژدہ جانفزا سنتے ہیں۔ گویا اجتماعی دعا کا توسُّل سب کے گناہوں کی معافی کا سبب بن جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۱: لفظِ ربّ کی عباد الصٰلحین کی طرف اضافت سے توسُّل

بارگاہ الوہیت میں التجا کرتے وقت لفظ ''رب'' کو کسی مقدس اور پاکیزہ ہستی کا مضاف کرنا بھی توسُّل ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کو ''ربِ محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح ربِ عباد الصالحین یا کسی مقرب اور برگزیدہ بندے کا رب کہہ کر توسُّل کیا جانا۔

قرآن حکیم میں ہے:

❁ آل عمران، ۳: ۱۹۳

Marfat.com

وَ أَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِکَ فِيْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِيْنَO❁

اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے خاص قرب والے نیکوکار بندوں میں داخل فرمالے۔

نفس مطمئنہ اور نفس راضیہ ومرضیہ پر فائز بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن میں ارشاد فرمایا گیا:

يٰأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّکِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًO فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰادِيْ O وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْO❁❁

اے اطمینان پا جانے والے نفس! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)۔ پس تو میرے کامل بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔

اس آیہ کریمہ میں لفظ رب کی اضافت اس نفس (بندۂ مرتضی) کی طرف ہے جو اللہ کی رحمتوں، نوازشوں اور قربتوں کا مژدہ جانفزاء سننے والا ہے۔ رب کو اس کی بندگی پر ناز اور اس کی ریاضت ومجاہدہ، خلوص وللّٰہیت پر فخر ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی ہر آرزو وخواہش کو ربّ کی رضا کے تابع کردیتا ہے اس کی ساری زندگی کا ایک ایک لمحہ

❁ النمل، ۲۷:۱۹

❁❁ الفجر، ۸۹:۳۰-۲۷

Marfat.com

رضائے الٰہی کا متلاشی ہونے کی صورت میں گزرتا ہے۔ وہ مجاہدہ نفس سے نفس امارہ کی ہر آرزو کو کچل دیتا ہے اور اس طرح ایمان میں ترقی کرتے ہوئے نفس مطمئنہ پر فائز ہو کر خود کو ذاتِ الٰہی میں فنا کر کے بقائے دوام کی حالت میں مقام رضا پر فائز ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا بولنا ربّ کا بولنا، اس کا کلام کرنا رب کا کلام کرنا اور اس کا چلنا رب کا چلنا بن جاتا ہے حتی کہ اس کا سننا رب کا سننا بن جاتا ہے۔ ایسے بندوں کا توسُّل کرتے ہوئے جب یوں کہا جائے: اے صالح بندوں کے رب! تو اس کی رحمت جوش میں آ کر مانگنے والے کے دامنِ مراد کو بھر دیتی ہے، پھر وہ مانگنے والوں کو نہیں دیکھتا بلکہ ان کو دیکھتا ہے جو اس کے مقامِ قرب پر فائز ہوتے ہیں۔ مقرب اور صالح بندوں کے توسُّل سے مانگنا خود حضور نبی اکرم ﷺ کی بھی سنت ہے۔ صبح کی دو رکعتوں کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ یوں دعا مانگا کرتے تھے:

اللھم رب جبریل و میکائیل و إسرافیل و محمد (ﷺ)! أعوذ بک من النار۔ ۞

اے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور محمد (ﷺ) کے رب! میں جہنم کی آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

۞ ۱۔ المستدرک للحاکم، ۳: ۶۲۲
۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱: ۱۹۵، رقم: ۵۲۰
۳۔ مجمع الزوائد، ۲: ۲۱۹

مذکورہ کتب میں یہ حدیث حضرت اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جبکہ تھوڑے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث درج ذیل کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

۱۔ سنن النسائی، ۲: ۳۱۹
۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۶۱
۳۔ مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۱۰، ۱۰۴

Marfat.com

شیخ محمد بن علوی المالکی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان اسماء مبارکہ کو خاص طور پر ذکر کرنا ان کو وسیلہ بنانے کے معنی میں ہے۔ گویا آپ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور جبریل، اسرافیل، میکائیل اور محمد (ﷺ) کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں۔'' ❁

دلیل نمبر۱۲ : ذکر الٰہی وسیلہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْآ أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللهُ۔ ❁❁

اور (یہ) ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے۔

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان جب گناہوں میں مبتلا ہوجائے اور اس کا دامن عصیاں سے آلودہ ہوجائے تو ایسی صورت حال میں ذکر الٰہی سے توسُّل، اس کی بخشش و مغفرت کا سبب بن جاتا ہے۔ آیۂ مذکورہ میں ذکر الٰہی کو گناہوں کی معافی کا وسیلہ ٹھہرایا گیا ہے۔

❁ مفاہیم یجب ان تصحح: ۱۵۳

❁❁ آل عمران، ۳: ۱۳۵

Marfat.com

دلیل نمبر۱۳: ذکرِ انبیاء واولیاء ؑسے وسیلہ

اللہ کے محبوب اور مقرب بندوں کا ذکر کرنا یہ بھی وسیلہ ہے جسکی دلیل سورہ فاتحہ ہے جس میں اسمِ ذات، اسماء وصفات، انبیاء واولیاء اور شہداء وصالحین کا وسیلہ پیش کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔❁

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

جن لوگوں پر انعام فرمایا گیا، ان کی تفصیل ایک اور مقام پر قرآن میں یوں بیان کی گئی ہے:

وَ مَنْ يُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًاO❁❁

اور جوکوئی اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

سورہ فاتحہ ہر نوع کے وسیلہ کی جامع دعا ہے۔ یہ پوری سورۃ گویا سورہ وسیلہ

❁ الفاتحہ،۱:۶

❁❁ النساء،۴:۶۹

Marfat.com

ہے اس میں توحید، رسالت اور شان ولایت سب جمع ہیں۔ لہذا جب نیک لوگوں کی راہ دکھانے کا ذکر ہوا تو دوسری جگہ ان کی نشاندہی ہوگئی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ اور ان لوگوں کی وجہ سے ہدایت ملنا دلیلِ توسُّل ہے۔

دلیل نمبر ۱۴: انعامات واحساناتِ الٰہیہ سے توسُّل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ إِخْوَانًا۔ ❁

اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہوگئے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ إِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا ط إِنَّ اللهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O ❁❁

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں پورا شمار نہ کرسکو گے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

بندہ اگر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرتا رہے اور ان نعمتوں کو یاد کرنے کے بعد اللہ سے مغفرت طلب کرے تو اس وسیلے سے اللہ کو بڑا بخشنے والا پائے گے۔ یہاں صراحتاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ مغفرت، اس کی نعمتوں کے تذکرے کے وسیلے سے جوش میں آتی ہے۔ جو دعا اس کے انعامات اور احسانات کو یاد کرکے اور ان

❁ النحل، ۱۶:۱۸

❁❁ آل عمران، ۳:۱۰۳

Marfat.com

کا وسیلہ دے کر مانگی جائے وہ بندے کی طرف سے اللہ کی نعمتوں کا شکرانہ بن کر اجابت کو پہنچتی ہے۔ اس پر خود نصِ قرآنی شاہد ہے:

لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ ۔❁ اگر تم شکر ادا کروگے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کرونگا۔

دلیل نمبر ۱۵: وعدۂ الٰہی سے توسّل

اللہ تعالیٰ نے امت مصطفوی سے اپنی شان کے مطابق جو مختلف وعدے فرمائے ہیں، ان کا ذکر کر کے اس کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیَامَةِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ○❁❁

اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

بندہ اپنی نماز اور دعا میں اپنے مولا سے ہم کلام ہو کر اور اپنا گناہ آلودہ دامن لیکر عرض گزار ہوتا ہے کہ یا اللہ! میرے اعمال تو اس قابل نہیں کہ ان کی وجہ سے میں بخشش و مغفرت کا مستحق ٹھہروں اس لیے تجھ سے تیرے رسولوں کی وساطت سے

❁ ابراہیم، ۱۴:۷

❁❁ آل عمران، ۳:۱۹۴

سوال کرتا ہوں کہ محشر کی تپش و حرارت اور اس کی ہولناکیوں سے مجھے محفوظ و مامون فرما، میں نے تیرے برگزیدہ پیغمبروں کا دامن پکڑ لیا ہے، ان کی راہ پر چل پڑا ہوں، ان کے لائے ہوئے دین کی پیروی کر رہا ہوں، دین کی پیروی ہی کو تیرے انبیاء علیہم السلام نے نجات کا وسیلہ بنایا ہے اس لئے مجھے اپنے وعدہ کو روز روشن کی طرح دکھا دے اور تیرے وعدے ہمیشہ وفا ہی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

باب سِوُم

توسُّل پر اِعتِراضات کا رَدّ

گذشتہ باب میں ہم نے مفہوم توسُّل کی وضاحت کے لئے بے شمار آیات قرآنی میں سے صرف چند آیات کا ذکر کیا جن سے صراحت کے ساتھ توسُّل کا جواز ثابت ہوا۔ اگر دین کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے ہم ان ارشادات باری تعالیٰ پر غور کریں تو نفس مسئلہ سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی اور صحیح اسلامی عقیدہ سمجھ آ جائے گا کہ کون دین حنیف پر اعتدال کے ساتھ گامزن ہے اور کون غلط فہمیوں کی بنا پر راہِ اعتدال سے ہٹ گیا ہے۔ اس باب میں ہم توسُّل کے عدم جواز پر وارد ہونے والے بعض اعتراضات کا رد کریں گے اور جو درست موقف ہے اسے قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں اجاگر کریں گے، یہ باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں ان آیات کا صحیح مفہوم پیش کیا جائے گا جن کی غلط تاویلات کر کے کہا جاتا ہے کہ یہ توسُّل کے عدم جواز پر دلیل ہیں اور دوسری فصل میں ذات انبیاء وصلحاء سے توسُّل کے حوالے سے ایک ایک اعتراض کا جواب شرعی دلائل کی روشنی میں دیتے ہوئے صحیح موقف بیان کریں گے۔

Marfat.com

فصل اوّل

عَمومی اِشکالات کا اِزالہ

پہلا اعتراض: توسُّل بالغیر جائز نہیں

بعض لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے وسیلے کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ چونکہ یہ توسّل اپنا عمل نہیں اس لئے جائز نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے نزدیک صرف متوسّل کا اپنا عمل صالح ہی وسیلہ بن سکتا ہے۔ وہ عمل غیر سے توسُّل کے عدم جواز پر مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

۱۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰیo ❋ — ہر انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

۲۔ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ ❋❋ — اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

۳۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ ❋❋❋ — اس نے جو نیکی کمائی اس کیلئے اس کا اجر ہے اور اس نے جو گناہ کمایا اس پر اس کا عذاب ہے۔

❋ النجم، ۵۳:۳۹

❋❋ الانعام، ۶:۱۶۴

❋❋❋ البقرہ، ۲:۲۸۶

Marfat.com

توسُّل بالغیر پر درست موقف:

توسُّل بالغیر پر صحیح موقف یہ ہے کہ وسیلہ پکڑنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کا عمل بھی وسیلہ بن سکتا ہے۔ درحقیقت توسُّل کے عدمِ جواز میں جو آیات بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں ان کا تعلق عمل اور جزائے عمل سے ہے۔ نہ کہ قبولیت دعا اور تقرب الی اللہ کے لئے وسیلہ ڈھونڈنے سے۔ توسُّل میں اللہ کے حضور اپنی حاجت کی تکمیل کیلئے کسی محبوب شے اور برگزیدہ ہستی کا وسیلہ پیش کیا جاتا ہے جبکہ ان آیات کا تعلق وسیلے سے ہرگز نہیں اور نہ ہی وسیلہ ان کا نفسِ مضمون ہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کا تو فقط یہ مطلب ہے کہ انسان کو جو کچھ ملے گا وہ اس کے اپنے اعمال کی جزا ہوگی۔ توسُّل کی بحث جزا اور عمل سے نہیں بلکہ دعا اور دعا کے وقت اس کی قبولیت کیلئے کسی کو وسیلہ بنانے سے ہے۔

اسی طرح وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کا تعلق گناہ کے بوجھ اور جواب دہی کے تصور سے ہے اور کوئی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

لَھَا مَا کَسَبَتْ وَ عَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ کا تعلق عمل اور جزائے عمل سے ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ آیات اپنے موضوع کے اعتبار سے توسُّل کی بحث سے خارج ہیں۔ عمل غیر سے توسُّل پر مسلم شریف کی صحیح حدیث دلیل قوی ہے:

عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا مات الإنسان انقطَعَ عنه عمله إلا من ثلثةٍ: إلا من صدقة جارية، أو علم يُنْتفَعُ

حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، لیکن تین عمل منقطع

به، أو ولدٍ صالحٍ يَدعوله۔ ❀ نہیں ہوتے: صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہتی ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی رو سے انسان کے مندرجہ ذیل تین اعمال کو موت بھی ختم نہیں کر سکے گی اور ان کا اجر و ثواب اسے بعداز وصال بھی ملتا رہے گا:

۱۔ ان اعمال میں سے پہلا صدقہ جاریہ ہے جیسے کوئی مسجد، درسگاہ یا کوئی سڑک، ہسپتال وغیرہ کا مفادِ عامہ کے لیے تعمیر کرانا، یا دین کی ترویج واشاعت اور احیائے اسلام کیلئے کوئی مالی تعاون کرنا، یا غریب ومفلس لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی رفاہی ادارہ (welfare society) قائم کرنا یا کسی ایسی تنظیم یا فلاحی ادارے کو فنڈ زمہیا فلاح و بہبود کے ان کاموں کا ثواب اسے ہمیشہ ملتا رہے گا جب تک کہ یہ قائم رہیں گے۔

۲۔ اسی طرح علم نافع ہے۔کوئی عالم دین کسی کو پڑھائے اور درس و تدریس کے سلسلہ کو جاری رکھے یا علمی و دینی مسائل پر کوئی کتاب لکھ دے یا کوئی محقق تحقیق کرے، اس کے بعد جب تک اس کے شاگردوں کے ذریعے علم و تحقیق کی ترویج ہوتی رہے یا وہ کتاب دنیا میں پڑھی جاتی رہے اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں، اس کا ثواب اسے ملتا رہے گا۔

۳۔ صدقہ جاریہ اور علم نافع کے بارے میں تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ وسیلہ بن سکتے

❀ ۱۔صحیح مسلم، ۲: ۴۱

۲۔سنن ابوداؤد، ۲: ۴۲

۳۔سنن النسائی، ۲: ۱۳۲

۴۔جامع الترمذی، ۱: ۱۶۵

۵۔مسند احمد بن حنبل، ۲: ۳۷۲

۶۔السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶: ۲۷۸

۷۔شرح السنۃ للبغوی، ۱: ۳۰۰، رقم: ۱۳۹

۸۔مشکاۃ المصابیح: ۳۲

ہیں لیکن حدیث پاک میں ولد صالح کا ذکر بھی ہے کہ وہ بھی والدین کے حق میں صدقہ جاریہ کا ذریعہ ہیں اس کے نیک اعمال سے بھی والدین کو بعد از وفات نفع پہنچتا ہے۔ بلاشبہ ولدِ صالح کے اعمال، عمل غیر کے زمرے میں آتے ہیں جو والدین کے لئے وسیلہ بن جاتے ہیں۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ نیک اعمال اولاد نے سرانجام دیئے ہیں لیکن والدین کی وفات کے بعد یہی اعمال صالحہ ان کی مغفرت کا وسیلہ بن رہے ہیں تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ کسی ایک شخص کے عمل دوسرے کے لئے نفع رساں ہو رہے ہیں، جبکہ صدقہ جاریہ اس کا اپنا عمل تھا جو اس نے کیا اس کا ثواب اسے بہرحال ملتا رہے گا اور اسی طرح کا معاملہ علم و تحقیق کے ساتھ ہے جس کے ذریعے اس نے رشد و ہدایت کو پھیلایا، یہ بھی اس کا ایسا عمل تھا جس کا اجر بھی اسے ملتا رہے گا۔ لیکن ولد صالح کے اعمال صالح میت کے اپنے عمل نہ ہونے کے باوجود اس کے لئے باعث ثواب بن رہے ہیں اور وہ ولد صالح والدین کی بخشش و مغفرت کا وسیلہ بن رہا ہے۔ لہٰذا اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ عقیدہ درست نہیں کہ وسیلہ انسان کا صرف اپنا عمل صالح ہی بنتا ہے، کسی دوسرے کا عمل وسیلہ نہیں بنتا بلکہ عملِ غیر بھی باعث نفع بنتا ہے۔

دوسرا اعتراض: ولدِ صالح کا عملِ صالح عملِ غیر نہیں

اس اصول پر قائم رہتے ہوئے کہ متوسّل کے اپنے اعمال کا وسیلہ جائز ہے غیر کا وسیلہ جائز نہیں بعض لوگ مذکورہ حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ولد صالح بیشک اس کا بیٹا ہے اور اس کے نسب سے ہے، نفساً غیر بھی ہے لیکن اس کے باپ کی تربیت نے اسے نیک و صالح بنایا ہے اس بنا پر وہ جو عمل کرے گا وہ اسی کا بالواسطہ عمل تصور ہوگا اور وہ جو اعمال صالحہ

Marfat.com

بجالائے گا اس کا اجر اس کے باپ کو بھی ملے گا اور یوں بالواسطہ یہ اسی کے اعمال کے کھاتے میں شمار ہوں گے۔ اور اس پر یہ حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے:

من سنَّ فی الإسلام سُنةً حسنةً، فله أجرها، و أجر من عمل بها بعده ۔ ﴿۞﴾

جس نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ ایجاد کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور اس کا بھی جس نے اس کے بعد اس پر عمل کیا۔

صحیح مؤقف

اس حدیث کی یہاں یہ تاویل غلط ہے۔ اسی طرح جس طرح وہ بعض آیات کی اپنے موقف کے مطابق غلط تاویلات کرتے ہیں جن کا اصل موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ اگر سامع و مخاطب باشعور اور صاحب علم ہو تو وہ حقیقت حال سے آگاہ ہو جاتا ہے جبکہ عام آدمی صرف ان آیات کو سن کر ہی پریشان ہو جاتا ہے۔ مزید برآں آیات کی تلاوت تک ہی بات ختم نہیں کی جاتی بلکہ ان آیات کی من پسند تفسیر اور تاویل کر کے مخاطب کو پریشان بھی کیا جاتا ہے اور وہ اپنی کم علمی کی بنا پر یہ سمجھ لیتا ہے کہ آیات کا حقیقی مطلب و مفہوم یہی ہے۔ ایسی صورت میں جبتک وہ صحیح العقیدہ صاحب علم کی طرف رجوع نہ کرے تو وہ تشکیک میں مبتلا رہتا ہے۔ سو ایسی صورت حال میں ان صاحبان علم و معرفت کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو واقفانِ حال ہوں اور علم و عمل کا پیکر اور اہل ذکر ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۞ ۱۔ صحیح مسلم، ۱: ۳۲۷

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۵۹، ۳۵۷

۳۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۴: ۱۷۵

۴۔ فتح الباری، ۱۳: ۳۰۲

فَسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ ❁

سو تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو۔

اس حدیث پاک میں یہ چیز زیر بحث نہیں کہ ولد صالح کا عمل والدین کا بالواسطہ عمل ہے یا نہیں بلکہ بالصراحت بیان یہ ہو رہا ہے کہ اعمال میں سے اولاد کے اعمال صالح کا ثواب والدین کو ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بعد از وفات نیک عمل کر کے والدین کو ایصال ثواب کریں گے جس سے ان کو فائدہ ہوگا۔

اسی طرح توسُّل کے رد میں جو سوچی سمجھی (premeditated) آیات ان کا موقع محل اور اطلاق دیکھے بغیر تلاوت کی جاتی ہیں تا کہ اس طریقے سے نفسِ مسئلہ کا عدم جواز ثابت ہو جائے، ان میں ایک آیت کریمہ یہ بھی ہے:

وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ ط أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ٥ ❁❁

اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میری نسبت سوال کریں تو (بتا دیا کریں کہ) میں نزدیک ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہیے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں اور مجھ پر (پختہ) یقین رکھیں تا کہ وہ راہِ (مراد) پا جائیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ موقف ثابت کرنا کہ اللہ کے علاوہ کسی غیر کو پکارنا جائز

❁ النحل، ۱٦:۴۳

❁❁ البقرہ، ۲:۱۸٦

Marfat.com

نہیں ہے کیونکہ باری تعالیٰ ہر پکارنے والے کی پکار کو خود سنتا بھی ہے اور اسے شرف قبولیت سے بھی نوازتا ہے درست نہیں۔ صحیح موقف یہ ہے کہ بے شک دعاؤں کا سننے والا اور اسے قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی حاجت روا ہے لیکن اس سے مانگتے وقت اس کے کسی نبی، رسول اور ولی کو اس کی بارگاہ میں دعا کی قبولیت کیلئے بطور وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے جس پر ہم نے گزشتہ باب میں تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

شفاعت اور توسّل کے عدم جواز پر یہ آیات بھی بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں:

۱- وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ۝❁

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے سکے گی اور نہ اس کی طرف سے (کسی ایسے شخص کی) کوئی سفارش قبول کی جائے گی (جسے اذنِ الٰہی حاصل نہ ہوگا) اور نہ اس کی طرف سے (جان چھڑانے کیلئے) کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ (امرِ الٰہی کے خلاف) ان کی امداد کی جاسکے گی۔

اس ضمن میں بطور خاص یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شفاعت کے انکار کے حوالے سے جتنی بھی آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ ساری کفار و مشرکین اور منافقین پر صادق آتی ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ان کا اطلاق مومنین پر نہیں ہوتا اس لیے کہ شفاعت کا موضوع تو مومنین کیلئے ہے، یہ کفار و مشرکین کا سرے سے موضوع ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

❁ البقرہ، ۲: ۴۸

Marfat.com

شفاعت کی نفی کفار و مشرکین کیلئے کی جا رہی ہے۔ روز آخرت انبیاء و صالحین شفاعت کریں گے، ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ شفاعت کبریٰ کے منصب جلیلہ پر فائز ہوں گے تو اس وقت کفار و مشرکین بھی چیخ و پکار کر رہے ہوں گے:

۲- فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ○ وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ○ ۞ سو (آج) نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہے۔ اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے۔

کفار و مشرکین کا روزِ محشر چیخ و پکار کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز شفاعت ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کفار و مشرکین کی چیخ و پکار کا کوئی محل نہ ہوتا۔ ان کا واویلا مچانا خود اس آیت سے شفاعت کے ثبوت اور وقوع کو ثابت کر رہا ہے، اور اس انتفاع کا مفہوم ہی یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں شفاعت کی ہوں گی مگر مومنین کیلئے نہ کہ کفار و مشرکین کیلئے۔

لہٰذا کفار و مشرکین کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق اہل ایمان پر کرنا اور ان آیات کو شفاعت کے عدمِ جواز کی دلیل بنانا حقیقت کا منہ چڑھانے کے مترادف ہے، اس لئے کہ شفاعت کا تعلق کفار و مشرکین سے نہیں۔ کفار کے حق میں شفاعت کی نفی سے اہل ایمان کے حق میں شفاعت کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ مومنین کے حق میں شفاعت نصِ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔

آیات کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت

مختلف فیہ مسائل اور معاملات کے حوالے سے پیش کی جانے والی آیات کا صحیح

۞ الشعراء، ۲۶: ۱۰۰-۱۰۱

Marfat.com

مفہوم جاننے کیلئے حدودِ صحت کا تعین کرنا اشد ضروری ہے۔ مناظرانہ اور فرقہ وارانہ ماحول میں خلافِ حقیقت فریق مخالف کو نیچا دکھانے کیلئے آیات کا صحیح معنی و مفہوم دانستہ فریق مخالف کو آزمائش اور پریشانی میں ڈالنے کیلئے آیات کے غلط اطلاق کا سہارا لیتا ہے اور اپنے تئیں وہ سمجھتا ہے فریق مخالف شکست سے دوچار ہو جائے گا۔ ایسی صورت حال میں آیات کی حدودِ صحت کا تعین کرنا چاہیے اور جمہور اہل اسلام کے ہاں قرآن و سنت کی روشنی میں آیت کا جو صحیح مفہوم بنتا ہو اور اس کا تعلق جس موضوع سے ہو اسے نظرانداز کر کے ہرگز ادھر ادھر کی باتوں میں نہیں الجھنا چاہیے۔ اس طریقے سے صحیح عقیدہ بھی واضح ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کے باہمی فرقہ وارانہ کشیدگی کے ماحول کو بھی اعتدال پر لانے میں مدد ملتی ہے۔

تیسرا اعتراض: قربتِ الٰہی کے لئے غیر اللہ کی عبادت کی طرح توسّل بھی جائز نہیں

توسُّل کے عدم جواز پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ چونکہ مشرکین بتوں کی پوجا کرتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ان کی عبادت کرتے ہیں لہٰذا جس طرح تقرب الٰہی کے لئے ان بتوں کی عبادت کرنا ناجائز اور ناپسندیدہ فعل ٹھہرا، اسی طرح اب اگر کوئی اللہ کے قرب کے لئے کسی کا توسُّل کرے تو وہ بھی اسی طرح ناجائز ہے۔ منکرین توسُّل بطور دلیل قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں:

مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ۔ ۞ | ہم تو ان کی پرستش محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ مشرکین بتوں کی پوجا اللہ کا قرب حاصل کرنے

۞ الزمر، ۳۹:۳

Marfat.com

کیلئے کرتے تھے وہ انہیں معبود سمجھ کر عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے قرب کیلئے وسیلہ تصور کرتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وسیلے کو رد کر دیا۔ لہذا وسیلہ و توسّل جائز نہیں ہے۔

جواب: غیر اللہ کی عبادت دلیل توسّل سے جائز نہیں ہو سکتی

حقیقت یہ ہے مذکورہ بالا آیت کریمہ توسّل کے انکار اور رد میں ہے ہی نہیں۔ توسّل کے عدم جواز پر یہ بالکل جاہلانہ اور متعصبانہ استدلال ہے۔ یہ آیت کریمہ غیر اللہ کی عبادت کے حرام ہونے پر نصِ قطعی کا حکم رکھتی ہے، اور اس حرمت کو کوئی دلیل جواز و حلّت میں نہیں بدل سکتی۔ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے، اسلام نے اسے ناجائز قرار دے دیا، اور اسے شرک و کفر قرار دیا جب ان کی بت پرستی کو اسلام نے حرام اور شرک قرار دیا تو اس کے جواز میں انہوں نے یہ دلیل پیش کی اور بجائے اس کے کہ وہ بتوں کی عبادت سے برات کا اظہار کرتے اور اس حرام فعل کو ترک کر دیتے، وہ ڈھٹائی سے دلیل جواز کے درپے ہوئے کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں مگر معبود سمجھ کر ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اس لیے ان کی عبادت کرتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے ہمیں اللہ کا قرب نصیب ہو جائے یعنی ہم تقرب الی اللہ کیلئے انہیں وسیلہ بناتے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اس دلیل کو رد کر دیا گیا کہ اگر کوئی تقرب اور وسیلہ کے ارادے سے بھی غیر اللہ کی عبادت کرے تو پھر بھی یہ شرک اور حرام قطعی ہے، کوئی دلیل اس کو جائز نہیں کر سکتی۔

اب سوال یہ ہے کہ مشرکین نے اپنے مشرکانہ اور حرام فعل کو جائز ثابت کرنے

کیلئے توسُّل کی دلیل کیوں دی؟ یہ بڑی بدیہی بات ہے کہ دلیل دینے والا ہمیشہ اپنے مخاطب کے نظریات وعقائد کو سامنے رکھتا ہے، اسی تناظر میں وہ ایسی دلیل لاتا ہے جو اس کے فریق مخالف ومخاصم کیلئے نہ صرف قابل قبول بلکہ اس کے اعتقاد کا حصہ بھی ہوتی ہے۔ اس دلیل پر انحصار کرتے ہوئے وہ اپنے مخاطب کو وہ دلیل دیتا ہے کہ شاید اس دلیل کی وجہ سے اس کا فعل جائز ہو جائے جبکہ اس کے برعکس اگر اسے یہ معلوم ہو کہ بت پرستی مخاطب کے نزدیک مردود ہے اور بتوں کا توسُّل بھی مردود ہے تو ایسی دلیل وہ کبھی بھی نہیں دے گا۔ یا یوں کہہ لیں اگر انہیں یہ معلوم ہو کہ بت پرستی شرک ہے اور توسُّل بھی شرک ہے تو ایسی صورت میں بت پرستی کے جواز کیلئے وہ توسُّل کی دلیل کیوں دیتے؟ گویا مشرکین کا بت پرستی کے مشرکانہ فعل کے جواز کیلئے توسُّل کی دلیل دینا اس بات کا اظہار تھا کہ شاید اس جائز فعل...... دلیلِ توسُّل سے امرِ حرام یعنی بت پرستی کا کوئی جواز نکل آئے۔ وہ بخوبی جانتے تھے حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام توسُّل کو جائز سمجھتے ہیں اگر انہیں معلوم ہوتا کہ اسلام توسُّل کو جائز نہیں سمجھتا تو وہ کبھی بھی حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو بت پرستی کے جواز کیلئے توسُّل کی دلیل پیش نہ کرتے۔ بت پرستی کے جواز کیلئے توسُّل کی دلیل پیش کرنا اس بات کا واضح اظہار تھا کہ توسُّل اسلام میں جائز ہے۔

اللہ رب العزت نے ان کی اس دلیل کو رد کر کے انہیں یہ باور کرایا کہ تمہارا توسُّل عند اللہ بے شک مقبول اور جائز ہی کیوں نہ ہو مگر اس سے شرک جائز نہیں ہو سکتا شرک قطعی حرام ہے۔ توسُّل جیسی ارفع دلیل بھی بت پرستی کو شرک سے پاک نہیں کر سکتی۔ لہذا شرک شرک ہی رہا۔ اس کے جواز کیلئے دی جانے والی دلیل کو اللہ رب العزت نے قبول نہیں کیا۔ اسی لیے باری تعالی نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ ۞

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔

وہ ہر گناہ کو معاف کر دیتا ہے مگر فعلِ شرک کو معاف نہیں کرتا۔ گویا شرک ایسا فعل ہے جو ہر حال میں نا قابل قبول اور نا قابل معافی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ آیہ کریمہ کی رو سے شرک رد ہوا، توسّل رِد نہیں ہوا۔

پہلی تمثیل

یہ بات بالکل اسی طرح ہے جیسے (معاذ اللہ) کوئی بیٹا ماں کو جوتی سے مار رہا ہو اور باپ بیٹے کا ہاتھ روک کر پوچھے کہ ماں کو کیوں مار رہے ہو؟ بیٹا جواب میں کہے کہ میں ماں کو کبھی بھی نہ مارتا اور مجھے معلوم ہے کہ یہ ناپسندیدہ کام ہے مگر میں نے یہ سارا کچھ اس لیے کیا کہ وہ غلیظ گالیاں دے رہی تھیں۔ مارنے کے جواز کے بارے میں بیٹے کی اس دلیل کے پیچھے اس کا یہ خیال کارفرما تھا کہ باپ کو گالیاں دینے سے شدید نفرت تھی۔ اُس کی اِس نفسیات کو جان لینے سے بیٹے کا گمان غالب یہ تھا کہ شاید گالیاں دینے والی دلیل کام کر جائے گی اور اس کی حرکت پر باپ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور وہ کہے گا: بیٹا! تم نے اپنی ماں کو مار کر اچھا کیا ہے اور تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ غلیظ گالیاں دینے پر اسے ایسا ہی سبق ملنا چاہئے۔ مگر باپ نے یہ کہنے کی بجائے بیٹے کو دو چار تھپڑ رسید کر دیئے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ٹھیک ہے گندی گالیاں دینا اچھی بات نہیں مگر پھر بھی وہ تمہاری ماں ہے، تمہیں اس کو مارنے کا کوئی حق نہیں۔ اس طرح بیٹے نے اپنی ماں کو مارنے کی جو دلیل

۞ النساء، ۴: ۴۸

Marfat.com

دی وہ بلا جواز تھی اور باپ نے اسے رد کر دیا۔

بتوں کی پوجا کے بارے میں جب کفار و مشرکین سے پوچھا جائے گا تو اسی طرح وہ کہیں گے کہ ہم انہیں معبود تو نہیں سمجھتے محض توسل کے لئے ان کی عبادت کرتے ہیں۔ غیر اللہ کی پرستش کے جواز میں ان کی دلیل توسل کو اس بنا پر رد کر دیا جائے گا کہ تمہاری اس دلیل سے بت پرستی کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دوسری تمثیل

ایک ناپاک چیز کو پاک چیز کی دلیل سے پاک نہیں کیا جا سکتا۔ یا ایک حرام فعل کو محض دلیل جواز سے حلال نہیں کیا جا سکتا جیسے کوئی کہے کہ میں شراب پیتا ہوں۔ اس سے کوئی پوچھے کہ شراب کیوں پیتے ہو؟ اور وہ کہے: غم غلط کرنے کیلئے پیتا ہوں۔ تو اسے کہا جا سکتا ہے کہ غم دور کرنے کے شراب نوشی کے فعل حرام کے سوا اور بھی بے شمار طریقے ہیں، مثلاً انسان باغ میں سیر کرے، ورزش کرے، صبح کی ٹھنڈی فضا میں سانس لے، ذکر و اذکار کرے، عبادات و نوافل ادا کرے وغیرہ۔

اب جہاں تک فی نفسہ غم غلط کرنے کی دلیل کا تعلق ہے تو یہ جائز ہے مگر اس دلیل سے شراب کیسے حلال ہو سکتی ہے۔ دلیل جواز سے شراب کی حرمت ختم نہیں ہو سکتی کہ غم غلط کرنے کی دلیل سے شراب کا پینا حلال سمجھا جائے۔ اسی طرح جب کفار و مشرکین سے پوچھا جائے کہ بت پرستی کیوں کرتے ہو؟ اور وہ کہیں: ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تا کہ ان کے ذریعے اللہ کا قرب مل جائے۔ ان کی اس دلیل کو اس لئے رد کر دیا گیا کہ توسل سے بت پرستی اور شرک جائز نہیں ہو سکتا۔

جہاں تک باری تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا تعلق ہے تو اس کے بے شمار جائز

Marfat.com

طریقے موجود ہیں۔ بت پرستی اس کا قرب حاصل کا طریقہ نہیں ہے، یہ تو حرام اور شرک ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے جائز طریقوں کو استعمال میں لایا جائے تا کہ اس کا حقیقی قرب اور اس کی رضا و خوشنودی ملے، جبکہ بت پرستی قربِ الٰہی کا نہیں بلکہ عذابِ الٰہی کا باعث بنتی ہے۔

چوتھا اعتراض: انبیاء کرام و اولیاء عظام خود وسیلے کے متلاشی ہیں

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جن مقربین کو لوگ اپنا وسیلہ بناتے ہیں ان کا تو خود اپنا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلے کے متلاشی رہتے ہیں لہٰذا وہ کس طرح دوسروں کے لئے وسیلہ بن سکتے ہیں؟ اس لئے انبیاء و اولیاء کا وسیلہ درست نہیں۔ اس غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لئے معترضین قرآن حکیم کی جس آیت کو تاویل کے غلط معنی پہناتے ہیں، وہ درج ذیل ہے:

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ۔ ❁

یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں (یعنی ملائکہ، جنات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام وغیرھم کے بت اور تصویریں بنا کر انہیں پوجتے ہیں) وہ (تو خود ہی) اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے (بارگاہِ الٰہی میں) زیادہ مقرب کون ہے۔

❁ بنی اسرائیل، ۱۷: ۵۷

Marfat.com

آیت کریمہ سے جوازِ توسّل کا ثبوت

حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ توسّل کے جواز پر بہت بڑی دلیل ہے۔اس سے جو یہ بات ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ انبیاء وصلحاء کا خود اپنا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کیلیئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں، لہذا دوسروں کے لئے وسیلہ نہیں بن سکتے، ان کا یہ استدلال غلط ہے۔لیکن ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ جو خود نیکوکار اور مقرب الٰہی ہیں وہ کس کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں، قرآن نے اس کا جواب یہ دیا کہ

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ: وہ جو ان میں سے اللہ کے زیادہ قریب ہیں وہ انہیں اللہ کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ بناتے ہیں۔گویا مقرب لوگ اقرب الی اللہ کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔ غرضیکہ وہ لوگ جو اللہ کے زیادہ مقرب ہیں اور اقرب الی اللہ ہیں ان کا اپنا عمل یہ ہے کہ وہ ہر وقت وسیلے کی تلاش میں رہتے ہیں۔وہ اپنے سے زیادہ مقرب الی اللہ کو تلاش ہی اس لیے کرتے ہیں تاکہ اسے اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے۔جب توسّل خود مقربانِ بارگاہِ الٰہی کا عمل ٹھہرا تو یہ عام لوگوں کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہونے میں کیا امر مانع ہے؟

Marfat.com

Marfat.com

فصل دُوُم

اَنبیاء و صُلحاء سے توسُّل

دَرحقیقت عملِ صالح سے توسُّل

Marfat.com

اعتراض

انبیاء، اولیاء اور صلحاء سے عدمِ جوازِ توسُّل پر ایک موقف یہ ہے کہ چونکہ ان کے اعمال ان کے ساتھ خاص ہیں اور وہ ان کیلئے وسیلہ بنتے ہیں تو ایک متوسّل جس کے اپنے اعمال اس کیلئے وسیلہ ہوں اس کیلئے کوئی دوسرا شخص کیسے وسیلہ بن سکتا ہے۔ یعنی وسیلہ صرف اعمالِ صالحہ سے درست ہے نہ کہ ذواتِ صالحین سے۔

جواب

ہم ان کے اس موقف کو اس لئے درست تسلیم نہیں کر سکتے کیونکہ ہم جو حضور نبی اکرم ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام، اہل بیت اطہار اور اولیاء و صلحاء سے توسُّل کرتے ہیں اور ان کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو یہ اس وجہ سے ہے کہ ہمیں ان سے بے پناہ محبت و عقیدت ہے اور وسیلہ اس کا پیش کیا جاتا ہے جس سے محبت ہو اور یہ مسلمہ امر ہے کہ اللہ کے محبوب، مقرب اور مقبول بندوں سے محبت کرنا بذاتِ خود عملِ صالح ہے اور یہ ایک ایسی دلیل ہے جس کے اثبات پر دلائل شرعیہ شاہد ہیں جنہیں کسی دلیل سے رد نہیں کیا جا سکتا۔

مقربینِ الٰہی کی محبت وسیلہ سے عبارت ہے

اللہ کے بندوں سے محبت کی وجہ سے متوسّل بارگاہ الٰہی میں اپنا ہی عمل پیش کرتا

ہے کہ اے مولا کریم! مجھے جو تیرے پیارے حبیب ﷺ سے محبت ہے اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور اولیاء وصلحاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے محبت ہے، اپنے اس عمل محبت کا واسطہ اور وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ میری فلاں حاجت پوری فرمادے۔ گویا اللہ کے بندوں کی محبت دعا کی قبولیت کیلئے وسیلہ بن جاتی ہے اور بلاشبہ محبوبان الٰہی کی محبت جہاں امر الٰہی کی تعمیل ہے وہاں بہت بڑا عمل صالح بھی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله ﷺ: إن الله إذا أحب عبدا، دعا جبريل عليه السلام فقال: إني أُحِبُّ فلانًا فأحبه۔ قال: فيحبه جبريل۔ ثم يُنادِي في السماء، فيقول: إن الله يُحِبُّ فلانًا فأحِبُّوهُ فيُحِبُّهُ أهل السماء۔ قال: ثم يُوضَعُ له القَبُولُ في الأرض۔ ❁

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ سو جبرئیل بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ پھر جبرئیل آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی فلاں سے محبت کرو، پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کی محبت کو زمین (یعنی دنیا میں) اتار

❁ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۳۳۱
۲۔ صحیح البخاری، ۱: ۴۵۶
۳۔ صحیح البخاری، ۲: ۱۱۱۵، ۸۹۲
۴۔ مؤطا امام مالک: ۷۲۳
۵۔ مسند احمد بن حنبل، ۲: ۴۱۳
۶۔ مشکاۃ المصابیح: ۴۲۵

Marfat.com

دیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے باری تعالیٰ نے اپنے بندے کو اپنا محبوب بنایا، پھر جبرئیل امین اور سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم بھی اس بندے سے محبت کرو۔ فرشتوں نے تعمیل امر کرتے ہوئے اس بندے کو اپنا محبوب بنالیا۔ یوں ساری آسمانی دنیا اللہ کے اس محبوب بندے کی محبت میں حکم الٰہی کے تحت شریک ہوگئی۔ بات یہاں تک ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ باری تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی محبت کو اہل زمین کے دلوں میں اتار دیا اور اس بندے کی محبت و مقبولیت کو اس طرح عام کر دیا کہ ہر کوئی اس سے محبت کرنے لگا۔ گویا اللہ والوں سے محبت کرنا یہ اللہ ہی کا حکم ہے۔ اس اعتبار سے یہ عمل خود ایک ایسا عملِ صالح ہے جس میں اللہ رب العزت نہ صرف خود شریک ہے بلکہ اپنے ملائکہ اور زمینی مخلوق کو بھی اس میں شریک کر رہا ہے۔ جب یہ عمل سنتِ الٰہیہ ہونے کے ساتھ ساری زمینی و آسمانی مخلوق کا مقبول عمل ٹھہرا تو متوسّل کے حق میں اس سے بڑھ کر عمل صالح اور کیا ہو سکتا ہے۔

روزِ محشر محبّ و محبوب کی باہمی قربت

حقیقی محبت وہ عمل صالح ہے جو محبّ کو محبوب کی قربتوں کے مقام پر فائز کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جاء رجلٌ إلى رسول الله ﷺ، فقال: يا رسول الله! متى قيام الساعةِ؟ فقام النبي ﷺ إلى الصلوة، فلما قضى صلاتَهُ، قال: أين السائلُ عن قيامِ الساعةِ؟

ایک شخص حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ حضور نبی اکرم ﷺ نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ

فقال الرجلُ: أنا، يا رسول الله۔
قال: ما أعددتَ لها؟ قال: يا رسول الله! ما أعددتُ لها كبير صلاةٍ و لا صومٍ إلا أني أُحِبُّ الله و رسوله۔ فقال رسول الله ﷺ: المرء مع من أحب و أنتَ مع من أحببتَ۔ فما رأيتُ فَرِحَ المسلمونَ بعد الإسلام فَرِحَهُم بهٰذا۔ ۞

نے فرمایا: قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نہ تو میں نے بہت زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی بے شمار روزے رکھے ہیں مگر اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: (قیامت کے دن) انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور تیرا حشر بھی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تجھے محبت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو جتنی خوشی اس بات سے ہوئی، میں نے

۞ ۱۔ جامع الترمذی، ۲: ۶۱

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۲۰۰، ۱۷۸، ۱۶۸، ۱۰۴

۳۔ صحیح ابن حبان، ۱: ۱۸۲، ۹-۳۰۸، رقم: ۸، ۱۰۵

۴۔ صحیح ابن حبان، ۱۶: ۳۴۵، رقم: ۷۳۴۸

۵۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۳: ۶۰-۴، رقم: ۳۴۷۵-۹==

Marfat.com

انہیں کسی اور بات سے اتنا خوش ہوتے
ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جہاں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ اعمال صالحہ ہیں اور ان کی ادائیگی انسان کو اجر و ثواب کا مستحق قرار دیتی ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ محبت بھی ایسا عمل صالح ہے جس کا اجر محبوب کی قربت ہے۔ محبت کے عمل صالح ہونے پر خود حدیث کے الفاظ شاھد ہیں۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے سائل سے پوچھا: بتاؤ قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ تو اس کے جواب میں سائل کہتا ہے: یارسول اللہ

== یہ حدیث ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں بھی روایت کی گئی ہے:

۱۔ صحیح البخاری، ۱:۵۲۱

۲۔ صحیح البخاری، ۲:۹۱۱

۳۔ صحیح البخاری، ۲:۱۰۵۹

۴۔ الصحیح لمسلم، ۲:۳۳۲،۳۳۱

۵۔ مصنف عبدالرزاق، ۱۱:۱۹۹، رقم: ۲۰۳۱۷

۶۔ مسند الحمیدی، ۲:۵۰۲، رقم: ۱۱۹۰

۷۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۵:۱۶۹، رقم: ۱۹۴۰۷

۸۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۲۷۶، ۲۵۵، ۲۰۸، ۲۰۷، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۶۷، ۱۶۵، ۱۱۰

۹۔ مسند ابی یعلی، ۵:۱۴۴، رقم: ۲۷۵۸

۱۰۔ مسند ابی یعلی، ۶:۲۵۶، ۳۶۰، رقم: ۳۵۵۷، ۱-۳۲۸۰

۱۱۔ صحیح ابن حبان، ۲:۴-۳۲۳، رقم: ۵-۵۶۳

۱۲۔ المعجم الکبیر، ۳:۱۸۳، رقم: ۳۰۶۱

۱۳۔ شعب الایمان للبیہقی، ۱:۳۸۷، ۳۸۰، رقم: ۴۹۸، ۴۶۲

۱۴۔ شعب الایمان للبیہقی، ۲:۱-۱۳۰، رقم: ۱۳۷۹

۱۵۔ مشکاۃ المصابیح: ۴۲۶

صلی اللہ علیک وسلم! میرے اعمال میں سے نماز، روزہ اور حج جیسے بڑے اعمال تو نہیں ہیں البتہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے کا عمل میرے اعمال میں ہے۔ فرمایا: جس طرح ہر عمل کی جزاء ہے، اسی طرح یہ عمل بھی جزا سے خالی نہیں۔ انسان کو جس سے محبت ہوگی قیامت کے روز اس کا حشر ونشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ اور جس سے محبت ہوگی قیامت کے روز اسی کی سنگت نصیب ہوگی۔ گویا قیامت کے دن محض عمل محبت کی وجہ سے اس کا حشر حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوگا، حضور نبی اکرم ﷺ کی معیت حاصل ہوگی۔ ہر محبّ کا اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ حشر کا وعدہ حضور ﷺ کا وعدہ ہے اور وعدۂ مصطفےٰ، وعدۂ الٰہی ہے۔ علاوہ ازیں اس وعدے میں عمومیت ہے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین غرضیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ساری امت کیلئے یہ وعدہ ہے۔

محبت رسول ﷺ ایک ایسا عمل ہے جو محبّ کو جہاں دنیا میں محبوب کے بے پناہ لطف وکرم اور نوازشات وعنایات کا مستحق بناتی ہے وہاں آخرت میں بھی محبوب کے قرب اور سنگت سے ہمکنار کرتی ہے۔ چونکہ یہاں لفظ حُبّ عمومی معنی میں استعمال ہوا ہے اس بنا پر اس میں ہر محبت اپنے مقام، مرتبے اور منزلت کے مطابق اس فیض کے حوالے سے شامل ہے۔ اس کی تصدیق حضرت انس بن مالکؓ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: فما رأیتُ فَرِحَ المسلمونَ بعد الإسلام فَرَحَهُمْ بهذا (اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو جتنی خوشی اس بات سے ہوئی، میں نے انہیں کسی اور بات سے اتنا خوش ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔)، یعنی اس ایمان افروز بات نے اہل ایمان کو بے پناہ مسرت دی۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ کے محبوب اور مقبول بندوں کی محبت، باری تعالیٰ کے لطف وکرم کیلئے وسیلہ بن جاتی ہے اور بندہ جب اس کے حضور دست سوال دراز کرتا ہے تو وہ زبان حال سے یوں کہہ رہا ہوتا ہے: میرے مولا! مجھے

Marfat.com

جو تیرے حبیب مکرم ﷺ سے محبت ہے، صحابہ کرام، اہلِ بیتِ اطہار اور اولیاء وصلحاء سے صرف تیری خاطر جو محبت ہے، میں اس عملِ محبت کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں ان کے صدقے سے میری فلاں حاجت پوری کر دے۔ بندے کا اللہ کے مقبولین کے ساتھ یوں اظہارِ محبت اللہ کے ہاں مقبول عمل ہے اور یہی عمل بندے کیلئے وسیلہ بنتا ہے۔

محبّانِ الٰہی سے محبت، محبتِ الٰہی کا باعث ہے

بندہ احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں عبادات، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض ادا کرتا ہے تمام مسنون ومشروع اعمالِ صالحہ کو بجالاتا ہے اس نورِ عمل سے جہاں وہ ایک طرف امرِ الٰہی کی تعمیل کرتا ہے تو دوسری طرف وہ ان کے اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس اجر میں جنت کے انعامات بھی ہیں مگر اس میں سب سے اونچا مقام اللہ کی رضا وخوشنودی ہے۔ اس کے حصول کیلئے بندے کی زندگی کا ہر لمحہ اطاعتِ الٰہی میں بسر ہوتا ہے۔ وہ صرف مخصوص اوقات میں ہی نہیں بلکہ ہر وقت یادِ الٰہی میں مگن رہتا ہے۔ اس کی محبت اور دشمنی کا مرکز ومحور اللہ کی ذات ہو جاتی ہے، ایسے ہی محبّانِ الٰہی کیلئے باری تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے:

وَ جَبَتْ محبتي للمُتَحابِّينَ فِيَّ، والمُتجالِسِينَ فِيَّ، و المُتَزاوِرِينَ فِيَّ، والمُتَباذِلِينَ فِيَّ۔ ❁

میری محبت ان دو بندوں کیلئے واجب ہو چکی ہے جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت

❁ ۱۔ موطا امام مالک: ۷۲۳

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۵: ۲۳۳

۳۔ المستدرک للحاکم، ۴: ۱۶۹

۴۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۳: ۴۹-۵۰، رقم: ۳۴۶۳

۵۔ مشکاۃ المصابیح: ۴۲۶

Marfat.com

کرتے ہیں اور میرے واسطے مال خرچ
کرتے ہیں۔

اس حدیثِ قدسی میں باری تعالی فرما رہا ہے میرے وہ بندے جوایک دوسرے سے میری وجہ سے محبت کرتے ہیں اور میری محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرتے ہیں تو میری محبت ان کیلئے لازم اور واجب ہوجاتی ہے، میں انہیں اپنا محبوب بنالیتا ہوں اسلیے کہ ان کا مقصد کوئی دنیوی غرض نہیں ہوتی، وہ میری رضا کے متلاشی بن کر آپس میں مل بیٹھتے ہیں، اور میری ہی خاطر خرچ کرتے ہیں اور میری ہی خاطر ایک دوسرے کی دید کرتے ہیں۔ ایسے بندے ہی میرے لطف وکرم، عطاوعنایات اور محبت کے مستحق ہیں۔ اب ایک متوسّل کو حضور نبی اکرم ﷺ، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، اور اولیاء وصلحاء سے جو محبت ہے اس محبت کی بنیاد محبت الٰہی ہے اور یہ خالصتاً لوجہِ اللہ ہے۔ یوں ان ہستیوں سے محبت کرنے والا وَجَبَتْ محبتی للمتحابین فِیَّ کے فرمانِ الٰہی کی رو سے اللہ کا محبوب ومقرب بن جاتا ہے۔ متوسّل کا اپنا یہ عملِ محبت ایسا عمل ہے جو اللہ کی بارگاہ میں عمل صالح بھی ہے اور عمل مقبول بھی اور یہ دیگر اعمال صالح سے افضل ہے اس لیے کہ اس میں رب تعالیٰ خود شریک ہے اور دوسرے اعمال کی قبولیت کے بارے میں یقین نہیں ہے، ممکن ہے وہ قبول ہوں یا نہ ہوں اور پھر ان کے ذریعے بندہ اللہ کا محبوب بھی بن جائے، مگر اولیاء صلحا سے محبت ایک ایسا عمل مقبول ہے جس کے وسیلہ سے متوسّل، اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور یوں یہ عمل بدرجہ اتم قبولیت سے شرفیاب ہوتا ہے۔

اللہ کے لیے محبت بلندیِٔ درجات کا باعث

اللہ کے بندوں سے محبت جہاں انسان کو قرب الٰہی سے نوازتی ہے وہاں اس کے

درجات کی بلندی کا وسیلہ بھی بنتی ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے:

قال النبی ﷺ: إن من عباد الله لأناسًا ما هم بأنبياءَ و لا شهداءَ، يغبطُهم الأنبياءُ و الشهداءُ يوم القيامة بمكانهم من الله۔ قالوا: يا رسول الله! تخبرُنا من هم؟ قال: هم قومٌ تحابُّوا بروحِ الله، على غيرُ أرحامٍ بينهم، و لا أموال يتعاطَونَها، فوالله إن وجوهَهم لنور، و إنهم لعلى نورٍ، لا يخافون إذا خافَ الناسُ، و لا يحزنونَ إذا حزنَ الناسُ، و قرأ هذه الآية: ﴿أَلا إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾۔ ۞

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ شہداء، لیکن قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان کے مرتبہ پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم! وہ کون ہوں گے؟ فرمایا: وہ لوگ جو خدا کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ مال ہے کہ وہ ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے، جب لوگ ڈریں گے ان کو کوئی خوف نہ ہوگا، جب لوگ غم کریں گے وہ غم نہیں کھائیں گے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: خبردار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے، اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔

۞ ۱۔ سنن ابی داود، ۲: ۱۴۱ (حاشیہ)

۲۔ مشکاۃ المصابیح: ۴۲۶

۳۔ شعب الایمان للبیہقی، ۶: ۴۸۶، رقم: ۸۹۹۸-۹

Marfat.com

قیامت کے روز جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا ہر کوئی اللہ کی جلالت سے خوف کے مارے کانپ رہا ہوگا اس دن کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے جن کے چہروں پر سکون وطمانیت چھائی ہوئی ہوگی۔ وہ رشکِ خلائق ہوں گے حتیٰ کہ انبیاء واولیاء بھی ان کے مقام ومرتبے پر رشک کررہے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے حیرت سے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو لوجہ اللہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے ان کی محبت کی بنیاد نہ خونی رشتے داری پر ہوگی اور نہ مال ودولت کی فراوانی پر، یہ محض اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے گویا بنیادِ محبت لوجہ اللہ ہوگی۔ اس محبت کی وجہ سے انہیں بے مثال درجہ بھی ملے گا اور اجر بھی، ان کے چہروں سے نور کی شعاعیں پھوٹ رہیں ہوں گی اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ اس حدیث کے ذریعے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ لوگ جو اللہ کے نیک بندوں سے صرف لوجہ اللہ محبت کرتے ہیں، باری تعالیٰ انہیں اس عمل محبت کی وجہ سے اور اولیاء اللہ کے وسیلے سے قیامت کے دن بہت بڑے اجر اور مقام رفیع سے نوازے گا۔

محبتِ اولیاء کرام، محبتِ الٰہی کا باعث

اولیاء اللہ کی محبت ایک ایسا عمل ہے جو بندے کو اللہ کی محبت اور اس کے قرب سے سرفراز کرتا ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله: لو أن عبدين تحابًا فی الله عز و جل، واحدٌ فی المشرق و آخر فی المغرب، لجمع الله بینهما یوم	رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دو آدمی اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں اور اگر ان میں سے ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، تو قیامت کے دن اللہ

القيامة۔ يقول: هذا الذى كنت تحبُّه فىّ۔ ۞ | تعالیٰ ان کو جمع کر دے گا اور اسے فرمائے گا: یہ وہ بندہ ہے جس کے ساتھ تو میری وجہ سے محبت رکھتا تھا۔

لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء، اولیاء اور صالحین کا توسُّل کسی بھی شکل میں، خواہ وہ دعا میں ان کا نام لے کر ہو یا ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یا ان سے تعلقِ محبت قائم کر کے یہ سب امور درست اور مشروع ہیں۔ اس پر مزید بحث انشاء اللہ باب نمبر 6 میں کریں گے۔ سردست قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اتنی بات ذہن نشین کر لی جائے کہ بندگان خدا جو مقربین اور صالحین ہیں، ان سے توسُّل کا عقیدہ صحیح اور تعلیمات اسلامی کے عین مطابق ہے اور اس پر جتنے بھی اشکالات اٹھائے جاتے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں اور جو لوگ ذوات صالحین سے توسُّل کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ ہم نے واضح کر دیا کہ ذواتِ صالحین سے توسُّل درحقیقت ان سے محبت کی وجہ سے ہوتا ہے اور اللہ کے کسی نیک بندے سے محبت کرنا خود عملِ صالح ہے۔ اس لئے ذواتِ صالحین سے توسُّل بھی درحقیقت عملِ صالح سے توسُّل ہے اور عملِ صالح سے توسُّل پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔

۞ ا۔ شعب الایمان للبیہقی، ۶:۴۹۲، رقم: ۹۰۲۲
۲۔ مشکوۃ المصابیح: ۴۲۷
۳۔ کنز العمال، ۹:۴، رقم: ۲۴۶۴۶

Marfat.com

باب چہارم

عقیدۂ توسُّل

اَحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں

Marfat.com

Marfat.com

امت مصطفوی ﷺ سے شرک کا خاتمہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کی امت پر بے پایاں لطف وکرم اور نوازشات فرمائی ہیں۔ من جملہ اکرام ونوازشات میں سے ایک یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد یہ امت دوبارہ کفروشرک کی مرتکب نہیں ہوگی۔ سابقہ امم میں ایسا بار ہا ہوتا رہا کہ کسی نبی کی امت ایمان لائی مگر اس برگزیدہ نبی کے اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ طرح طرح کے خرافات میں مبتلا ہوتی چلی گئی، حتی کہ شرک کے اندھیروں میں راہِ حق سے دور ہوگئی، لیکن امتِ مصطفوی کے باب میں اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی زبان اقدس سے اپنی ظاہری حیات مبارکہ کے آخری ایام میں اس چیز کا اعلان فرمایا تھا کہ اب مجھے اس کے شرک میں مبتلا ہونے کا ڈر نہیں رہا۔ اب ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اس بات پر غور کریں کہ وہ نبی ﷺ جو شرک وبدعات کا قلع قمع کرنے کیلئے تشریف لائے جن کے وسیلے سے ہمیں راہِ ہدایت نصیب ہوئی وہ تو یہ فرمارہے ہیں کہ مجھے اپنی امت کے دوبارہ شرک کی طرف پلٹ جانے کا اندیشہ نہیں رہا۔ ایک ہم ہیں محض مسلکی تعصب اور عناد کی بناء پر اپنی جھوٹی انا کی تسکین کے لئے ایک دوسرے پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگاتے چلے جارہے ہیں، اس سے بڑھ کر بدبختی کوئی نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ کے یہ الفاظ ہمیں دعوتِ غور وفکر دے رہے ہیں:

عن عقبه بن عامرٍ: أن النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوماً فصلی علی اهل أُحُدٍ صلاتَه علی المیت، ثم انصَرَفَ إلی المنبرِ فقال: إنی فَرَطٌ لکم، و أنا شهیدٌ علیکم، و إنی و الله لأنظُرُ إلی حوضی الآن، و اِنی أُعطیتُ مفاتیح خزائنِ الارض، أو مفاتیح الأرض، و إنی و الله ما أخافُ علیکم أن تُشرِکُوا بعدی، ولکن أخاف علیکم أن تنافَسوا فیها۔❁

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (احد) تشریف لے گئے اور احد والوں کے لئے نماز پڑھی جس طرح (عام) مرُدوں پر پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا: میں تمہارا پیش رو ہوں، اور میں تم پر گواہ ہوں اور میں اپنے حوضِ (کوثر) کو اس وقت دیکھ رہا ہوں، مجھے زمین کے خزانوں (یا زمین) کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے تمہارے حصولِ دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کا اندیشہ ہے۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی امت کے بارے

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۱: ۴۵۱، ۱۲۷۹

۲۔ صحیح البخاری، ۲: ۹۷۵، ۹۵۱، ۵۸۵

۳۔ صحیح مسلم، ۲: ۲۵۰

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۱۴۹، ۱۵۳ـ۱۴۹

۵۔ المعجم الکبیر، ۱۷: ۲۷۸ـ۲۸۰، رقم: ۷۶۷ـ۷۷۰

۶۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۴: ۳۹ـ۴۱، رقم: ۳۸۲۲ـ۳۸۲۳

۷۔ السنن الکبری للبیہقی، ۴: ۱۴

۸۔ کنز العمال، ۱۴: ۴۱۶، رقم: ۳۹۱۲۲

Marfat.com

میں ذاتِ خداوندِ قدوس کی قسم کھا کر فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ دوسری طرف قابلِ افسوس مقام یہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ بلاوجہ ایک دوسرے پر شرک کے فتوے صادر کر رہے ہیں، وہ پیارے نبی ﷺ کی اس صحیح حدیث کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے؟ اس حدیث کو امام بخاری، امام مسلم اور امام احمد بن حنبل ؒ نے روایت کیا ہے۔ اتنے بڑے ائمہ حدیث کا اس روایت کو بار بار ذکر کرنے کے باوجود ہمارا رویہ اس کے خلاف ہونا دین کی حقیقی روح سے ناآشنائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

توسّل جو نص صریح اور احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت شدہ مسئلہ ہے اور شروع سے تا امروز صحیح العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت اس پر عمل کرتی آ رہی ہے اس کو بھی بدقسمتی سے متنازعہ بنا کر موضوعِ مناظرہ و مجادلہ بنا دیا گیا اور نتیجتاً اس کے جواز کے ماننے اور نہ ماننے والے بے دریغ ایک دوسرے پر شرک و کفر کا الزام لگا رہے ہیں۔ اگر ہم محبوب کبریا رؤوف و رحیم نبی ﷺ کے ارشاد عالیہ پر غور کریں تو خود بخود ہم پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ قرآن و حدیث میں جس طرح توسُّل اور وسیلے کو جائز قرار دیا گیا اس کے باوجود اس کو ناجائز کہنا اور اس کے عدم جواز پر دلیلیں پیش کرنا ہرگز دین و ایمان کا تقاضا نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سینکڑوں ارشادات عالیہ اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ قرب الٰہی کے لئے وسیلہ پکڑنا اور اس کے متلاشی رہنا منشاء باری تعالیٰ اور منشاء رسول ﷺ ہے۔

جیسا کہ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' آپ نے اپنے والد سے سنا اور آپ نے اپنے دادا سے سنا۔ آپ کے دادا فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے جب قبیلہ بنو ہوازن کے ایلچی آئے اور کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! ہم سب ایک ہی اصل اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جو مصیبت ہم پر ٹوٹی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں لہٰذا ہم پر نظرِ کرم فرمائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو چیزوں میں

Marfat.com

سے ایک اختیار کر لو یا تو اپنا مال و دولت لے جاؤ یا اپنی عورتیں آزاد کرا لو۔ انہوں نے دونوں میں سے عورتوں اور بچوں کو اختیار کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس قدر میرا اور حضرت عبدالمطلب کی اولاد کا (مالِ غنیمت میں) حصہ ہے، میں وہ تم کو دے چکا لیکن جب میں ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم سب کھڑے ہو اور یوں کہو:

إنا نستعين برسول الله على المؤمنين أو المسلمين فى نساء نا و أموالنا۔ ❁	ہم اللہ کے رسول (ﷺ) کے وسیلہ جلیلہ سے مؤمنوں (یا مسلمانوں) سے اپنی عورتوں اور مالوں میں مدد چاہتے ہیں۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے ایسے ہی کہا۔ اب یہ الفاظ خود حضور نبی اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے ادا ہوئے اور آپ ﷺ نے حکماً فرمایا کہ میرے وسیلہ سے مسلمانوں سے مدد مانگو۔ اس طرح یہ حدیث جوازِ توسّل کی بہت بڑی دلیل ہے جس میں خود اللہ کے محبوب نبی ﷺ اپنے ارشادِ گرامی میں مؤمنین سے استعانت و استغاثہ (یعنی مدد طلب کرنے) کا حکم دے رہے ہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم ارشاداتِ رسول ﷺ میں سے چند ایک کا ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وسیلہ ہرگز شرک نہیں اور نہ فعلِ حرام ہے بلکہ ایک امرِ جائز اور قربِ الی اللہ کے لئے دین کے جائز طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔

❁ سنن النسائی، ۲: ۱۳۶

Marfat.com

فصل اوّل

اَعمالِ صالحہ سے توسُّل

Marfat.com

Marfat.com

اعمال صالحہ سے مراد حسنات یا نیکیاں ہیں۔ ان اعمال کے وسیلہ سے اگر کوئی دعا کرے کہ...... باری تعالیٰ! میرا فلاں عمل جو خالص تیری رضا جوئی کے لئے تھا، اس کے توسّل سے تیری بارگاہ میں اِلتجا کرتا ہوں میری حاجت پوری فرما...... جائز ہے۔ اعمال صالحہ سے توسُّل پر حضورﷺ کے چند فرمودات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ مصیبت سے نجات بوسیلہ اعمالِ صالحہ

کسی مشکل اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے نیک اعمال سے توسّل کے بارے میں صحیح بخاری کی ایک حدیث شاہد عادل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے رسول اللہﷺ کو فرماتے سنا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے تین مسافر جنگل سے گزر رہے تھے۔ اچانک آسمان پر گھنگھور گھٹا چھا گئی۔ ابھی بچاؤ کا طریقہ سوچ ہی رہے تھے کہ زبردست موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ ایک غار میں پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا چنانچہ وہ اس میں گھس گئے۔ غار کا دہانہ چھوٹا تھا اچانک ایک بھاری بھرکم پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور غار کے دہانے پر گر گیا۔ یہ لوگ اس میں محبوس ہوکر رہ گئے۔ ان میں اتنی سکت نہیں تھی کہ تینوں مل کر بھی اسے ہلا سکتے اس لیے زندگی سے مایوس ہوگئے اور سمجھ گئے کہ یہی غار ان کی قبر بنے گی۔

تینوں خدا رسیدہ، رجائیت پسند اور ہر چیز کا روشن پہلو دیکھنے والے تھے، خدا کی

شان اور ذات پر ان کا توکل و بھروسہ تھا اس لیے مایوسی زیادہ دیر ان پر مسلط نہ رہی اور وہ ایک ترکیب سوچ کر دل ہی دل میں مسکرا اٹھے۔ مایوسی کے بادل چھٹ گئے تدبیر بڑی ہی ایمان افروز تھی اسلیئے وہ عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے کہا: اس مصیبت سے نجات اور رستگاری حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم نے اپنی اپنی زندگی میں صرف اللہ کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے جو عمل کئے ہیں بارگاہ خداوندی میں ہم ان کا وسیلہ پیش کریں کہ باری تعالیٰ ان کی برکت سے ہمیں آزادی عطا کرے اور اس قید سے نکالے۔

أنظُروا أعمالا عَمِلتُموها لله صالحةً، فَادعوا الله بها لَعَلَّهُ يَفرُجُهَا۔

اپنے اپنے (وہ نیک) اعمال یاد کرو جو تم نے خالصتاً اللہ (کی رضا و خوشنودی) کے لئے کئے ہیں، پھر ان کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرو شاید وہ اس کو کھول دے (اور اس مصیبت سے نجات دے)۔

تجویز چونکہ بڑی مناسب اور حسب حال تھی اسلیئے سبھی اس پر عملدرآمد کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ ہر ایک نے باری باری اپنے اعمال صالحہ پیش کئے۔ اور ان سے توسُّل کرتے ہوئے باری تعالیٰ سے اس مصیبت سے خلاصی کیلئے التجا کی۔

پہلے شخص کا عملِ صالحہ......خدمتِ والدین

ان میں سے ایک شخص اپنا عمل صالحہ یوں بیان کرنے لگا: یا الٰہی! میرے والدین سنِ رسیدہ اور بڑے ضعیف تھے، دل و جان سے ان کی خدمت کرنا میں اپنا فرض سمجھتا تھا، سارا دن محنت مزدوری کرتا۔ جب شام کو واپس آتا تو سب سے پہلے دودھ دوہ کر اپنے

ماں باپ کو پلاتا اور بعد میں اپنے اہل وعیال اور دوسروں کی خبر گیری کرتا۔ یہ میرا روزانہ کا معمول تھا۔ ایک روز دیر سے گھر پہنچا۔ میرے ماں باپ انتظار کرتے کرتے گہری نیند سو گئے، تاہم میں نے دودھ دوہا اور پیالے میں ڈال کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ ادب و احترام جگانے میں مانع تھا اور ان کو کھلائے پلائے بغیر اپنی اولاد کو کھلانا مجھے گوارا نہ تھا اس لیے پیالہ ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو گیا کہ جب ماں باپ بیدار ہوں گے تو انہیں پلاؤں گا۔ ننھے منھے بچے چیختے اور بھوک سے بلبلاتے رہے مگر میں نے کوئی پروانہ کی اور اپنا اصول توڑنا پسند نہ کیا۔ آخر اسی کش مکش میں صبح ہو گئی۔

فإن كنتَ تعلمُ أني فَعلتُ ذٰلك ابتغاءَ وجهِكَ فَافْرُجْ لنا فُرجةً نَرَى منها السماءَ۔

اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے یہ عمل محض تیری رضا کے لیے کیا تھا تو دہانے سے پتھر ہٹا دے تاکہ ہم آسمان دیکھ سکیں۔

جونہی اس وفا شعار انسان نے دعائیہ الفاظ ختم کئے وہ پتھر تھوڑا سا ہٹ گیا اور انہیں آسمان نظر آنے لگا، مگر اتنا راستہ نہ بنا کہ کوئی آدمی باہر جا سکے۔

دوسرے شخص کا عملِ صالحہ...... پاکیزگیِ دامن

دوسرا شخص اپنا عملِ صالح اس طرح پیش کرتا ہے کہ مجھے اپنے چچا کی لڑکی کے ساتھ جذباتی وابستگی تھی مگر وہ پاکباز میری دلی کیفیات اور میرے جذبات وخیالات سے قطعی ناآشنا تھی۔ ایک دفعہ میں نے حالِ دل بیان کیا تو اس نے سختی سے ڈانٹ پلا دی اور پھر دوبارہ میری جرأت نہ ہوئی۔

اس کے بعد ایک دفعہ شدید قحط پڑا تو افلاس وبھوک کے سائے اس پر منڈلانے

Marfat.com

لگے۔ وہ نیک بخت فاقہ کشی سے مجبور ہو کر میرے پاس آئی اور امداد چاہی، میں نے مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا عزم کرلیا اور اسے ورغلایا۔ وہ مجبور تھی، میں نے سو دینار کی خطیر رقم اس کے آگے ڈھیر کردی۔ اس نے نیم دلی سے رضامندی ظاہر کردی۔ جب میں عملی اقدام کرنے لگا تو اسکی آنکھیں اشک بار ہوگئیں، وہ صدمے سے تڑپ اٹھی اور بولی: ناحق ظلم نہ کر اور میری مجبوری سے فائدہ نہ اٹھا، اللہ سے ڈر اور یہ ناجائز اور خلاف شرع حرکت نہ کر۔ اس کی یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، خوف الٰہی نے میرے اعضاء پر رعشہ طاری کردیا۔ برائی کی نیت دب گئی اور اندر کا سویا ہوا انسان بیدار ہوگیا میں نے اسے وہیں چھوڑا اور رقم بھی نہ لی۔

اللهم! فإن كنتَ تعلمُ أني فَعلتُ ذٰلک ابتغاءَ وجهِکَ فَافرُجْ لنا منها۔	اے اللہ! پس اگر تیرے علم میں میں نے تیری رضا حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا (اور میرا یہ عمل تیری بارگاہ میں مقبول ہے) تو ہمارا راستہ کھول دے (کہ ہم باہر کی دنیا دیکھ سکیں)۔

اس کے دعائیہ کلمات پر پتھر مزید سرک گیا مگر ابھی اتنی گنجائش نہ ہوئی تھی کہ وہ بآسانی باہر نکل سکتے۔

تیسرے شخص کا عمل صالحہ...... حقدار کو اس کا حق پہنچانا

تیسرا شخص اپنے نیک عمل کا وسیلہ بارگاہ الٰہی میں اس طرح بیان کرنے لگا: یا الٰہی! ایک مرتبہ میں نے کام پر مزدور لگائے ہوئے تھے جب انہوں نے اپنا کام مکمل کرلیا تو میں نے سب کی اجرت اور مزدوری ادا کردی۔ ایک مزدور کے دل میں نہ جانے کیا بات آئی اور

Marfat.com

وہ اپنی اجرت لیے بغیر چلا گیا۔ اس کی اجرت چاولوں کا ایک ٹوپہ تھی، میں نے وہ چاول کاشت کردیے ان سے دھان کی ایک لہلہاتی فصل تیار ہوگئی، میں نے اسے فروخت کر کے بکری لی۔ تو نے اپنے فضل سے اس میں برکت ڈال دی اور اس سے مزید بکریاں پیدا ہوئیں، پھر گائے خریدی اور اس میں بھی تو نے برکت دی۔ یوں ایک مزدور کی اجرت سے اتنے زیادہ مال مویشی ہوگئے کہ وادی بھر گئی۔ اور ان جانوروں کی نگہداشت کے لیے مجھے چرواہا رکھنا پڑا۔ ایک دن وہی مزدور آیا اور بولا:

إتَّقِ الله ولا تَظلِمني وأعطِني حَقي۔ فقُلتُ: إذهب الى تلك البقرِ و رَاعِيها۔

اللہ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق (مزدوری) ادا کر۔ میں نے اسے کہا: ان گایوں اور چرواہے کے پاس جا اور انہیں لے لے، یہ تیرے ہیں۔

اس نے کہا: "اللہ سے ڈرو اور میرا مذاق نہ اڑاؤ۔" میں نے سنجیدگی سے اسے سب کچھ بتادیا اور وہ سارا مال لیکر چلا گیا۔

فإن كُنتَ تعلَمُ أنى فعَلتُ ذلك ابتغاءَ وجهِك، فافرُج ما بَقِيَ۔ ۞

(اے الٰہی!) اگر میں نے یہ ایثار صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا تو (اس کی برکت سے ہماری مشکل دور فرما اور) غار کے دہانے سے پتھر ہٹادے (کہ ہم باہر نکل سکیں)۔

۞ ۱۔ صحیح مسلم، ۲: ۳۵۳

۲۔ صحیح البخاری، ۲: ۴۔۸۸۳

۳۔ صحیح البخاری، ۱: ۴۹۳، ۴۔۳۱۳، ۲۰۳۔۵، ۲۹۴

اس طرف ان کی دعا ختم ہوئی دوسری طرف اجابت الٰہیہ نے دعا کو شرف قبولیت سے نوازا، ان کے اعمال صالحہ ان کی ہمیشہ کی اندھیر رات کو دن میں بدل گئے، رحمت الٰہی جوش میں آئی، نیک اعمال کا وسیلہ ان کی بارگاہ الٰہی سے انہیں ایک نئی زندگی دے گیا۔ ان کے اعمال کی بنیاد رضائے الٰہی تھی اس لئے رحمت الٰہی جوش میں آئی اور پتھر غار کے دہانے سے ایک طرف لڑھک گیا اور یہ تینوں حضرات بڑی آسانی اور عافیت کے ساتھ باہر نکل آئے اور منزل مقصود کی طرف چل دیئے۔

۲۔ نماز کا وسیلہ

پنجگانہ نماز ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ وہ عمل صالحہ ہے کہ جس کے ذریعے بندہ اپنے مولا کے حضور سربسجود ہو کر اپنی بندگی کا عملاً اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی عاجزی اور انکساری بہت پسند ہے اور نماز وہ عبادت ہے کہ جس میں کمال درجے کا عجز و انکسار پایا جاتا ہے اسی لئے رب ذوالجلال کو نماز کا عمل بہت محبوب ہے۔ نماز کے وسیلے اور برکت سے اللہ رب العزت اپنے بندوں خطائیں معاف فرما دیتا ہے۔

حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أرأيتم لو أنّ نهرا ببابِ أحدكم يغتَسِلُ منه كل يوم خمس مرات۔ هل يبقى من دَرَنه شئ؟ قالوا: لا يبقى من دَرَنه شئ۔ قال: فذالک مَثَلُ الصلوات الخمس، يمحوا

(مجھے بتاؤ) اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ دن میں پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو کیا اس کے جسم پر میل نام کی کوئی چیز باقی رہ جائے گی؟ حاضرین نے جواب دیا: نہیں۔ فرمایا: یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے۔

Marfat.com

اللہ بھن الخطایا۔❁ خدا تعالیٰ ان (کے وسیلہ اور برکت) سے گناہ مٹاتا ہے۔

۳۔ نوافل کے توسُّل سے قربِ الٰہی

بندۂ مومن کا مقصود اپنے معبود حقیقی اور مالک اصلی کے قرب اور رضا کا حصول ہوتا ہے۔ نوافل کے ذریعے بندہ اپنے مولا کی رضا بھی حاصل کرتا اور قرب بھی گویا نوافل کے توسُّل سے بندے کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا یزال عبدی یتقربُ إلیّ بالنوافل حتی أحببتُه: فکنتُ سمعه الذی یَسمَع به، و بصرَه: الذی یُبصِر به و یده التی یَبطِش بها، و رِجلَه التی یَمشی بها۔❁❁

میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں۔ پھر میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جن کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں

❁ ۱۔ صحیح مسلم، ۱: ۲۳۵

۲۔ صحیح البخاری، ۱: ۷۶

۳۔ جامع الترمذی، ۲: ۱۱۰

۴۔ سنن النسائی، ۱: ۸۱

۵۔ سنن الدارمی، ۱: ۲۱۳، رقم: ۱۱۸۷

۶۔ مسند احمد بن حنبل، ۲: ۳۷۹

❁❁ صحیح البخاری، ۲: ۹۶۳

Marfat.com

جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔

۴۔ بیٹیوں کی بہتر پرورش سے توسّل

دورِ جاہلیت میں لوگوں کا عمومی رویہ یہ تھا کہ وہ بیٹیوں کو ناپسند کرتے تھے اور جب بیٹی پیدا ہوتی تو وہ سخت پریشان ہو جاتے قرآن حکیم نے ان کے اس رویے کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غصے سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے (النحل، ۱۶:۵۸)۔ یہ ان مشرکین کا بیٹیوں کی پیدائش پر ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ اسلام نے صنفِ نازک کو وہ مقام اور مرتبہ دیا کہ جس کا تصور بھی کسی اور معاشرے میں ممکن نہیں۔ ماں، بہن، بیٹی سب قابل عزت و تکریم رشتے ہیں۔ اسلام نے نہ صرف ان رشتوں کی تقدیس کی بات کی بلکہ ان کی حفاظت اور پرورش پر اجر عظیم کا مژدہ بھی سنایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات گرامی میں جا بجا ہمیں اس چیز کا ثبوت ملتا ہے کہ اپنی بچیوں کی بہتر پرورش اور تعلیم و تربیت ایک ایسا عمل صالحہ ہے کہ اس کے وسیلے سے ماں باپ کو جہنم کی آگ سے خلاصی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

جاءتني امرأةٌ معها ابنتانِ تَسألُني، فلم تجدْ عندي غير تمرةٍ واحدةٍ، فأعطيتُها فقسمَتْها بين إبنتيها، ثم قَامَتْ فخرجَتْ، فدخلَ النبي ﷺ فحدَّثْتُه، فقال: من بُلِيَ من هذه البناتِ شيئاً، فأحسنَ إليهن،

میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، وہ مجھ سے کچھ مانگتی تھی۔ اس نے ایک کھجور کے سوا میرے پاس کچھ نہ پایا، میں نے اس کو وہی دے دی۔ اس نے کھجور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور پھر اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف

كُنَّ له سِتراً من النار۔ ❁

لائے میں نے حضور ﷺ سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بیٹیوں کے ذریعے آزمایا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو یہ اس کیلئے دوزخ سے حجاب بن جاتی ہیں۔

۵۔ استغفار کرنے والوں کا توسُّل

اللہ تعالیٰ کے گھر کو اس کے ذکر سے آباد کرنا، اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنا اور اس وقت اٹھ کر اللہ کو یاد کرنا جب اکثر لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوں یہ ایسے اعمال صالحہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہایت پسند ہیں اور ان اعمال کو سرانجام دینے والوں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنی دیگر مخلوق سے بھی عذاب ٹال دیتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

إن الله سبحانه يقول: إني لأهم بأهل الأرض عذاباً، فإذا نظرت إلى عمار بيوتي والمتحابين فيّ والمستغفرين بالأسحار، صرفت عنهم۔ ❁❁

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں لیکن جب میرے گھر آباد کرنے والوں، باہم میرے لئے محبت کرنے والوں اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو (اپنا غضب) ان سے پھیر دیتا ہوں۔

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۲: ۸۸۷

۲۔ صحیح مسلم، ۲: ۳۳۰

❁❁ ۱۔ شعب الإیمان للبیہقی، ۶: ۵۰۰، رقم: ۹۰۵۱

۲۔ تفسیر الدر المنثور، ۳: ۲۱۶

Marfat.com

Marfat.com

فصل دُوُم

دُعا میں وسیلہ پیش کرنا

Marfat.com

Marfat.com

ا۔ اسماء و صفاتِ باریِ تعالیٰ سے توسُّل

جس طرح متوسّل کے اپنے اعمال اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی اللہ کے اسمائے حسنیٰ کا ذکر اپنا شعار بنا لے تو وہ اللہ کی بارگاہ میں دعا کی قبولیت کے لیے وسیلہ بن جاتے ہیں۔ جیسے سورہ فاتحہ کی ابتدائی آیات میں صفاتِ الٰہیہ کا بیان ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O ❀

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔

ان تعریفات کے بعد بندہ اللہ کی بارگاہ میں اپنا مدعا بیان کرتا ہے:

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O ❀❀

(اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے حوالے سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا

❀ الفاتحہ، ۱:۱۔۳

❀❀ الفاتحہ، ۱:۴

ہے کہ عبادت کو استعانت پر مقدم کیوں کیا گیا ہے؟ عبادت تو اللہ کے فضل و کرم اور توفیق و عنایت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اللہ کی مدد شامل حال نہ ہو تو عبادت کیسے ممکن ہے۔ اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ پہلے اللہ کی مدد طلب کی جاتی یوں اس کی مدد و اعانت اور توفیق سے بندہ عبادت میں مصروف ہو جاتا۔ اس بنا پر استعانت کو عبادت پر مقدم کرنا چاہیے تھا نہ کہ مؤخر۔ اس سوال کا امام بیضاوی اپنی 'تفسیر' میں اس طرح جواب دیتے ہیں کہ عبادت کو استعانت پر مقدم کر کے توسّل کیا گیا ہے تا کہ اس کی قبولیت کی امید پیدا ہو جائے:

و قدمت العبادة علي الإستعانة ليتوافق رؤوس الآى، و يعلم منه أن تقديم الوسيلة على طلب الحاجة ادعى إلى الإجابة۔❀

عبادت کو استعانت پر اس لیے مقدم کیا گیا ہے تا کہ آیات کے آخری حروف میں موافقت پیدا ہو جائے۔ علاوہ ازیں اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ (عبادت) کو حاجت کے طلب کرنے (استعانت) پر اس لیے مقدم کیا ہے تا کہ قبولیت کی کوئی صورت ہو جائے۔

یہ تعلقِ بندگی ہے، اور پھر بندہ آگے دعا کرتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ❀❀

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

❀ تفسیر البیضاوی، ۱:۱۴

❀❀ الفاتحہ، ۱:۵

بندہ اپنے تعلق بندگی کا واسطہ دے کر رب کی بارگاہ میں دعا کر کے ہدایت طلب کرتا ہے۔ یوں اسماء حسنی کا ذکر اور پھر کلمات بندگی اور دعائے ہدایت اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بن جاتے ہیں۔ بندہ اللہ کے اسماء کا ذکر کر کے اپنی عبدیت کو بطور توسّل پیش کرتا ہے اور اپنی عبدیت کو تذلّل اور خشوع کی صفات سے آراستہ کر کے کمال بندگی میں نقص کا اعتراف کرتا ہے۔ اس کیفیت میں اللہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہو جاتا ہے اور یہ دعا اس کیلئے وسیلہ بن جاتی ہے۔

۲۔ اسمِ ذات کے وسیلے سے دعا کرنا

بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی کے توسُّل سے سوال کرتے ہیں، اسی طرح ہم اس کا ذاتی اسمِ جلالت لے کر بھی سوال کرتے ہیں جو کہ جائز ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ سے اس طرح کرنا ثابت ہے۔ ’سنن ابن ماجہ‘ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اللھم! إنی أسئلک بأنک أنت اللہ۔❁

اے میرے مولا! میں تجھ سے تیرے اللہ ہونے کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں۔

۳۔ صفات وافعال کے توسُّل سے دعا کرنا

اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت یا فعل کے توسُّل سے سوال کیا جاتا

❁ ۱۔ سنن ابن ماجہ: ۲۸۲
۲۔ سنن ابو داؤد، ۱: ۲۱۶
۳۔ جامع الترمذی، ۲: ۱۸۵
۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۵: ۳۶۰، ۳۴۹
۵۔ شرح السنۃ للبغوی، ۵: ۸۔ ۳۷، رقم: ۶۰۔ ۱۲۵۹

Marfat.com

ہے، جیسا کہ ایک روایت میں حضور نبی اکرم ﷺ سے یہ دعا منقول ہے:

اللهم! إني أعوذ برضاك من سخطك و بمعافاتك من عقوبتك۔ ❁	اے اللہ! میں تیری رضا کے سبب تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو و درگزر کے توسّل سے تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال کے وسیلہ سے اس سے سوال کرنا اور اپنی حاجت کو پیش کرنا صحیح ہے۔

۴۔ حضور ﷺ کے مقامِ وسیلہ سے توسُّل

جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کے مقام وسیلہ پر فائز ہونے کی دعا اور اس کا توسُّل ایک مومن کو رحمت الٰہیہ کا سزاوار بناتا ہے، وہاں اسے شفاعتِ رسول کا بھی حقدار ٹھہراتا ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إذا سَمِعتم المؤذنَ فقولوا مثل ما يَقولُ، ثم صَلُّوا عليّ، فإنه من صلى عليّ صلوةً صلى الله عليه بها عشرا، ثم سَلُوا الله لِي الوسيلةَ۔ فإنها منزلةٌ في الجنة	جب تم موذن کو اذان دیتے سنو، تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو، بے شک جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے

❁ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۱:۱۹۲

۲۔ سنن ابو داؤد، ۱:۱۳۵

۳۔ سنن ابن ماجہ: ۲۸۱

۴۔ موطا امام مالک: ۱۹۷

۵۔ مسند احمد بن حنبل، ۶:۲۰۱

۶۔ صحیح ابن حبان، ۵:۲۵۸، رقم: ۱۹۳۲

۷۔ صحیح ابن خزیمۃ، ۱:۳۲۹، رقم: ۶۵۵

Marfat.com

لا تَنبغی إلا لعبدٍ من عباد الله و أرجو أن أکون أنا ھو، فمن سأل لی الوسیلةَ حلَّتْ علیه الشفاعةُ۔ ۞

لیے وسیلہ مانگو، بے شک یہ (وسیلہ) جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے خاص بندے کے لیے مخصوص ہے اور اور مجھے امید ہے وہ خاص بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ مانگا، اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہوگئی۔

حضور نبی اکرم ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجنا دس مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ٹھہراتا ہے اور اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کا مقامِ محمود اور وسیلہ پر فائز ہونے کی دعا شفاعت رسول ﷺ کو مومن کے حق میں اس ارشاد گرامی کے مطابق واجب ٹھہراتی ہے۔

۞ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۱: ۱۶۶

۲۔ سنن أبوداود، ۱: ۸۴۔۸۵

۳۔ جامع الترمذی، ۲: ۲۰۲

۴۔ سنن النسائی، ۱: ۱۱۰

۵۔ مسند احمد بن حنبل، ۲: ۱۶۸

۶۔ صحیح ابن حبان، ۴: ۵۸۸۔۹۰، رقم: ۱۶۹۰۔۲

۷۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۱: ۴۰۹۔۱۰

۸۔ مسند ابوعوانہ، ۱: ۳۳۶

۹۔ صحیح ابن خزیمہ، ۱: ۲۱۹، رقم: ۴۱۸

۱۰۔ مشکاۃ المصابیح: ۶۴۔۶۵

۱۱۔ کنزالعمال، ۷: ۷۰۰، رقم: ۲۰۹۹۸

۱۲۔ شرح السنۃ للبغوی، ۲: ۲۸۴۔۸۵، رقم: ۴۲۱

۱۳۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۳۳، رقم: ۹۱

۱۴۔ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۵۸، رقم: ۴۵

Marfat.com

۵۔ قبولیّت دعا کے لیے وسیلۂ درود شریف

صلوۃ وسلام ایک ایسا محبوب و مقبول عمل ہے جو کسی صورت میں اور کسی مرحلے پر بھی مردود اور ظنی القبول نہیں بلکہ قطعی القبول ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ضرور مقبول ہوتا ہے، حتی کہ اگر پڑھنے والا فاسق و فاجر، گناہگار اور معصیت میں لت پت ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کا یہ عمل رد نہیں کیا جاتا اور جب وہ درود وسلام پڑھتا ہے تو قبول کر لیا جاتا ہے۔

ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک گنہگار شخص سے بھی صلوۃ وسلام قبول کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صلوۃ وسلام کے بہت سے معانی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

رحمت بھیجنا، قرب عطا کرنا، ذکر بلند کرنا، اور برکت دینا

اب اگر ان معانی پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک نعمت بھی ایسی نہیں جو حضور ﷺ کو پہلے سے حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر لحظہ ان پر نازل ہوتی رہتی ہیں اور یہ سلسلہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گا اور اس کے ختم ہونے کا بھی کوئی امکان نہیں۔ رہی قرب خاص کی بات تو اس کا اندازہ اس قرب سے لگایا جاسکتا ہے جو باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کو معراج کی شب عطا کیا کہ تمام فاصلے مٹ گئے۔ جیسا کہ فرمایا:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ۝ ❁	پھر (یہاں تک بڑھے کہ) صرف دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم

❁ النجم، ۵۳: ۹

فاصلہ رہ گیا۔

ایک شب کے قرب کا یہ عالم ہے تو جو قرب آپ ﷺ کو مسلسل عطا کیا جا رہا ہے، اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ ذکر کی بلندی اور رفعت کا بھی یہی عالم ہے۔ خدا نے رفعتِ ذکر کی وہ شان عطا کی جس کا کوئی انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ غرضیکہ صلوۃ کے جتنے معانی ہیں وہ حضور ﷺ کو پہلے ہی سے حاصل ہیں۔ اس لیے ایک بندہ جب بارگاہِ الوہیت میں عرض گزار ہوتا ہے: اَللّٰھُمَّ! صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ (اے اللہ! (اپنے حبیب) محمد (ﷺ) پر صلوٰۃ بھیج)، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے بندے! میں تو پہلے ہی صلوۃ بھیج رہا ہوں، برکت دے رہا ہوں، ذکر بلند کر رہا ہوں اور قرب خاص عطا کر رہا ہوں، تیرے کہنے کی ضرورت نہیں اس پر پہلے ہی سے عمل ہو رہا ہے۔ چونکہ تو نے اپنے لئے کچھ نہیں مانگا، مال نہیں مانگا، اولاد نہیں طلب کی، بیماری سے شفا کے لیے دعا نہیں کی، اپنی کسی اور غرض کو بیچ میں نہیں ڈالا بلکہ صرف میرے محبوب کے لیے صلوۃ و سلام کی بات کی ہے اور ان پر درود بھیجنے کی درخواست اور دعا کی ہے، اس لیے تیری دعا قبول ہے۔

چونکہ دعا سے پہلے ہی اس پر عمل ہو رہا ہوتا ہے اس لیے درود پڑھنے والا خواہ گنہگار ہی ہو اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درود پاک قطعی القبول ہے اور اس کے ردّ و نامقبول کیے جانے کا کوئی امکان نہیں۔

ظنی القبول عبادت کو قطعی القبول کیسے بنایا جائے؟

عبادات چونکہ ظنی القبول ہیں مگر چونکہ انسان با قاعدہ اہتمام، تیاری اور شرائط ولوازمات کے مطابق عبادت کرتا ہے جس کے لیے اسے تگ و دو کرنا، وقت نکالنا اور

Marfat.com

آرام ترک کر کے ادھر آنا پڑتا ہے اور خاصی مشقت بھی اٹھانا پڑتی ہے اس لیے طبعی طور پر اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی عبادت قبول ہو اور اس کی یہ مشقت رائیگاں نہ جائے، اس عبادت کا اسے صلہ ملے مگر اللہ کی بارگاہ بے نیاز کی بارگاہ ہے۔ قرآن کہتا ہے:

اِلَيۡهِ يَصۡعَدُ الۡكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ يَرۡفَعُهٗ۔❀

اسی کی طرف پاک کلام بلند ہوتا ہے اور وہی عملِ صالح کے مدارج کو بلند کرتا ہے۔

اس لیے انسان طبعی اقتضاء سے مجبور ہو کر ایسے حیلے بہانے تلاش کرتا ہے جن کے سبب اس کے اعمال درجہ قبولیت پر پہنچنے کے قابل ہو جائیں اور خامیوں کوتاہیوں اور لغزشوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح قبول کر لئے جائیں۔ رحمتِ خداوندی نے اس طبعی طلب کے سلسلے میں اسے بے یار و مددگار اور بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ اپنے لطف و کرم سے خود اسے ایک ایسا ذریعہ عطا کیا ہے جس کی وساطت سے وہ بآسانی اپنے ظنی القبول اعمال کو قطعی القبول بنا سکتا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ہر عمل اور عبادت کے شروع اور آخر میں درود و سلام پڑھ لے۔ چونکہ درود شریف قطعی القبول عمل ہے اسلیئے جب وہ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوگا تو قبول کیا جائے گا اور رحمت حق سے کیا بعید ہے کہ اس کے بارگاہ میں اعمال کی طشتری پیش ہو اور اس میں سے صرف درود و سلام قبول کرلے اور ان کے درمیان جو اعمال ہیں انہیں رد کردے۔ اس لیے اعمال کو قطعی القبول بنانے کا بڑا ہی مؤثر اور یقینی طریقہ یہ ہے کہ ہر نیک عمل کے آغاز و اختتام پر صلوٰۃ و سلام پڑھ لیا جائے۔

❀ الفاطر، ۳۵:۱۰

کائنات کا سب سے آخری عمل درود شریف

باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ O وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ O ❁

جو کچھ بھی زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والا ہے۔ اور صرف آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو نہایت بزرگی اور عظمت والی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ ❁❁

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

جب ہر چیز کو نیست و نابود اور فنا ہو جانا ہے تو فقط اللہ رب العزت کی ذات ہی باقی رہ جائے گی اور اس کی حمد کرنے والا بھی کوئی نہیں رہے گا۔ تو اس وقت بھی درود پاک ایسا عمل ہے جو جاری و ساری ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خود یہ عمل فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا:

إِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ ❁❁❁

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت بھیجتے ہیں (اور بھیجتے رہیں گے)۔

ہر ذی روح کو فنا ہے۔ اس کائنات کی ہر مخلوق نے ذائقة الموت کے فرمانِ

❁ الرحمٰن، ۵۵:۲۶۔۲۷

❁❁ آل عمران، ۳:۱۸۵

❁❁❁ احزاب، ۳۳:۵۶

Marfat.com

الٰہی کے مطابق ایک مرتبہ موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ بقاء و دوام فقط ایک ہی ذات حی و قیوم اللہ جل جلالہ کو ہے۔ چونکہ درود پاک اللہ تبارک و تعالیٰ کا بھی عمل ہے اور جب باری تعالیٰ ابداً موجود ہے اور اس پر فنا نہیں ہے تو اس کا عمل بھی اس کے ساتھ قائم و دائم رہے گا۔ اسلیئے قرآن حکیم میں یُصَلُّوْنَ فعلِ مضارع میں استعمال کیا گیا ہے جو کہ حال و مستقبل پر دلالت کرنے کی وجہ سے دائمی مفہوم رکھتا ہے۔ حال کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہر موجود لمحہ، حال ہے اور ہر آنے والا لمحہ، مستقبل ہے۔ تو گویا اللہ رب العزت کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہر لحظہ جاری ہے اور ابد الآباد تک جاری رہے گا۔ اس میں آج تک نہ کبھی کوئی انقطاع آیا ہے اور نہ آ سکتا ہے۔ اسلیے یہی مسلّمہ حقیقت ہے کہ درود شریف ہی اس کائنات کا سب سے آخری عمل ہے اور اسی عمل کو ہی صفت الوہیت کی وجہ سے دوام حاصل ہے۔ اور جب ہم اس کے وسیلے سے دعا کریں گے تو دعا ضرور قبول ہوگی۔

۶۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلے سے دعا کرنا

ایک صحیح حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی ذات اور انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے دعا فرمائی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لما ماتتْ فاطمةُ بنتُ أسدِ بن هاشم أم عليّ بن أبي طالب، دخل عليها رسولُ الله صلی اللہ علیہ وسلم، فجلسَ عند رأسِها، فقال:	جب حضرت علی بن ابو طالب کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم وصال فرما گئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور آپ کے

رحمكِ اللّٰهُ يا أمي! كنتِ أمي بعد أمي و تشبعيني، و تعرَين و تَكسيني، و تمنَعين نفسَكِ طيباً و تُطعِميني، ترِيدينَ بذالكَ وَجهَ اللّٰه والدارَ الآخرَة۔ ثم أمَرَ أن تغسَلَ ثلاثاً، فلما بلغَ الماءُ الذى فيه الكافورُ سَكَبَهُ رسول اللّٰه ﷺ بيدِه، ثم خَلَعَ رسولُ اللّٰه ﷺ قميصَه فألبسها إيَّاه وكفنها ببرد فوقه، ثم دعا رسولُ اللّٰه ﷺ أسامةَ بن زيد، و أبا أيوبِ الأنصاريّ، و عمرَ بنَ الخطابِ، و غلاماً أسوَدَ يحفرون، فَحَفروا قبرَها، فلما بلغوا اللحد حفره رسول اللّٰه ﷺ بيده، وأخرج ترابَه بيده، فلما فرغ دخل رسول اللّٰه ﷺ فاضطجعَ فيه، ثم قال: اللّٰه الذي يُحيي و يُميت و هو

سرہانے بیٹھ گئے، پھر فرمایا: اے امی جان! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، میری والدہ ماجدہ کے بعد آپ ہی میری ماں تھیں۔ آپ مجھے بھوک میں سیر ہوکر کھلاتی اور خود بھوکی رہتی تھیں اور آپ مجھے پہناتی تھیں اور اچھی چیزیں خود کھانے کی بجائے مجھے کھلاتی تھیں۔ آپ یہ سب کچھ اللہ کی رضا اور روزِ آخرت کی خاطر کرتی تھیں۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کو تین مرتبہ غسل دیا جائے۔ پھر جب کافور کا پانی لایا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں میں لیا پھر اپنی قمیض اتار ی اور وہ قمیض انہیں پہنادی اور اپنی چادر سے انہیں کفن پہنایا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید، حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اور حبشی غلام کو بلایا کہ وہ قبر کھودیں۔ پس انہوں نے ان

Marfat.com

حَيٌّ لا يموتُ. أغفر لأمِّي فاطمة بنتِ أسدٍ وَلقِّنْها حُجَّتَها، و وَسِّعْ عليها مُدْخَلَها بحق نبيک والأنبياء الذين مِن قَبْلي۔ فإنک أرحم الراحمين۔ و كَبَّرَ عليها أربعاً و ادخلوها اللحد هو و العباس، و أبوبكر الصديق رضي الله عنه۔ ❁

تو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قبر کھودی اور اس سے اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی اور جب فارغ ہو گئے تو حضور ﷺ اس میں لیٹ گئے۔ پھر فرمایا: اے اللہ، تعالیٰ جو زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ خود ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات ہے، اسے موت نہیں آئیگی، (اے اللہ!) تو میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان کو سوالات کے موقع پر جوابات تلقین فرمادے اور اپنے نبی (محمد ﷺ) اور ان انبیاء کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے تھے، ان کی قبر کو وسیع فرمادے، بیشک تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ (اور پھر حضور ﷺ نے) چار مرتبہ تکبیر کہی

❁ ۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۴: ۳۵۱۔۳۵۲، رقم: ۸۷۱

۲۔ المعجم الأوسط للطبرانی، ۱: ۱۵۲۔۱۵۳، رقم: ۱۹۱

۳۔ حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم، ۳: ۱۲۱

۴۔ العلل المتناہیۃ للجوزی، ۱: ۲۶۸۔۲۶۹، رقم: ۴۳۳

۵۔ مجمع الزوائد، ۹: ۲۵۶۔۲۵۷

(یعنی نمازِ جنازہ پڑھائی)، اور پھر
آپ ﷺ نے، حضرت عباس اور
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما
نے ان کو لحد میں اتار دیا۔

اس حدیث پاک کی سند میں ایک راوی 'روح بن صلاح'، کو بعضوں نے ضعیف کہا ہے، جبکہ ابن حبان اور امام حاکم نے اسے ثقہ کہا ہے۔ محمود سعید ممدوح نے روح بن صلاح کو صادق اور اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ❀

۷۔ سائلین کا توسُّل

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله ﷺ: من خرجَ من بيتهِ إلى الصلاةِ فقالَ: اللهم! إني أسألكَ بحقِ السائلينَ عليكَ، و أسألكَ بحق مَمشايَ هذا، فإني لم أخرُجْ أشراً و لا بَطَراً و لا رِياءً و لا سُمْعَةً و خرجتُ اتقاءَ سُخطِكَ و ابتغاءَ مَرْضاتِكَ، فأسألكَ أن تُعيذَني من النار

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! میں تجھ سے تیرے سائلین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے (نماز کی طرف اٹھنے والے) اپنے ان قدموں کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، بے شک میں نہ کسی برائی کی طرف چل پڑا ہوں نہ تکبر اور غرور سے، نہ دکھاوے

❀ رفع المنارة: ۱۵۵-۱۴۷

و أن تَغْفِرَ لي ذُنُوبي، إنه لا يَغْفِرُ الذنوبَ إلا أنت۔ أقبل الله عليهِ بوجههِ واستَغْفَرَ له سبعونَ ألفِ مَلكٍ۔ ۞

اور نہ کسی دنیاوی شہرت کی خاطر نکلا ہوں، میں تو صرف تیری ناراضی سے بچنے کیلئے اور تیری رضا کو حاصل کرنے کے لئے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، کہ مجھے دوزخ کی آگ سے نجات دے، میرے گناہوں کو بخش دے، بے شک تو ہی گناہوں کو بخشنے والا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کی مغفرت طلب کرتے ہیں۔

اس حدیث کی سند حسن حدیث کی شرائط کے مطابق ہے اور مندرجہ ذیل پانچ مشہور حفاظِ حدیث نے اسے حسن حدیث قرار دیا ہے:

ا۔ حافظ دمیاطی نے 'المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح' میں

۞ ا۔ سنن ابن ماجہ: ۵۷

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۲۱

۳۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۳۰، رقم: ۸۳

۴۔ الترغیب والترہیب، ۲: ۴۵۸

۵۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۱۰: ۲۔۲۱۱، رقم: ۹۲۵۱

۶۔ المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح: ۲۔۶۴۱، رقم: ۱۳۲۱

۷۔ میزان الاعتدال للذہبی، ۲: ۴۴۷، رقم: ۴۳۸۴

Marfat.com

۲۔ حافظ منذری نے 'الترغیب والترہیب' میں۔

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے 'عمل الأذکار' میں۔

۴۔ حافظ عراقی نے 'أحادیث الإحیاء' کی تخریج میں۔

۵۔ حافظ بوصیری نے 'مصباح الزجاجۃ' میں۔

ابن خزیمۃ نے اپنی 'صحیح' میں فضیل بن مرزوق سے روایت کرتے ہوئے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔ ❁

۸۔ ضعفائے امت کا توسُّل

نیک بندوں کے علاوہ مسافروں، مریضوں اور وہ سب جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمانے کی بات کی ہے یا جن کی نسبت فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہوں، ان کی مدد کرتا ہوں اور اپنی شفقت و رحمت سے نوازتا ہوں ان کا وسیلہ پیش کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنما يَنْصرُ اللهُ هذه الأمةَ بضعيفِها بدعوتِهم و صلاتِهم و إخلاصِهم۔ ❁❁

بے شک اللہ تعالیٰ کمزور لوگوں کی دعا، نماز اور خلوص کے باعث ہی تو اس امت کی مدد فرماتا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا:

❁ رفع المنارۃ: ۲۔۱۷۰

❁❁ ۱۔ سنن النسائی، ۲: ۶۴
۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶: ۳۳۱
۳۔ حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم، ۵: ۲۶

Marfat.com

أبغونِی الضعیفَ فإنکم إنما تُرزَقونَ و تُنصَرونَ بِضُعَفائکم۔ ❁

مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کرو۔ بے شک کمزور لوگوں کے سبب ہی تمہیں رزق عطا کیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

گویا ضعیف و نادار لوگوں کے توسُّل سے باری تعالیٰ امت مسلمہ کو نہ صرف اپنی مدد و نصرت سے نوازتا ہے بلکہ انہیں رزق اور وسائل بھی عطا کرتا ہے۔ لہٰذا ان کے وسیلے سے مانگی گئی دعا بھی قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔

۹۔ انبیاء علیہم السلام کی دعا سے توسُّل

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دعوةُ ذِی النونِ إذ دعا و هو فی بطنِ الحوتِ: ﴿لا إلٰهَ إلَّا أنتَ سُبحانَکَ إنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِینَ﴾ فإنهُ لم یَدْعُ بها رجلٌ مسلمٌ فی شئ قَطُّ إلا استَجابَ اللهُ لَهُ۔ ❁❁

مچھلی کے پیٹ والے (نبی یعنی حضرت یونس علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا مانگی، وہ یہ تھی: "(اے اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے، بے شک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں

❁ ۱۔ سنن النسائی، ۲: ۶۴

۲۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۶: ۳۳۱

❁❁ ۱۔ جامع الترمذی، ۲: ۱۸۸

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۱: ۱۷۰

۳۔ مسند ابویعلی، ۲: ۱۱۱، رقم: ۷۷۲

۴۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۵۰۵

۵۔ المستدرک للحاکم، ۲: ۳۸۲-۳۸۳

۶۔ شعب الایمان للبیہقی، ۱: ۴۳۲، رقم: ۶۲۰==

میں سے تھا۔" بے شک جب کبھی کسی
مسلمان مرد (وعورت) نے کسی بھی
(جائز) مقصد کے لیے ان الفاظ سے
دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کیا۔

بارگاہِ الوہیت کے آداب جو اللہ کے کسی نبی کو ہوتے ہیں وہ کسی بھی دوسرے ولی اور مقرب بندے کو نہیں ہو سکتے اور اسی طرح درجہ بدرجہ ان آداب کی حقیقی معرفت میں کمی آجاتی ہے، اس باب میں اسی بنا پر خواص اور عوام میں فرق رکھا جاتا ہے اور نیکو کاروں کی حسنات ابرار کی سیئات ٹھہرتی ہیں۔

جب اللہ کا نبی بارگاہ الوہیت کی کمال معرفت رکھتے ہوئے اور آداب ربوبیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور سراپا ادب بن کر عرض کناں ہوتا ہے تو اس کا ہر ہر لفظ قبولیت و اجابت الٰہی کے شرف سے سرفراز ہوتا ہے اور اگر ایسی دعا سے توسّل کرتے ہوئے بارگاہ الوہیت میں کوئی التجاء کی جائے تو زبانِ نبوت کی ضمانت پر وہ ردّ نہیں ہوتی بلکہ شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔

= ۷۔ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۱۶، ۸۔ الترغیب والترہیب، ۲: ۴۸۸
رقم: ۶۵۶

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب پنجم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے

توسّل

Marfat.com

Marfat.com

توسّل بالنبی ﷺ کا عقیدہ

حضور ﷺ کے اس دنیا سے وصال فرمانے کے بعد بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت جاری ہے۔ آپ ﷺ بحیثیت نبی اور رسول اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت و رسالت جملہ احکام کے ساتھ باقی رہے گی۔ جب سارے احکام باقی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ توسّل کا حکم ختم ہو جائے۔ جب آپ ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں آپ ﷺ سے توسّل کئے جانے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور امت مسلمہ میں بالاتفاق آج بھی اس کے جواز کا اعتقاد پایا جاتا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت، جمیع احکام، اطاعت، اتباع اور ادب کے ہوتے ہوئے بعد از وصال سلسلۂ توسّل کے منقطع ہونے کا کیا جواز رہ جاتا ہے جبکہ قرآن حکیم اور حدیث رسول میں کوئی نص بعد از وصال توسّل کے انقطاع پر موجود نہیں۔ لہٰذا جن نصوص قرآنی سے آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں توسّل ثابت ہے ان ہی نصوص سے بعد از وصال بھی توسّل ثابت ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی شانِ والا تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل بھی آپ ﷺ سے توسّل کیا گیا۔ ائمہ و محدثین نے اپنی کتابوں میں ثقہ روایات کے ساتھ آپ ﷺ کے قبل از ولادت فیوض و برکات کو ثابت کیا ہے۔ اس باب میں ہم انشاء

Marfat.com

اللہ توسُّل بالنبی ﷺ کی ممکنہ صورتوں کو دلائل کی روشنی میں ثابت کر کے توسُّل کے بارے میں صحیح عقیدہ بیان کریں گے۔

توسُّل بالنبی ﷺ کی ممکنہ صورتیں

حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے توسُّل کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ التوسُّل بالنبی ﷺ قبل ولادته (ولادت سے قبل نبی اکرم ﷺ سے توسُّل)

۲۔ التوسُّل بالنبی ﷺ فی حیاته (نبی اکرم ﷺ سے ان کی ظاہری حیات میں توسُّل)

۳۔ التوسُّل بالنبی ﷺ بعد وصاله (نبی اکرم ﷺ سے ان کے وصال کے بعد توسُّل)

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات ظاہری میں توسُّل کرنا اور پھر آپ ﷺ کے ولادت سے پہلے اور وصال کے بعد حیات برزخی میں توسُّل کرنا، یہ تمام صورتیں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور آج تک علماءِ کبار ان سے عقیدۂ توسُّل کا استنباط کرتے چلے آئے ہیں۔ قرآن وحدیث سے ٹھوس دلائل کے ساتھ ان تمام صورتوں کو آئندہ صفحات میں اجاگر کیا جائے گا۔

Marfat.com

فصل اوّل

وِلادت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسُّل

Marfat.com

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے توسّل کا عمل...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق سے قبل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں اور بعد از وصال...... ہر دور میں جاری وساری رہا ہے۔ اللہ ربّ العزت کی بارگاہ میں اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے توسّل کرنا، ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی بھی سنت ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی خطاء کی معافی کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو ربّ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا اور ربِ رحیم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ان کی بھول چوک کو معاف کر دیا۔

امام طبرانی، ابن المنذر، سیوطی اور بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں سے مرفوعاً جو حدیث روایت کی ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی فکرِ توبہ میں مستغرق تھے کہ اس عالمِ اضطراب میں آپ علیہ السلام کو یاد آیا کہ میں نے اپنی پیدائش کے وقت عرشِ معلیٰ پر لا إله إلا الله محمد رسول الله (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں)، لکھا دیکھا تھا جو اس امر کا مظہر ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں جو مقام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، وہ مقام کسی اور کو میسر نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عرش پر اپنے نام کے ساتھ ان کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے۔ اس پر آپ علیہ السلام نے

Marfat.com

دعا میں کلماتِ توبہ کے ساتھ ان کلماتِ توسّل کا اضافہ کر کے عرض کیا:

أسالک بحقِ محمدٍ إلّا غفرتَ لِی۔	(اے اللہ!) میں تجھ سے محمد (ﷺ) کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔

ابن المنذر کی روایت میں مندرجہ ذیل کلمات درج ہیں:

اللھم! إنی أسألُکَ بجاہِ محمدٍ عبدکَ و کرامته علیک أن تَغفرلی خَطیئتی۔ ✿	اے اللہ! میں تجھ سے تیرے محبوب بندے محمد (ﷺ) کے واسطے سے اور اس بزرگی کے وسیلے سے جو انہیں تیری بارگاہ میں حاصل ہے، سوال کرتا ہوں کہ تو میری خطا بخش دے۔

چنانچہ ان کلمات استغفار سے جو حضور ﷺ کے وسیلے سے ادا ہوئے آپ علیہ السلام کی توبہ قبول ہوگئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''واقعۃ'' محمد ﷺ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں۔ تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا ہی نہ کرتا۔ طبرانی کی روایت میں مزید یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔

امام حاکم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن عمر بن الخطاب، قال: قال رسول اللہ ﷺ: لما	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب

✿ ١۔ الدر المنثور، ١: ٦٠

اقتَرفَ آدم الخطيئةَ قال: يا رب! أسألُکَ بحقِ محمدٍ ﷺ لما غفرت لی۔ فقال اللہ: يا آدم! و کيف عَرَفْتَ محمدًا و لم أخلُقْه؟ قال: يا رب! لأنک لمّا خلقتنی بيدک و نفختَ فیّ من روحک رفعتُ رأسی فرأيتُ علی قوائمِ العرشِ مکتوباً: لا إله إلا اللہ، محمد رسول اللہ، فعلمتُ أنک لم تُضِفْ إلی اسمکَ إلا أحَبَّ الخلقِ إليک۔ فقال اللہ: صدقتَ يا آدم! إنه لأحَبُّ الخلقِ إلیّ ادعنی بحقه، فقد غفرتُ لک، و لو لا محمدٌ ما خلقتُکَ۔ ❁

حضرت آدم علیہ السلام خطاء کے مرتکب ہوئے تو انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے محمد ﷺ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ تو اس پر اللہ رب العزت نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کس طرح پہچان لیا حالانکہ ابھی تک میں نے انہیں تخلیق بھی نہیں کیا؟ اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: مولا! جب تو نے اپنے دست قدرت سے مجھے تخلیق کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے ہر ستون پر لا إله إلا اللہ، محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ تو میں نے جان لیا کہ تیرے نام کے ساتھ اسی کا نام ہوسکتا ہے جو تمام

❁ المستدرک، ۲: ۶۱۵

یہ حدیث مختلف اِسناد کے ساتھ مندرجہ ذیل کتب میں بھی روایت کی گئی ہے:

۱۔ دلائل النبوہ للبیہقی، ۵: ۴۸۹ — ۲۔ تاریخ ابن عساکر، ۲: ۶۰۔ ۳۵۹ ==

Marfat.com

مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ
محبوب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا ہے،
مجھے ساری مخلوق میں سے سب سے
زیادہ محبوب وہی ہیں۔ اب جبکہ تم نے
اس کے وسیلہ سے مجھ سے دعا کی ہے
تو میں نے تجھے معاف کردیا اور اگر
محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی تخلیق
نہ کرتا۔

امام حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اگرچہ وہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا ضعف جانتے تھے۔ تاہم یہ حدیث بیان کرتے وقت انہوں نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کتاب میں پہلی حدیث ہے جو میں نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت کی ہے۔ امام بُلقینی نے بھی اپنے 'فتاویٰ' میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام تقی الدین سبکی نے 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام (ص: ۱۔۱۲۰)' میں امام حاکم کے قول کی تصدیق کی ہے، اگرچہ وہ اس کے متعلق امام ابن تیمیہ کی تنقید اور رد جانتے تھے، مگر انہوں نے اسے مسترد کیا ہے۔

بہت سے علماء، مفسرین اور محدثین نے اپنی کتب میں اس واقعے کو اور ان

= = ۳۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۷:۲۵۹، رقم: ۴۶۹۸

۴۔ المعجم الصغیر للطبرانی، ۲:۳۔۸۲

۵۔ مجمع الزوائد، ۸:۲۵۳

۶۔ البدایہ والنہایہ، ۱:۱۳۱

۷۔ الجوہر المنظم: ۶۱

کلماتِ توسُّل کو بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ ان میں اور پہلے بیان کئے گئے کلمات پر مبنی روایات میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ یہ کلمات بھی اسی دعا کا اضافی حصہ ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ اور واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور یہ مبارک وسیلہ قبولیتِ دعا کے لئے اکسیر ہے۔

امام احمد بن محمد قسطلانی نے حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم ﷺ سے توسُّل کرنا 'المواہب اللدنیۃ (۱: ۲-۸۱، ۴: ۵۹۴)' میں احادیث سے ثابت کیا ہے۔ اور امام زرقانی نے اس کی 'شرح (۱: ۲۰-۱۱۸، ۱۲: ۲۱-۲۲۰)' میں اس کی تصدیق کی ہے۔

محدث ابن الجوزی نے اپنی کتاب 'الوفاء بأحوال المصطفیٰ' کے پہلے باب (۱: ۳۳) میں اسے بیان کیا ہے۔ کتاب کے تعارف میں وہ لکھتے ہیں: 'اس کتاب میں میں نے صحیح احادیث کو ضعیف کے ساتھ نہیں ملایا۔ اسی صفحہ پر انہوں نے ایک حدیث میسرۃ سے روایت کی ہے کہ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا: 'جب شیطان نے حضرت آدم و حوا علیہما السلام کو بہکایا تو انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کے وسیلے سے اللہ سے معافی طلب کی۔' ابن الجوزی نے اسی کتاب کے باب 'نبی ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت (۱: ۳۵۹)' میں لکھا ہے: 'یہ آپ ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت (کی حقیقت) کے اظہار کا حصہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کو عطا کی جانیوالی حرمت (تقدس و پاکیزگی) کے وسیلہ سے اپنے رب سے معافی مانگی، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے 'نشر الطیب' کی دوسری فصل (ص: ۲۰) کا آغاز

Marfat.com

ہی انہی احادیث کے بیان سے کیا ہے۔

حتی کہ حضرت آدم کو حضرت حوا علیہما السلام سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے وقت بھی حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا اور اسی کو اس عقد میں وسیلہ بنایا گیا۔ اسے امام ابن الجوزی نے 'سلوۃ الأحزان' میں بیان کیا ہے، اور امام صاوی نے اپنی تفسیر 'حاشیۃ الجلالین (۱:۲۳)' میں لکھا ہے:

و إنما هو ليُظْهِر قدر محمدٍ لآدم من أول قدم، إذ لولاه ما تَمَتَّعَ بزوجه، فهو الواسطة لكل واسطة حتى آدم۔

اور یہ (حکم الٰہی) اس لیے تھا کہ حضرت محمد ﷺ کی قدر و منزلت پہلے ہی قدم پر حضرت آدم علیہ السلام پر آشکار ہو جائے۔ (اور وہ یہ جان لیں کہ) اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو انہیں نعمتِ زوجیت بھی نہ ملتی، کیونکہ وہی ہر واسطہ کے لیے حقیقی واسطہ ہیں، حتی کہ آدم علیہ السلام کا بھی۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ روایت 'نشر الطیب (ص:۲۱)' میں نقل کی ہے۔

قاضی عیاض نے 'الشفا (۱: ۸-۲۲۷)' میں صحیح اور مشہور احادیث کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ سے توسّل کرنا بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابو محمد المکی اور ابو اللیث السمرقندی نے اسے ذکر کیا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت زیادہ ملتی جلتی حدیث الآجری (متوفی ۳۶۰ھ) نے بھی بیان کی ہے، کہ جن کے متعلق ملا علی قاری کہتے ہیں: 'الحلبی کا قول ہے کہ یہ (الآجری) امام و مرشد ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ البغدادی معلوم ہوتے ہیں کہ جنہوں نے 'الشریعۃ فی السنۃ'، 'الأربعون'

Marfat.com

اور دوسری کتابیں تالیف کیں' ۔❁

ملا علی قاری کے اس قول کی تصدیق امام ابن تیمیہ نے ان الفاظ میں کی ہے:

'یہ حدیث شیخ ابوبکر الآحمری نے اپنی کتاب 'الشریعۃ (ص: ۴۲۷)' میں بیان کی ہے۔❁❁

امام جلال الدین سیوطی نے یہ حدیث تفسیر 'الدر المنثور (۱:۵۸)' اور 'الخصائص الکبریٰ (۱:٦)' کے علاوہ 'الریاض الأنیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ (ص:۹۔۴۸)' میں بھی بیان کی ہے، جہاں وہ کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اتنے بڑے پایہ کے علماء و محدثین کرام کا اس حدیث پاک کو روایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ توسُّلِ آدم علیہ السلام والی روایت بڑی قوی ہے۔ اس حدیث پاک کو نقل کرنے والے علماء میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب کے لئے شرط لگائی کہ وہ کوئی موضوع روایت اس میں درج نہیں کریں گے۔

جیسا کہ امام بیہقی نے 'دلائل النبوۃ' کے تعارف میں کہا کہ انہوں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کو لیا ہے۔ عصرِ حاضر کے مشہور مکی عالم و محدث شیخ محمد بن علوی المالکی اپنی کتاب 'مفاہیم یجب أن تصحح' کے صفحہ ۱۲۷ پر امام بیہقی کی 'دلائل النبوۃ' کے بارے میں امام ذہبی کا بے لاگ تبصرہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

علیک بہ فإنہ کلہ ھدی و نور۔	تم اس کو لازم پکڑو کیونکہ یہ مکمل ہدایت و نور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ذہبی کا یہ قول 'المواہب اللدنیۃ' کی 'شرح (۱:۱۲۰)'

❁ شرح الشفاء لملا علی قاری، ۱:٦۔ ۳۷۵

❁❁ قاعدۃ جلیلۃ فی التوسُّل والوسیلۃ لابن تیمیہ: ۸۵۔۸۴

میں بیان کیا ہے۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ کا اپنے 'فتاویٰ (۲:۱۵۰)' میں اس کو نقل کر کے اس سے استشہاد کرنا بھی اس حدیث کے قوی ہونے کے لئے کافی ہے جبکہ عام طور پر ان کو متنازعہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ یہ حدیث اور ایک دوسری حدیث جو کہ میسرۃ سے مروی ہے، بیان کر کے کہتے ہیں: 'یہ دونوں احادیث اسی موضوع پر پائی جانے والی مستند احادیث کی تفسیر جیسی ہیں۔' اس قول کے بارے میں امام محمد بن علوی المالکی لکھتے ہیں:

فهذا يدل على أن الحديث عند ابن تيميه صالح للإستشهاد و الإعتبار، لأن الموضوع أو الباطل لا يستشهد به عند المحدثين۔ ❁

پس (ابن تیمیہ کا یہ بات کہنا) اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک معتبر ہے، کیونکہ موضوع یا باطل حدیث سے محدثین کے نزدیک استدلال نہیں کیا جاتا۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ توسُّل جائز امر ہے اور ضروری نہیں کہ جس ذات سے توسُّل کیا جائے وہ بوقتِ توسُّل موجود یا زندہ ہو اور یہ کہ عالَم میں حضور نبی اکرم ﷺ کے وجودِ جسدی سے پہلے توسُّل کیا گیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں حضرت آدم علیہ السلام جب 'أسالک بحقِ محمدٍ' کے الفاظ کے ذریعے ربّ کی بارگاہ میں اپنی خطا کی معافی کے لئے عرض کرتے ہیں تو رحمت باری تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے ان الفاظ کے انتخاب پر جوش میں آ جاتی ہے۔ اور 'فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ' کہہ کر انہیں بخشش و مغفرت کا مژدہ جانفزا سنا دیا جاتا ہے۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی ساری ذریّت (اولاد) کو اپنے اس عمل سے یہ تعلیم

❁ مفاہیم یجب أن تصحح: ۱۲۲

دے دی ہے کہ جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی و معصیت کے مرتکب ہو جاؤ اور تمہارا دامن گناہوں سے لت پت ہو جائے تو مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، بارگاہ الوہیت میں پختہ توبہ کا ارادہ لے کر اس کے حبیب مکرم ﷺ کے وسیلے سے دعا مانگو ،بارگاہ الوھیت سے تمہارے سارے گناہ اسی طرح معاف کر دیئے جائیں گے، جس طرح میری خطا کو وسیلہ مصطفےٰ ﷺ سے معاف کر دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے فرمایا:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيماً○❁

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کیلئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

۲۔ یہود کا حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانا

حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے پہلے یہود اپنے حریف مشرکینِ عرب پر فتح پانے کیلئے آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کرتے جسکے نتیجے میں فتح سے ہمکنار ہوتے۔ اس بات پر نص قرآنی شاھد عادل ہے۔

❁ النساء، ۴:۶۴

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ
يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ
فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ
فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ ❁

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (توراۃ) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی، حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے، سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد ﷺ اپنے اوپر نازل ہونے والی کتاب قرآن کے ساتھ) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اسی کے منکر ہوگئے، پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

آیت کریمہ میں بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول جن کے وسیلہ جلیلہ سے مشرکینِ عرب پر فتح پانے کے لئے یہود بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتے تھے جب وہ بزم آراء ہستی ہوئے تو وہ اپنے تعصب و عناد کی بنا پر آنے والے رسول کی کمال معرفت ہونے

❁ البقرہ، ۲: ۸۹

کے باوجود......جن کو ان کی آمد کی علامات سے جانتے پہچانتے بھی تھے......ان کا انکار کر بیٹھے اور وادی کفر میں سرگرداں ہو گئے۔ جب انہوں نے اپنے کفر کا اظہار کیا تو غیرت حق جوش میں آ گئی اور فرمایا:

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ○۞ پس (ایسے دانستہ) انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

بات چونکہ حضور نبی اکرم کی عظمت و رفعت اور نبوت و رسالت کے انکار سے متعلق تھی اس لئے شعلۂ غضبِ الٰہی بھڑک اٹھا، اور وہ ملعون قرار پائے حالانکہ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر کفار کا ذکر آیا ہے مگر لعنت کا ذکر ہر مقام پر نہیں آیا کیونکہ اس کا ذکر اُس جگہ آتا ہے جہاں باری تعالیٰ کا غضب جوش مارنے لگے اور وہ جرم نا قابل معافی اور شدید مقامِ ناراضگی ہو۔ سورۃ البقرہ اور سورۃ الانفال میں حضور نبی اکرم ﷺ کے منکرین پر جتنی کثرت کے ساتھ لعنت کی گئی ہے اتنی کثرت کے ساتھ کسی اور سورت میں نہیں کی گئی۔ ان آیات کے پس منظر اور سیاق و سباق کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ لعنت الٰہیہ کے نزول کی وجہ شان رسالت مآب ﷺ کا انکار، اس کی عظمت و رفعت سے بیزاری اور اس کے ذکر میں بخل و حسد ہے۔

قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مفسرین کی اکثریت نے اس آیت کریمہ کا جو معنی بیان کیا ہے وہ اصلاً حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے۔ ۞۞ اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے واسطہ و وسیلہ سے دعا کرنے کی برکت کا ذکر ہے کہ خود اہلِ کتاب، حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے، کفار و مشرکین عرب سے جنگوں کے

۞ البقرہ، ۲:۸۹

۞۞ تنویر المقباس: ۱۳

Marfat.com

دوران اللہ تعالیٰ سے اپنے کامیابی و کامرانی کی دعا، آنحضرت ﷺ کے وسیلے سے مانگا کرتے تھے۔ ان کی دعا کے کلمات یہ تھے:

اللھم! انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نَجِدُ نعتہ و صفتَہ فی التوراۃ۔✿

اے اللہ! زمانہ آخر میں بھیجے جانے والے نبی (ﷺ) کہ جن کی تعریف اور صفات ہم تورات میں پاتے ہیں، کے وسیلے سے ہماری مدد فرما۔

بعض روایات میں حضور ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ قرآن مجید کا ذکر بھی آیا ہے۔ یہاں یہود کی مذمت اسی حوالے سے کی گئی ہے کہ مقامِ تأسف ہے کہ جب تک حضور ﷺ کی بعثت نہ ہوئی تھی تو کامیابی کی دعائیں بھی انہی کے وسیلے سے مانگتے تھے مگر جب آپ ﷺ تشریف لے آئے تو ان کے منکر ہوگئے۔ مفسرین کرام نے اس حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام قرطبیؒ

قال ابن عباس: کانت یھود خیبر تقاتل غَطَفان فلما التقوا ھزمت یھود، فعادت یھود بھذا الدعاء و قالوا: إنا نسألک بحق النبی الأمّیّ

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلے سے بر سر پیکار رہا کرتے تھے۔ پس جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو یہودی شکست کھا گئے۔ پھر انہوں نے یہ دعا پڑھتے

✿ الکشاف، ۱:۱۲۳

Marfat.com

الذی وعدتنا أن تخرجه لنا فی آخر الزمان إلا تنصرنا علیهم۔ قال: فکانوا إذا التقوا دعوا بهذا الدعاء فهزموا غَطَفان، فلما بُعِث النبیﷺ کفروا، فأنزل الله تعالیٰ: ﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ أی بک یا محمد۔❁

ہوئے دوبارہ حملہ کیا: ''(الٰہی!) ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس نبی امیﷺ کے وسیلہ سے جنہیں تو نے آخری زمانہ میں ہمارے لیے بھیجنے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب بھی وہ دشمن کے سامنے آئے تو انہوں نے یہی دعا پڑھی اور غطفان (قبیلہ) کو شکست دی۔ لیکن جب نبی اکرمﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے (آپﷺ کا) انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ''حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزماں حضرت محمدﷺ اور ان پر اترنے والی کتاب قرآن کے وسیلے سے) کافروں پر فتحیابی (کی دعا) مانگتے تھے۔'' یعنی اے محمد! آپ کے وسیلہ سے (فتح کی دعا مانگا کرتے تھے)۔

❁ الجامع لأحکام القرآن، ۲: ۲۷

Marfat.com

۲۔ علامہ آلوسی

نزلت فی بنی قُرَيظه و النَّضِير كانوا يستفتحون على الأوُس و الخَزْرَج برسول اللهﷺ قبل مبعثه۔ قاله ابن عباس وقتاده۔ و المعنى يطلبون من الله تعالىٰ أن ينصرهم به على المشركين، كما روى السُّدِّیّ أنهم كانوا إذا اشتد الحرب بينهم و بين المشركين أخرجوا التوراة و وضعوا أيديهم على موضع ذكر النبیﷺ، و قالوا: اللهم! إنا نسألک بحق نبيک الذی وعدتنا أن تبعثه فی آخر الزمان أن تنصرنا اليوم على عدونا، فيُنصَرون۔⁂

یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی جو اوس اور خزرج پر حضورﷺ کی بعثت سے قبل آپﷺ کے وسیلے سے فتح یابی کی دعا مانگتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی بات کو بیان کیا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے کہ اس نبی کے وسیلے سے مشرکین کے خلاف ان کی نصرت فرمائے جیسا کہ السدی نے بیان کیا ہے کہ جب ان کے اور مشرکین کے درمیان لڑائی زوروں پر آجاتی تو وہ تورات شریف کھول کر اس مقام پر جہاں حضور نبی اکرمﷺ کا ذکر ہوتا ہاتھ رکھ دیتے اور دعا کرتے: اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس نبی کے صدقے دعا کرتے

⁂ تفسیر روح المعانی، ۱: ۳۲۰

Marfat.com

ہیں جنہیں تو نے آخری زمانے میں مبعوث فرمانے کا ہم سے وعدہ کیا ہے، آج ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری نصرت فرما۔ پس (اس دعا کی برکت سے) انکی مدد کی جاتی۔

۳۔ امام رازی

أن اليهود من قبل مبعث محمد عليه السلام و نزول القرآن كانوا يستفتحون أى يسألون الفتح والنصرة، و كانوا يقولون: اللهم! افتح علينا و انصرنا بالنبى الأمى۔ ❀

حضرت محمد ﷺ کی بعثت اور نزول قرآن سے قبل یہود (ان کے وسیلے سے) فتح کی دعا مانگا کرتے تھے یعنی فتح اور مدد طلب کرتے تھے، اور یہ الفاظ کہا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں اُمّی نبی ﷺ کے صدقے فتح و نصرت عطا فرما۔

۴۔ امام جلال الدین محلی و امام جلال الدین سیوطی

اللهم! انصرنا عليهم بالنبى المبعوث في آخر الزمان۔ ❀❀

اے اللہ! آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کے وسیلے سے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔

❀ التفسیر الکبیر، ۳: ۱۸۰

❀❀ تفسیر جلالین کلاں، ۱۱

۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

یستنصرون، أی علی مشرکی العرب، ویقولون: اللھم! انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة۔ ❁

وہ مشرکین عرب پر فتح مانگتے تھے اور کہتے: اے اللہ! آخری زمانے میں بھیجے جانے والے جس نبی کی صفت ہم (اپنی کتاب) تورات میں پاتے ہیں، ان کے وسیلہ سے ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔

۶۔ امام ابن کثیر

کانت الیھود تستنصر بمحمد ﷺ علی مشرکی العرب۔ ❁❁

یہود مشرکین عرب پر حضور ﷺ کے وسیلہ سے غلبہ کی دعا مانگتے تھے۔

۷۔ امام جلال الدین سیوطی

۱۔ عن ابن عباس، قال: کانت یھود بنی قریظة و النضیر من قبل أن یبعث محمد ﷺ یستفتحون اللہ، یدعون علی الذین کفروا، و یقولون:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل کفار پر غلبہ کی دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے: اے اللہ! ہم اُمّی نبی ﷺ کے وسیلے سے

❁ التفسیر المظہری، ۱:۹۴

❁❁ تفسیر القرآن العظیم، ۱

اللهم! إنا نستنصرک بحق النبی الأمی إلاّ نصرتنا علیهم، فیُنصَرون۔❁

تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں کہ ہمیں ان پر غلبہ عطا فرما۔ پس ان کی مدد کی جاتی۔

اسی طرح یہ روایت بھی ہے:

۲۔ عن ابن عباس، قال: کان یهود أهل المدینة قبل قدوم النبی ﷺ إذا قاتلوا من یلیهم من مشرکی العرب من أسد و غطفان و جُهَینة وعُذرَة یستفتحون علیهم و یستنصرون یدعون علیهم باسم نبی الله، فیقولون: اللهم، ربنا! انصرنا علیهم باسم نبیک و بکتابک الذی تنزل علیه الذی وعدتنا أنک باعثه فی آخر الزمان۔❁❁

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودِ مدینہ حضور نبی اکرم ﷺ کی (اس دنیا میں) تشریف آوری سے قبل جب وہ مشرکینِ عرب میں سے اسد، غطفان، جہینہ اور عذرہ سے جنگ کرتے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی کے صدقے اس پر فتح و نصرت حاصل کرنے کی دعا کرتے، اور کہتے: اے اللہ، ہمارے رب! اپنے اس نبی کے اسم گرامی اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کے صدقے ہمیں نصرت عطا فرما، جن کی آخری زمانے میں بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔❁❁❁

❁ الدر المنثور، ۱:۸۸

❁❁ الدر المنثور، ۱:۸۸==

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی اہل کتاب آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو بطور وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے تھے۔ اگر ہم غور

== اسی طرح کی روایات مندرجہ ذیل کتبِ تفاسیر میں بھی بیان کی گئی ہیں:

۱۔ تفسیر مجاہد، ۱:۸۳

۲۔ تفسیر غریب القرآن: ۵۸

۳۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری، ۱:۳۲۵

۴۔ معالم التنزیل، ۱:۹۳

۵۔ کشف الاسرار وعدۃ الابرار، ۱:۲۷۲

۶۔ زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی، ۱:۱۱۴

۷۔ تفسیر البیضاوی، ۱:۱۲۲

۸۔ المدارک (تفسیر النسفی)، ۱:۶۱

۹۔ نظم الدرر فی تناسب الآیات والسُّوَر، ۲:۷۔۳۶

۱۰۔ لباب التأویل فی معانی التنزیل، ۱:۶۵

۱۱۔ تفسیر البحر المحیط، ۱:۳۰۳

۱۲۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۱:۲۳

۱۳۔ ارشاد العقل السلیم إلی مزایا القرآن الکریم (تفسیر ابی السعود)، ۱:۱۲۸

۱۴۔ تفسیر روح البیان، ۱:۱۷۹

۱۵۔ الفتوحات الالہیۃ، ۱:۸۔۷۷

۱۶۔ فتح القدیر للشوکانی، ۱:۱۱۲

۱۷۔ تفسیر المنار، ۱:۳۸۱

۱۸۔ تفسیر السراج المنیر، ۱:۷۶

۱۹۔ التفسیر المنیر، ۱:۲۰۔۲۱۹

۲۰۔ کتاب التسہیل لعلوم التنزیل لابن جزی، ۱:۵۳

۲۱۔ الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم، ۱:۹۶

تفاسیر کے علاوہ اسی طرح کی روایات احادیث وسیرت کی کتب میں بھی بیان کی گئی ہیں:

۱۔ المستدرک للحاکم، ۲:۲۶۳

۲۔ الشریعۃ للآجُرّی: ۸۔۴۴۶

۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۲:۷۶۔۷۷

۴۔ دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۵۔۴۴

۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ۲:۵۔۲۷۴

کریں تو معلوم ہوگا کہ تمام اجل معتمد اکابر محدثین اور مفسرین کرام نے اپنی کتب کو ان روایات سے زینت بخشی ہے۔ لہذا یہ غلط فہمی بھی دور ہونی چاہئے کہ شاید یہ روایات درجے کے اعتبار سے کم تر ہیں کیونکہ جو روایت تفسیر کے لئے قابل حجت ہوتی ہے وہ درجہ قبولیت میں ہوتی ہے۔ اور اس روایت کو تو ایک ہزار سال کے دوران جتنے بھی مفسرین گزرے ہیں سب نے نقل کیا ہے، کسی نے تفسیر القرآن بالقرآن اور کسی نے تفسیر القرآن بالحدیث کے تحت۔ مختلف ادوار میں مفسرین کرام، محدثین اور فقہاء وائمہ کا اس پر متفق ہونا بڑا اہم اور قابل اعتماد امر ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تو اسرائیلیات سے آئی ہیں تو اس حوالے سے بھی یہ امر ذہن نشین رہے کہ بنی اسرائیل سے روایات لینے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حَدِّثوا عن بنی إسرائیل و لا حرج۔ ❁

بنی اسرائیل سے روایات لو اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

بعد از وصال توسُّل بالنبی ﷺ کا جواز

جس طرح اس آیت کریمہ سے قبل از ولادت و بعثت آپ ﷺ سے توسُّل کا ثبوت ہے اسی طرح یہی آیت بعد از وصال بھی آپ ﷺ سے توسُّل پر شاہد

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۱:۴۹۱

۲۔ سنن ابی داؤد، ۲:۱۵۹

۳۔ جامع الترمذی، ۲:۹۱

۴۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۹:۶۲، رقم: ۶۵۳۶

۵۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۵۶

۶۔ مسند احمد بن حنبل، ۲:۵۰۲، ۴۷۴، ۲۰۲، ۱۵۹

۷۔ مجمع الزوائد، ۱:۱۵۱

۸۔ المطالب العالیہ، ۱:۱۹۲، رقم: ۶۸۸

۹۔ المطالب العالیہ، ۳:۲۸۰، رقم: ۳۴۷۸

Marfat.com

عادل ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس آیہ کریمہ سے بعد از وصال توسّل بالنبی ﷺ کا کیا ثبوت ہے؟ جواب یہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ ابھی اس دنیا میں تشریف نہ لائے تھے اور اس وقت اگر وسیلہ جائز تھا تو اب وصال مبارک کے بعد وسیلہ کیسے ناجائز ہوسکتا ہے؟

ولادتِ مصطفےٰ ﷺ سے قبل حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کا توسّل اور وسیلہ پکڑنے والے یہود اہل ایمان تھے، انبیاء وصلحاء کی قیادت میں جنگ لڑتے تھے اور یہ کافر تو اس وقت ہوئے جب نبی محمد ﷺ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس سرزمین کو شرف بخشا۔ اس سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کے چرچے اور تذکرے خود اہل کتاب کیا کرتے تھے۔ اپنے بچوں کو آپ ﷺ کا ذکر سناتے اور مدح کرتے اور آپ ﷺ کی بعثت کے منتظر تھے۔ مگر کیا ہوا؟ وہی نبی برحق ﷺ جن کا برسوں سے انتظار کر رہے تھے، شب و روز جن کے تذکرے کرتے تھے اور جن کے توسّل سے فتح و کامرانی کیلئے دعائیں مانگتے تھے، جب وہ مبعوث ہوئے تو حسد اور تعصب و عناد کی وجہ سے کامل معرفت کے باوجود ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر بیٹھے۔

غرضیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کا یہ توسّل اور وسیلہ آپ ﷺ کے ظہور ولادت سے پہلے کا ہے لیکن بیک وقت یہی آیت بعد از وصال آپ ﷺ کے توسّل اور وسیلہ کے جائز ہونے پر بھی دلالت کرتی ہے۔

فصل دُوُم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاتِ ظاہری میں توسُّل

Marfat.com

Marfat.com

خاصۂ خاصان رسل ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی یہ شانِ امتیاز ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت بلکہ ولادت سے قبل بھی آپ ﷺ سے توسُّل ہوتا رہا۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور پھر یہود کا آپ ﷺ کو وسیلہ بنانے کا بیان گزشتہ فصل میں گزرا۔ جب امم سابقہ آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں دشمنوں پر فتح اور اپنے گناہوں کی مغفرت کیلئے التجائیں کرتی تھیں تو امت مصطفوی تو بطریق اولیٰ آپ ﷺ کے توسُّل کی حقدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں صراحۃً اس بات کا ثبوت پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ نے امت مرحومہ پر بے شمار انعامات فرمائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے توسُّل کیا، آپ ﷺ نے ان کو یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست سوال کیا کرو بلکہ آپ ﷺ نے تو خود ان کو وسیلہ کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ سے توسُّل پر قرآن حکیم سے جو دلائل بطورِ استشہاد ثابت ہیں وہ درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر ۱: حضور نبی اکرم ﷺ کے توسُّل سے امت سے عذاب کا ٹل جانا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہری میں توسُّل کے بارے میں قرآن حکیم ہماری رہنمائی یوں فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ

فِيهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیب مکرم!) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں۔

باری تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے اپنے نظام کو بدل دیا۔ امم سابقہ جب ایک خاص وقت اللہ کی تک نافرمانی میں تمام حدود تجاوز کر جاتیں اور پیغام حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیتیں تو اس نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں عذاب الٰہی کی گرفت میں آجاتیں۔ کبھی ان پر آسمانوں سے پتھر برسائے جاتے' کبھی صورتیں مسخ کر دی جاتیں اور کبھی سیلاب میں غرق کر دیئے جاتے غرضیکہ طرح طرح کے عذاب ان پر مسلط کر دیئے جاتے جن سے پتہ چل جاتا کہ ان کی نافرمانی کے باعث انہیں عذاب کی گرفت میں لیا گیا ہے۔ مگر جوں ہی حضور نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ ﷺ کے وجود اقدس کی برکت و توسّل سے باری تعالیٰ نے اپنا قانون وضابطہ تبدیل کر دیا۔ آپ ﷺ کے باعث نہ صرف امتِ اجابت (مؤمنین و مسلمین) بلکہ امتِ دعوت (کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ) سے بھی دنیاوی عذاب اٹھا لئے گئے۔ یہ عذاب کا اٹھایا جانا کسی خاص وقت اور زمانے کیلئے نہ تھا' بلکہ یہ ابد الاباد تک حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کے ساتھ لازم کر دیا گیا ہے۔ جب تک آپ ﷺ کی نبوت و رسالت موجود رہے گی' اس وقت تک عذاب الٰہی نہیں آئے گا اور بلاشبہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت قیامت تک جاری و ساری

۝ الانفال، ۸: ۳۳

رہے گی کیونکہ وَأَنْتَ فِيهِمْ کی برہان قطعی کی بنا پر حضور نبی اکرم ﷺ کا وجود اقدس رحمت الٰہی کا باعث بن گیا۔ لہٰذا جب تک وجود مصطفےٰ ﷺ باقی ہے تو خود رب کائنات کی ضمانت پر پہلی امم کی طرح نہ صرف یہ امت بلکہ تمام دنیائے انسانیت عالمگیر عذابوں میں گرفتار نہیں ہوگی۔ پس عذاب الٰہی اور نوعِ بشر کے درمیان حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ جلیلہ ایک لاک (barrier) بن گیا ہے۔

واسطۂ رسالت قبولیتِ استغفار کیلئے شرط ہے

مذکورہ آیہ کریمہ میں دو وسیلے ہیں: ایک حضور نبی اکرم ﷺ کا وسیلہ ہے اور دوسرا ذکرِ الٰہی (استغفار) کا ہے کہ باری تعالیٰ گنہگاروں کو اس وجہ سے بھی عذاب نہیں دیتا۔ گویا کہ استغفار بھی عذاب کو ٹالنے کا وسیلہ بن جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کا وسیلہ ہونا پہلے بیان کیا اور اپنی بارگاہ میں استغفار کا بعد میں۔ اس ترتیب کا بغور جائزہ لینے سے یہ حکمت سامنے آتی ہے کہ استغفار اور توبہ انہی لوگوں کی قبول ہوگی جو حضور علیہ السلام کے ساتھ متعلق ہیں اور آپ ﷺ کے دامن سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کی استغفار قبول کرنا اس بات پر منحصر ہے کہ وہ محض آپ ﷺ کی نبوت پر ہی ایمان نہ لائیں بلکہ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی مانیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آج بھی ہم میں موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ جب یہ عقیدہ پختہ ہو جائے گا تو پھر ہمارے توبہ و استغفار سے عذاب ٹل جائے گا۔

کفار و مشرکین کا چیلنج

تعجب خیز امر یہ ہے کہ کفار و مشرکین چیلنج کرتے: اے اللہ! ہم تیرے نازل کردہ قرآن کو نہیں مانتے، اگر یہ قرآن، جس کے ہم انکاری ہیں، حق ہے تو ہم پر عذاب نازل

Marfat.com

فرما۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے ان کے عذاب کو دعوت دینے کا ذکر کیا ہے:

وَ إِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۞

اور جب انہوں نے (طعنا) کہا: اے اللہ! اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو (اس کی نافرمانی کے باعث) ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔

کفار و مشرکین نے یہ چیلنج قرآن کی حقانیت و صداقت کو پرکھنے کے لیے کیا۔ مگر اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس سے متصل آیت میں فرمایا کہ اگر میرا محبوب تم میں نہ ہوتا تو تمہارا غرور و تکبر بھی سابقہ قوموں کی طرح ضرور ختم ہو جاتا۔ اب میری رحمت کو گوارا نہیں کہ ایک طرف میرا محبوب تم میں موجود ہو اور دوسری طرف تم پر عذاب بھی نازل ہو اس لئے کہ میں نے اپنے حبیب ﷺ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۞۞

اور (اے رسول محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔

یہاں پر خدا تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ اس کے حبیب کی شانِ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنِىْ اور سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۳ میں کیا گیا اس کا اعلان کفار و مشرکین کی نافرمانی و معصیت کے باوجود ان پر عذابِ الٰہی کے نازل ہونے میں مانع ہے، وگرنہ تاریخ

۞ الانفال، ۸:۳۲

۞۞ الانبیاء، ۲۱:۱۰۷

Marfat.com

انسانی گواہ ہے کہ ان جیسے سرکش اور باغی اپنی نافرمانی کے باعث کسی دور میں بھی اس کے عذاب سے محفوظ نہیں رہ سکے اور بالخصوص وہ قومیں جنہوں نے تکبر و غرور کا مظاہرہ کیا اور اس کے عذاب کو دعوت دی تو ان میں سے کسی کی صورتیں مسخ ہو کر بندروں کی صورت میں ڈھل گئیں، کوئی غرقِ آب ہوا اور کوئی خوفناک آواز سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ غرضیکہ جیسی انہوں نے نافرمانی کی ویسے ہی عذاب سے انہیں دوچار کر دیا گیا۔

قرآنی جواب

یہ بات قابل توجہ ہے کہ کفار و مشرکین نے اپنی دائمی کفر والی نفسیات کے مطابق جب آیہ مذکورہ میں قرآن کے حق ہونے کو عذابِ حجار اور عذابِ الیم کے نزول سے مشروط کیا تو اس کے جواب میں اس آیت سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس چیلنج کا جواب دیا اور اپنے محبوب ﷺ کی عظمت و رفعت اور شانِ رحمت کو اجاگر کر دیا اور یوں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس دنیوی زندگی میں کفار و مشرکین سے بھی عذاب کے ٹلنے کا وسیلہ بن گئی۔

اس کی تائید سورہ آل عمران سے بھی ہوتی ہے جس میں وَ فِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ کی ضمانت رشد و ہدایت کا باعث بن جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ أَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗط وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO۞	اور تم (اب) کس طرح کفر کرو گے حالانکہ تم وہ (خوش نصیب) ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور تم میں (خود) اللہ کے رسول موجود ہیں، اور

۞ آل عمران، ۳:۱۰۱

Marfat.com

جو شخص اللہ (کے دامن) کو مضبوط پکڑ لیتا
ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف
ہدایت کی جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے پہلے یہ بیان ہو رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹانے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتے رہے جن میں سے ایک سنگین ترین یہ تھا کہ وہ صبح مسلمان ہو جاتے اور شام کو یہ کہہ کر کافر ہو جاتے کہ ہمیں تو دینِ اسلام پسند نہیں آیا۔ اس ذہنیت میں پسِ پردہ نیتِ بد اور یہ سازش کارفرما ہوتی کہ کفر کی طرف ہمارا دوبارہ پلٹنا دیکھ کر ممکن ہے کوئی کمزور عقیدہ مسلمان بھی دوبارہ کفر اختیار کر لے۔ یعنی یہ سوچی سمجھی اسلام سے بیزار کرنے کی ایک چال تھی جسے باری تعالیٰ نے بے نقاب کر دیا کہ رسول ﷺ کی موجودگی کے باعث وہ اپنے برے عزائم میں ناکام و خاسر رہیں گے۔ علاوہ ازیں آیۃ کریمہ کے سیاق و سباق کے حوالے سے اہل ایمان کو اطمینان دلاتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمہیں کفر کی طرف پلٹنے اور ایمان کے ضائع ہو جانے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے ایک ہی نسخہ ہے اور وہ نسخہ وسیلہ ہے۔ اسے پیش نظر رکھنے اور اختیار کرنے سے کبھی بھی تم مومن ہونے کے بعد کفر کی طرف نہیں پلٹو گے اور وہ وسیلہ تمسُّک بالقرآن اور تمسُّک بالرسول ﷺ (قرآن اور رسول ﷺ کو تھامے رہنا) ہے۔ یہ دو وسیلے تمہیں حالت ایمان میں قائم رکھنے کے لیے کافی ہوں گے۔

لطیف نکتہ

اس آیۃ کریمہ میں عقیدۂ رسالت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔
یہاں یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے اندر قرآن موجود ہے بلکہ فرمایا کہ تمہارے اندر رسول ﷺ

موجود ہیں۔ یہ بھی تو فرمایا جا سکتا تھا کہ تم کیسے کافر ہو سکتے ہو حالانکہ تمہارے اندر قرآن بھی ہے اور رسول ﷺ بھی موجود ہیں' مگر یہ انداز بھی اختیار نہیں کیا۔ جب اپنی کتاب کا ذکر کیا تو فرمایا کہ تمہارے اوپر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ خالی کتاب کا ہونا کفر کی طرف پلٹنے سے نہیں بچا سکتا بلکہ کوئی کتاب پڑھ کر سنانے والا بھی ہونا چاہیے اور وہ میرا محبوب ہے جو تمہیں میری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور وہ خود سراپا قرآن ہیں۔ اس لئے قرآن حضور نبی اکرم ﷺ کے فرائض چہارگانہ میں سے تلاوت آیات کے فریضے کو یوں بیان کرتا ہے:

رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ۔ ❁	(اور) ایک ایسا رسول (بھیجا ہے) جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔

باری تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ قرآن حکیم کا جو بھی فیض ملتا ہے وہ رسول ﷺ کی تلاوت سے ملتا ہے۔ تو قرآن سے تمسک اگر رسول ﷺ کے واسطہ سے ہوگا تو فیض ملے گا ورنہ گمراہی تمہارا مقدر بن جائے گی۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ ❁❁	اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے' اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

عجب طرفہ صورت حال ہے کہ وہی قرآن سب کے پاس ہوگا' مگر کچھ لوگ اس سے گمراہی حاصل کریں گے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

❁ الطلاق، ۶۵:۱۱

❁❁ البقرۃ، ۲:۲۶

Marfat.com

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرٰطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥ ❀ : اور جو شخص اللہ (کے دامن) کو مضبوط پکڑ لیتا ہے تو اسے ضرور سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی جاتی ہے۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کا دامن کیا ہے؟

اللہ کا دامن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ قرآن کی زبان میں حضور علیہ السلام کی غلامی کا نام اَلْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ ہے۔ اللہ کے محبوب کا دامن تھام لیا جائے تو یہی اَلْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ ہے اور پھر جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اسوہ میں اپنی زندگی کو ڈھال لیتا ہے تو ہدایت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۲: صحابہ کرام کی معافی بوسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے کہ جب کچھ صحابہ کرام جن کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص جگہ (دَرَّہ) پر ذمہ داری لگائی تھی اور مزید برآں تاکید فرمائی تھی کہ فتح ہو یا شکست تم نے ہرگز اپنی جگہ نہیں چھوڑنی لیکن ان میں سے کچھ حضرات نے مال غنیمت کے حصول کیلئے دَرَّہ کو چھوڑ دیا جس کے باعث کفار و مشرکینِ مکہ نے پیچھے سے پلٹ کر حملہ کر دیا جس سے لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی' انتشار پیدا ہو گیا اور بہت سے صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے منتشر صحابہ کو اپنی طرف بلایا' بعد ازاں وہ جم کر لڑے اور فتح پائی۔ پھر اگلے دن جب جنگ احد سے واپس پلٹے تو حضور علیہ السلام نے ایک اور معرکے کی دعوت دے دی' زخموں سے چور چور اور نڈھال جسم صحابہ کرام دوبارہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اس جانثاری پر اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحم آ گیا۔ باری تعالیٰ نے چاہا کہ احد

❀ آل عمران، ۳:۱۰۱

Marfat.com

والے دن صحابہ کرامؓ سے جو خطائیں ہوئی تھیں مثلاً:

۱۔ مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لیے درہ چھوڑنا

۲۔ میدان جنگ میں حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے جانا

جن سے لشکر اسلام کو بہت نقصان ہوا حتی کہ خود سرور کائنات ﷺ کا چہرہ اقدس زخمی ہو گیا۔ اتنی بڑی نا قابل معافی خطا پر رحمت حق، ندائے مصطفےٰ ﷺ پر پہلے معرکے سے فراغت کے فوری بعد دوسرے معرکے کیلئے تیار ہو جانے اور جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر جانثاری کا مظاہرہ کرنے پر جوش میں آ گئی اور صحابہ کرام کی اس عظیم جانثاری پر انہیں معاف کرنے کا ارادہ فرما لیا تو اپنے حبیب سے فرمایا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ ❁ — سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے بخشش مانگا کریں۔

اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مغفرت کی سفارش کی گئی ہے۔ گویا صحابہ کرامؓ کو معافی کا پروانہ اس وقت تک جاری نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار کا وسیلہ شامل نہ ہو جائے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنی شان جلالت کے مطابق معاف کرنے کا مالک ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس باب میں اس کے ماذون بندے ہیں۔ مالک معاف فرمانا چاہتا ہے اور ماذون سے فرماتا ہے کہ میرے محبوب! میں تیرے صحابہ کو معاف فرمانا چاہتا ہوں، پہلے تو انہیں معاف کر اور مجھ سے ان کی معافی کی درخواست کر، تاکہ میں انہیں تیرے کہنے پر معاف کر دوں۔ رب مالک ہو کر بھی اپنے اختیار خاص میں اپنے ماذون بندے کو کیسے اذن دے رہا ہے۔ اسی حقیقت کو اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا

❁ آل عمران، ۳:۱۵۹

Marfat.com

خانؒ نے یوں بیان کیا:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا

اگر ''تیرا میرا'' کا فرق ہوتا تو حضور نبی اکرم ﷺ سے پوچھے بغیر ہی معاف فرما دیا جاتا۔ لیکن باری تعالیٰ معاف بھی فرمانا چاہتا ہے اور اپنے محبوب کی سفارش کے بغیر معاف بھی نہیں فرماتا۔ اس لئے کہ

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفرّ مقرّ
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

دلیل نمبر ۳: ملتی ہے شفاعت کی خیرات مدینے میں

حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں توسُّل پر قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ بڑی قوی دلیل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً ۞

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان

۞ النساء، ۴: ۶۴

پاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو یہ ہدایت عطا فرمائی ہے کہ جب بھی وہ کوئی گناہ کر بیٹھیں یا ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس کی بخشش کیلئے اگر وہ درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وسیلہ کی بناء پر ان کو معاف فرما دے گا۔ منشاء ایزدی بھی یہی ہے کہ خطا کار اہل ایمان اپنے گناہوں کو بخشوانے کیلئے درِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو جائیں اور ان کا دامن رحمت پکڑ کر ان کے توسّل اور وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں التجا کریں۔ پھر جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی شفاعت کریں گے تو یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دے گا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں اس آیت کا اطلاق ہوتا تھا اسی طرح بعد از وصال بھی یہ جاری وساری رہے گا۔ (اسی باب کی فصل سوم میں اس پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔)

دلیل نمبر ۴: توسّلِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بینائی لوٹ آنا

آیات بینات کے علاوہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں توسّل کیا گیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حکم فرمایا۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن رجلاً ضرير البصر أتى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ادعُ الله لي أن يعافِيَني. فقال: إن شئتَ أخرتُ لك و هو خير، و إن

کہ ایک نابینا شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: (یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!) اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے عافیت عطا فرمائے۔

Marfat.com

شئتَ دعوتُ. فقال: ادعُه فأمره أن يتوضاء فيُحسنِ وضوئه، و يُصلی رکعتین، و یدعو بهذا الدعاء: اَللّٰهُمَّ! إِنِّی أَسأَلُکَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَیکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحمَةِ، یَا مُحَمَّدُ! إِنِّی قَدْ تَوَجَّهتُ بِکَ إِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی هٰذِهٖ لِتُقضٰی، اَللّٰهُمَّ! فَشَفِّعهُ فِیَّ۔ ۞

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں اس کو موخر کرتا ہوں اور یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو دعا کروں۔ اس نے عرض کیا: اس سے دعا فرمادیجئے۔ پس آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ، پھر یہ دعا کر: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف آپ کے نبی محمد ﷺ نبیِ رحمت کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری یہ

۞ ۱۔ سنن ابن ماجہ: ۱۰۰
۲۔ جامع الترمذی، ۲: ۱۹۷
۳۔ عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۴۱۷، رقم: ۶۵۸۔۹
۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۱۳۸
۵۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶: ۱۶۶
۶۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۳۱۳، ۵۱۹
۷۔ صحیح ابن خزیمۃ، ۲: ۲۲۵۔۲۲۶، رقم: ۱۲۱۹
۸۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ۱۲۳
۹۔ کتاب الأذکار للنووی: ۸۳
۱۰۔ اسد الغابۃ، ۳: ۵۷۱
۱۱۔ تحفۃ الاشراف، ۷: ۲۳۶، رقم: ۹۷۶۰
۱۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴: ۵۵۸
۱۳۔ الجوہر المنظم لابن حجر: ۶۱
۱۴۔ تحفۃ الذاکرین للشوکانی: ۱۹۴۔۱۹۵

Marfat.com

حاجت پوری فرمادے۔ اے اللہ! آپ
اپنے نبی کی شفاعت کو میرے حق میں
قبول فرمائیں۔

ابن ماجہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جبکہ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام حاکم کی بیان کردہ ایک اور روایت کے الفاظ ذرا مختلف ہیں جس میں حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، ایک نابینا شخص آیا، اس نے اپنی بینائی ختم ہونے کی شکایت کی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میری رہنمائی کرنے والا کوئی بھی نہیں اور میں سخت مشکل سے دوچار ہوں۔ اس کی بات سننے کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إئت الميضاة فتوضأ، ثم صل ركعتين ثم قُل: اللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ وَ أَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ فَيُجَلِّيْ لِي عَنْ بَصَرِي۔ اللّٰهُمَّ! شَفِّعْهُ فِيَّ وَ شَفِّعْنِي فِي نَفْسِي۔ قال عثمان: فو الله! ما تفرقنا و لا طال بنا الحديث حتى دخل الرجل و كأنه لم يكن به

وضو کے لیے لوٹا لاؤ، پھر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! میں آپ کے توسل سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھیں روشن کردے۔ اے اللہ! تو اپنے نبی کی شفاعت کو میرے بارے میں اور میری دعا کو بھی میرے حق میں قبول فرما۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ضرر قط۔ ۞ بن حنیف فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم ابھی مجلس سے اٹھے ہی نہ تھے اور نہ ہی کوئی طویل گفتگو کی کہ وہ شخص (صحیح سلامت آنکھوں کے ساتھ) داخل ہوا، گویا اس کو کوئی اندھا پن تھا ہی نہیں۔

امام حاکم نے اسے امام بخاری کی شرائط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، جبکہ امام ذہبی نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔

۞ المستدرک للحاکم، ۱:۷۔۵۲۶

علاوہ ازیں اس صحیح الاسناد حدیث پاک کو جن بڑے بڑے محدثین کرام نے نقل کیا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امام نسائی نے 'عمل الیوم واللیۃ' میں، ص:۴۱۸، رقم:۶۶۰

۲۔ امام بخاری نے 'التاریخ الکبیر' میں، ۶:۱۰۔۲۰۹

۳۔ امام احمد بن حنبل نے 'مسند' میں، ۴:۱۳۸

۴۔ امام بیہقی نے 'دلائل النبوۃ' میں ۶:۷۔۱۶۶،

۵۔ امام ابن السنی نے 'عمل الیوم واللیلۃ' میں، ص:۲۰۲، رقم:۶۲۲

۶۔ حافظ منذری نے 'الترغیب والترہیب' میں، ۱:۴۔۴۷۳

۷۔ علامہ سبکی نے 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام' میں، ص:۴۔۱۲۳

۸۔ امام ابن کثیر نے 'البدایۃ والنھایۃ' میں ۴:۵۵۹،

۹۔ امام سیوطی نے 'الخصائص الکبری' میں، ۲:۲۰۱

۱۰۔ امام قسطلانی نے 'المواہب اللدنیۃ' میں، ۴:۵۹۴

۱۱۔ امام زرقانی نے 'شرح المواہب اللدنیہ (۱۲:۲۔۲۲۱)' میں روایت کیا ہے۔

(نوٹ: اسی موضوع سے متعلق ایک اور حدیث پر بحث اگلی (تیسری) فصل میں ملاحظہ کیجئے۔)

Marfat.com

شیخ محمود سعید ممدوح اپنی کتاب 'رفع المنارہ (ص:۱۲۳)' میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا إسناد صحيح، و قد صححه غير واحد من الحفاظ فيهم الترمذي، و الطبراني و ابن خزيمه، و الحاكم و الذهبي۔	یہ تمام سندیں صحیح ہیں جن کو بہت سے حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے جن میں سے امام ترمذی' امام طبرانی' ابن خزیمہ' حاکم اور ذہبی بھی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہی اپنا حاجت روا سمجھ رہا ہے اور دستِ سوال بھی اسی کے آگے دراز کیا جارہا ہے' کہ وہی ناممکن کو ممکن کرنے کی قدرت رکھتا ہے لیکن یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ دعا کے کلمات خود حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس نے سکھلائے جن میں سوال اور توجہ بارگاہ الٰہی کو بنبیک محمدٍ ﷺ نبی الرحمةِ کے توسّل سے قبولیتِ سوال کو یقینی بنانے کیلئے مزین کیا جارہا ہے۔ توسّل میں فقط آپ ﷺ کی ذات اقدس کو ہی وسیلہ نہیں بنایا گیا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آپ ﷺ کو عطا کردہ شان رحمت للعالمینی کو بھی وسیلہ بنایا گیا ہے۔ گویا سائل یوں کہہ رہا ہے: باری تعالیٰ! میں تجھے تیرے سب سے زیادہ پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان رحمت للعالمینی کا واسطہ دے کر تجھ ہی سے مانگتا ہوں کہ میری ختم ہوجانے والی بینائی کو لوٹا دے اور میری آنکھوں کی ختم ہوجانے والی روشنی کو دوبارہ بحال کردے۔

دعا چونکہ وسیلہ مصطفےٰ ﷺ سے مانگی گئی تھی' اس لیے رب کی رحمت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ کوئی میرے نبی رحمت ﷺ کا وسیلہ دے کر مجھ سے مانگے اور اس کی دعا قبول نہ ہو' حتیٰ کہ دعا کی قبولیت کیلئے زیادہ وقت اور عرصہ بھی صرف نہ ہوا اور نہ ہی عالم اسباب حائل ہوا۔

Marfat.com

یہ توسّل مصطفےٰ ﷺ کی برکت تھی جس نے بینائی کو اس طرح فی الفور بحال کر دیا جیسے وہ گئی ہی نہیں تھی۔

دلیل نمبر ۵: حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے نزول باراں

حضور نبی اکرم ﷺ کے ظاہری حیات مبارکہ میں جب بھی بارش رکتی اور قحط کے آثار پیدا ہوتے تو صحابہ کرامؓ بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر بارگاہ خداوندی سے دعا کی التجا کرتے حالانکہ وہ خود بھی دعا کر سکتے تھے۔ اس بات میں تو شک کی گنجائش نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ دین کا فہم رکھنے والے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ اللہ کے خاص اور عام بندوں میں فرق ہوتا ہے۔ عام بندے کی دعا ردّ بھی کی جا سکتی ہے لیکن جو بندہ اس کا مقرب بن جائے اور وہ اسے محبوب رکھے تو ایسے بندے کی دعا کو فوری شرف قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آ کر صحابہ کرام کا ان کے وسیلہ سے دعائیں کرنے میں یہی راز تھا کہ لوگ عبد اور عبدہٗ کے فرق کو سمجھیں اور اللہ کے مقبول بندوں کے مقام و مرتبے سے آگاہ ہوں۔ چنانچہ جب بھی بارش رکتی اور قحط کا اندیشہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سیدھے بارگاہ مصطفوی ﷺ میں حاضر ہو جاتے اور رحمتِ خداوند کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرتے جب ان کی دعا کے وسیلہ سے فوری بارش ہو جاتی۔ کتب احادیث میں ایسے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ بکثرت ملتا ہے۔ یہاں ہم ان میں سے بعض کو نقل کرتے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ آپ ﷺ کے وسیلہ سے رحمتِ خداوند جوش میں آ جاتی ہے اور مجبور و محتاج لوگوں پر لطف و عنایات کا سامان پیدا ہو جاتا۔

Marfat.com

پہلا واقعہ

جب حضورﷺ ابھی بچے تھے تو اس دور میں زبردست قحط اور خشک سالی نے عوام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' لوگ پانی کی ایک ایک بوند کو ترس گئے اور ان کیلئے آسمان کو حسرت بھری نظروں کے ساتھ دیکھنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ بھوک سے ان کے جسم نڈھال ہو گئے' آہیں اور حسرتیں آنسوؤں میں ڈھل گئیں' مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا اور آسمان پر ایک بدلی بھی نمودار نہ ہوئی۔ آخر حضرت ابو طالب کو حضور نبی کریمﷺ کے وسیلے سے بارش مانگنے کی کارگر تدبیر سوجھی' چنانچہ حضرت ابو طالب کی قیادت و معیت میں تمام لوگ ایک میدان میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے حضورﷺ کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: ''اے پروردگار! اس حسین بچے کے طفیل ہم کو بارش عطا فرما' ہم اس کا وسیلہ تیرے دربار میں پیش کرتے ہیں۔'' آپ نے تین بار اسی طرح کہا اور وہ آسمان جو آگ برسانے کا منظر پیش کر رہا تھا، اچانک ابر آلود ہو گیا۔ ہر طرف گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور مینہ برسنا شروع ہو گیا' اتنی زبردست اور موسلا دھار بارش ہوئی کہ چھتوں کے پر نالے منہ زور نالوں کی طرح بہنے لگے۔ ❁

دوسرا واقعہ

اس واقعہ سے تقریباً پینتالیس سال بعد جب خاندان بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کیا گیا تو اس وقت حضرت ابو طالب نے ایک زوردار قصیدہ لکھا' جس میں اس

❁ ۱۔ تاریخ ابن عساکر بحوالہ المواہب اللدنیۃ، ۴:۳۔۲۷۲

۲۔ الروض الانف للسھیلی، ۱:۱۷۹۔

۳۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ۱۱:۴۔۱۴۳

Marfat.com

واقعہ کی طرف بھی اشارہ کیا اور اہل مکہ کو آگاہ کیا کہ ایسی بابرکت ہستی کو وہ تمہارے سپرد نہیں کریں گے بلکہ ان کے دفاع میں اپنی جان، اولاد اور ہر چیز قربان کر دیں گے۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اپنی یہ متاع بے بہا ان کے سپرد کر دیں گے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اس ایمان افروز قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے:

و أبيضُ يُستَسقَى الغمامُ بوجهِهِ
ثِمالُ اليَتامىٰ عِصمةٌ لِلأرامِلِ

(وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔)

حضرت ابن عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں:

مجھے بارہا ابوطالب کا یہی شعر یاد آجاتا تھا جب میں نبی کریم ﷺ کا چہرہ دیکھتا تھا اور آپ ﷺ بارش کی دعا میں مصروف ہوتے تھے۔ ابھی منبر شریف سے اترتے بھی نہ تھے کہ پرنالے بہنا شروع ہو جاتے۔

حضرت ابن عمرؓ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے طلب باراں کیلئے اکثر آپ ﷺ کے توسل سے التجائیں کی جاتی تھیں اور آپ ﷺ کی دعا کے وسیلہ سے نزول باراں ہو جاتا۔ بخاری شریف میں اس روایت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

عن عبد اللهِ بن دينارٍ، عن أبيه قال: سمعتُ ابنَ عمرَ يَتمثَّلُ بشعر أبي طالب: 'و أبيضُ يُستَسقَى الغمامُ بوجهِهِ ثِمالُ اليَتامىٰ عِصمةٌ لِلأرامِلِ'	حضرت عبداللہ بن دینار نے اپنے والد سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ وہ ابوطالب کا شعر پڑھتے تھے کہ ''وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ

و قال عُمَرُ بُن حمزةَ: حدثنا سالِمٌ عن أبيه: و ربما ذَكرتُ قول الشاعِرِ، وأنا أنظُر إلى وجهِ النبيِّ ﷺ يُستَسقى، فما ينزِلُ حتى يجيشَ كلُّ ميزابٍ:
'و أبيضُ يُستَسقَى الغمامُ بوجهِهِ
ثِمالُ اليتامىٰ عِصمةٌ لِلأرامِلِ'۞

انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے غمخوار ہیں۔'' عمر بن حمزہ نے کہا: ہمیں سالم نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر) سے خبر دی کہ میں شاعر کا یہ شعر کبھی یاد کرتا اور میں نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا جبکہ آپ ﷺ بارش کیلئے دعا فرماتے' آپ ابھی منبر سے نہ اترتے کہ ہر نالے زور سے بہنے لگتے: ''وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے' جو یتیموں کے فریاد رس اور بیواؤں کے غمخوار ہیں۔''

۞ ا۔صحیح البخاری، ۱:۱۳۷
۲۔سنن ابن ماجہ، ۱:۲۔۹۱
۳۔مسند احمد بن حنبل، ۲:۹۳
۴۔دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶:۳۔۱۴۲
۵۔السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳:۳۵۲
البدایۃ والنہایۃ، ۴:۲۔۴۷۱
تحفۃ الاشراف، ۵:۳۵۹، رقم: ۶۷۷۵
عمدۃ القاری، ۷:۳۱۔۲۹
فتح الباری، ۲:۴۹۴

Marfat.com

تیسرا واقعہ

اس ضمن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مختلف روایات منقول ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں درج ہیں:

۱۔ بينما رسولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَخطبُ يومَ الجمعةِ، إذ جاء رجلٌ فقالَ: يا رسول الله! قَحطَ المطرُ، فادعُ اللهَ أن يسقِينَا۔ فدعا، فمُطرنا۔ فما كِدْنا أن نَصِلَ إلى منازِلِنا، فما زِلْنا نُمطرُ إلى الجمعةِ المُقبلةِ.
قال: فقام ذالک الرجلُ أو غيرُهُ، فقال: يا رسول الله! ادع اللهَ أن يَصرفه عنا۔ فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: اللهم! حوالَينا و لا علينا۔ قال: فلقد رأيتُ السحابَ يتقطَّعُ يمينًا و شمالاً، يُمطرون و لا يُمطَرُ أهلُ المدينةِ۔ ❁

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک ایک شخص آ گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بارش رک گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش سے سیراب فرمائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو بارش کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ہم اپنے گھروں کو بڑی مشکل سے واپس ہوئے یہاں تک کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی آدمی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس بارش کو کسی اور جگہ بھیج دے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: یا اللہ تعالیٰ! ہم پر نہیں، بلکہ ہمارے اردگرد علاقوں پر (بارش) نازل فرما۔ حضرت انس نے

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۱: ۱۳۸
۲۔ صحیح مسلم، ۱: ۲۹۳-۲۹۴
۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶: ۱۴۰
۴۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴: ۳-۴۷۲
۵۔ فتح الباری، ۲: ۵۰۸

کہا: میں نے دیکھا کہ فوراً بادل دائیں بائیں چھٹ گیا، مدینہ منورہ کے سوا گردو پیش پر برابر بارش ہوتی رہی۔

٢ـ أن رجلا دخل المسجد يوم جمعة، من باب كان نحو دار القضاء، و رسول الله ﷺ قائم يخطب، فاستقبل رسول الله ﷺ قائما، ثم قال: يا رسول الله! هلكتِ الأموال، و انقطعت السبل، فادع الله يغيثنا، فرفع رسول الله ﷺ يديه، ثم قال: اللهم أغثنا، اللهم أغثنا، اللهم أغثنا۔ قال أنس: ولا والله، ما نرى في السماء من سحاب، ولا قزعة، و ما بيننا و بين سلع من بيت ولا دار۔ قال: فطلعت من ورائه سحابة مثل الترس، فلما توسطت السماء انتشرت، ثم أمطرت، فلا والله، ما رأينا

کہ ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد کے اندر داخل ہوا جو منبر شریف کے سامنے ہے اور رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پس وہ شخص آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا، پھر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مویشی ہلاک اور راستے منقطع ہو گئے ہیں، پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور (بارگاہِ الٰہی میں) عرض گزار ہوئے: اے اللہ! ہم پر بارش برسا، اے اللہ! ہم پر بارش برسا، اے اللہ! ہم پر بارش برسا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم آسمان پر نہ تو بادل، نہ بادل کا کوئی ٹکڑا دیکھتے تھے اور نہ ہمارے اور سلع (پہاڑ) کے

Marfat.com

الشمس ستا، ثم دخل رجل من ذلک الباب فی الجمعة...... یعنی الثانیة ...... و رسول الله قائم یخطب، فاستقبله قائما، فقال: یا رسول الله! هلکتِ الأموال، و انقطعت السبل، فادع الله یمسکها عنا، قال: فرفع رسول الله ﷺ یدیه، ثم قال: اللهم! حوا لینا و لا علینا، اللهم! علی الآکام و الظراب، و بطون الأودیة و منابت الشجر۔ قال: فأقلعت، . و خرجنا نمشی فی الشمس۔ قال شریک: فسألت أنس بن مالک: أهو الرجل الأول؟ فقال: ما أدری۔

درمیان کوئی گھر یا مکان تھا۔ پھر سلع (پہاڑ) کے پیچھے سے کوئی ڈھال کے برابر بدلی کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ پس جب وہ آسمان کے درمیان آیا تو پھیل گیا، پھر بارش ہوئی، خدا کی قسم! ہم نے چھ دن تک آسمان پر سورج نہ دیکھا۔ پھر اگلے جمعہ ایک شخص اسی دروازے سے داخل ہوا جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کھڑے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مویشی ہلاک اور راستے منطق ہو گئے ہیں۔ پس اللہ تعالی سے دعا کیجئے کہ وہ ہمارے اوپر بارش روک دے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور

۱۔ الصحیح البخاری، ۱:۱۔۱۴۰، ۱۳۹، ۸۔ ۱۳۷، ۱۲۷، ۱۳۸

۲۔ الصحیح لمسلم، ۱:۴۔۲۹۳

۳۔ سنن النسائی، ۱:۲۲۵، ۲۲۴

۴۔ سنن ابن ماجہ: ۹۱

۵۔ موطا امام مالک: ۱۷۹

۶۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۲۵۶

۷۔ صحیح ابن حبان، ۳:۳۔۲۷۲، رقم: ۹۹۲

۸۔ مسند ابی یعلی، ۵:۴۱۶، رقم: ۳۱۰۴==

Marfat.com

(بارگاہِ الٰہی) میں عرض گزار ہوئے:
اے اللہ! (بارش) ہمارے اردگرد ہو، ہم پر نہ ہو۔ اے اللہ! پہاڑوں، ٹیلوں اور وادیوں اور درختوں کے اگنے کے مقامات پر (بارش) ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بارش منقطع ہوگئی اور ہم (مسجد سے) باہر نکلے جبکہ ہم دھوپ میں چل رہے تھے۔ شریک نے کہا: میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وہ شخص پہلے والا ہی تھا؟ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا۔

٣۔ أصاب أهل المدينة قحط على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبينما هو يخطب يوم الجمة، إذ قام رجل فقال: يا رسول الله! هلكت الكراع، هلكتِ

ایک مرتبہ عہد رسالت مآب میں مدینہ میں قحط پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز ہمارے درمیان خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! گھوڑے

==٩۔ صحیح ابن خزیمہ، ٣: ١٤٧، ١٤٤، رقم ١٧٩٢، ١٧٨٨

١٠۔ السنن الکبری للبیہقی، ٣: ٣٥٤۔٥

١١۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ٦: ١٤٠۔١٣٩

١٢۔ شرح السنۃ للبغوی، ٤: ٤١٢۔٥، رقم: ١١٦٦۔٧

١٣۔ نصب الرایۃ للزیلعی، ٢: ٢٣٨۔٩

١٤۔ البدایۃ والنہایۃ، ٤: ٤٧٢

Marfat.com

الشاء، فادع الله يسقينا۔ فمد يديه و دعا، قال أنس: و إن السماء لمثل الزجاجة فهاجت ريح أنشأت سحابا، ثم اجتمع ، ثم أرسلت السماء عزاليها، فخرجنا نخوض الماء حتى أتينا منازلنا، فلم نزل نمطر إلى الجمعة الأخرى، فقام إليه ذلک الرجل أو غيره، فقال: يا رسول الله! تهدمت البيوت، فادع الله يحسبه، فتبسم ثم قال: حوا لينا و لا علينا۔ فنظرت إلى السحاب تصدع حول المدينة كأنه اكليل۔ و في رواية أخرى، قال أنس: يريهم الله كرامة نبيه و إجابة دعوته۔❁

اور بکریاں ہلاک ہوگئی ہیں، پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے دستِ اقدس اٹھائے اور دعا فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (اس وقت) آسمان شیشے کی طرح (صاف) تھا، (لیکن حضور پُر نور ﷺ کی دعا مبارک سے) فوراً ہوا چلی اور بادل آ گئے، پھر گھنے ہوگئے اور پھر آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے (یعنی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی)۔ ہم وہاں سے نکلے اور (بارش میں بھیگتے اور) پانی میں ڈوبتے ہوئے اپنے گھروں تک پہنچے۔ دوسرے جمعہ تک بارش نہ ٹھہری تو اس روز وہی یا کوئی اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! مکانات منہدم ہوگئے ہیں،

❁ ١۔ صحیح البخاری، ١: ١٣٩، ١٢٧، ٥٠٦

٢۔ صحیح البخاری، ٢: ٩٣٩، ٩٠٠

٣۔ الصحیح لمسلم، ١: ٢٩٤

٤۔ سنن النسائی، ١: ٢٢٧، ٢٢٥ ==

Marfat.com

پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ یہ سلسلہ رک جائے۔ آپ ﷺ مسکرا دیئے، پھر (بارگاہِ الٰہی میں) دعا کی: (بارش) ہمارے اردگرد ہو، ہم پر نہ ہو۔ پس میں نے دیکھا کہ بادل مدینہ کے اردگرد چھٹ گئے (اور مدینۃ المنورہ ایسے ہوگیا کہ) گویا مدینہ کے اوپر کا آسمان تاج ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے نبی ﷺ کی کرامت اور ان کی دعاؤں کی قبولیت دکھاتا ہے۔

چوتھا واقعہ

یہ بعثت کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ قحط پڑا۔ ایک روز ایک دیہاتی روتا پیٹتا حضور رحمت مجسم، مشکل کشا آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے لوگوں کی تکالیف و

== ۵۔ سنن ابوداؤد، ۱:۳۰۴
۶۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۲۷۱
۷۔ مسند ابی یعلیٰ، ۶:۸۲، رقم ۳۳۳۴
۸۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴:۴۷
۹۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶:۱۴۰
۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، ۳:۱۴۵۔ ۶، رقم: ۱۷۸۹
۱۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳:۳۵۷، ۳۵۶، ۴۔ ۳۵۳
۱۲۔ شرح السنۃ للبغوی، ۴:۴۱۵۔ ۶، رقم: ۱۱۶۸

مصائب اور خشک سالی کی حشر سامانیوں اور تباہ کاریوں کا نقشہ جس موثر پیرائے میں بصورت اشعار کھینچا' وہ اس طرح ہے:

''یا رسول اللہ! جن حالات میں ہم آپ کے پاس طلب دعا و مناجات کیلئے آئے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہیں کہ افلاس کے باعث جواں لڑکیاں کام کرنے پر مجبور ہوگئی ہیں اور محنت و مشقت کی وجہ سے ان کے سینے لہولہان ہو گئے ہیں اور صورت حال کی سنگینی نے لوگوں کو اس حد تک خودغرض بنا دیا ہے کہ ماں جیسی شفیق ہستی بھی اپنے بچے سے غافل ہوگئی ہے۔ اور بھوک کی ناتوانی نے بچے کو اس حد تک نڈھال کر دیا ہے کہ بے حس و حرکت گرا پڑا ہے اور اس کے منہ سے کوئی تلخ یا شیریں بات نہیں نکل رہی ہے۔ لوگ جو کچھ کھاتے ہیں اس میں سے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اگر کچھ ہے تو وہ آفت رسیدہ خراب تمر ہے یا پھر خودرو بے کار گھاس۔

و ليس لنا إلا إليك فرارنا

و أين فرار الناس إلا إلى الرسل

(آقا! ہماری بھاگ دوڑ تو صرف آپ ﷺ تک ہے اور لوگوں کی بھاگ دوڑ رسولوں کے سوا اور کہاں تک ہو سکتی ہے۔)

''حضور نبی کریم ﷺ یہ فریاد سن کر بے قرار ہو گئے اور چادر گھسیٹتے ہوئے منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں دست دعا پھیلا دیئے:

''یا اللہ! تو بڑا ہی غفور رحیم ہے۔ موسلا دھار اور لگا تار برسنے والا نفع رساں سحاب کرم بھیج جو مردہ ڈھانچوں میں زندگی کی روح ڈال دے' پستانوں کو دودھ سے بھر دے اور زمین کو تازگی بخش دے۔''

''ابھی نبی رحمت ﷺ نے اپنے رخ انور پر ہاتھ بھی نہیں پھیرے تھے کہ بادلوں

کے پرے ہر طرف چھا گئے' ابر کرم کے پہاڑوں نے آفاق کو ڈھانپ لیا اور اس طرح برسنا شروع کر دیا جیسے برساتی نالوں کے کشادہ دہانے کھول دیئے گئے ہوں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل ہو گیا اور ہر چیز پانی میں نہا گئی۔ بارش کا تسلسل قائم رہا تا آنکہ گرد و پیش کے لوگ بھاگم بھاگ آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! کثرت باراں کے باعث ہر چیز غرق ہونے کے قریب ہو گئی ہے' جلدی سے دعا کیجئے کہ بارش رک جائے وگرنہ پانی سب کچھ بہا لے جائے گا۔ پانی سے محروم لوگ اس بارگاہِ کرم سے اس طرح سیراب ہوئے کہ اپنی وادیوں اور نہروں کی تنگ دامانی کی شکایت کرنے لگے۔ حضور ﷺ دعا کی فوری قبولیت' بارش کے نزول اور اس کی کثرت اور اپنے غلاموں کے متضاد ردعمل کا یہ عجیب منظر دیکھ کر اتنا مسرور ہوئے کہ جانفزا مسکراہٹ سے فضاؤں میں انوار اور نغمے بکھر گئے' ہر شے پر بہار آ گئی۔ آپ ﷺ نے اس خوشی کے عالم میں فرمایا:

لله درّ أبی طالب، لو کان حاضرا — ابو طالب کا بھلا ہوا گر وہ یہاں ہوتے تو

لقرت عیناه، من ینشدنا شعره؟ — یہ منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی ہوتیں' ہمیں ان کا شعر کون سنائے گا؟

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ اپنے محبوب نبی ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سن کر جھوم اٹھے اور عرض کی: شاید آپ یہ شعر سننا پسند فرما رہے ہیں:

و أبیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عِصمةٌ للأرامل

(وہ روشن چہرے والے کہ جن کے چہرہ انور کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کے ملجا اور بیواؤں کے فریادرس ہیں۔)

اتنے میں بنی کنانہ کا ایک شاعر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنا نذرانہ عقیدت اشعار کی

Marfat.com

صورت میں یوں پیش کیا: ''اے اللہ! ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں اور یہ حمد شکر گزار بندوں کی طرف سے ہے کیونکہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے رخ پرنور کے وسیلہ سے بارش عطا کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور ساتھ ہی نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا' ایک ساعت نہ گزری تھی کہ ہم نے اس سے بھی پہلے بارش کے موتی دیکھ لیے۔ جس طرح ان کے چچا ابو طالب نے کہا ہے' وہ ویسے ہی خوبصورت اور درخشاں ہیں۔ پس جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ برکت دیکھتا ہے۔ اور جو ناشکری اور بے قدری کرتا ہے وہ ردّی چیز پاتا ہے۔''

حضور ﷺ اس کے ان صادق جذبات کے اظہار سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

إن یکن شاعرٌ أحسن، فقد أحسنتَ۔ ❁

اگر شاعر بھی اچھی بات کر سکتے ہیں تو تُو نے بہت اچھی بات کہی ہے۔

پانچواں واقعہ

اسی طرح ایک اور واقعہ کتب سیر و تاریخ میں درج ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ جب غزوہ تبوک سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو بنی فزارہ کے خستہ حال لوگ بارگاہ نبوی میں آئے اور اپنی پسماندگی' غربت اور عدم بارش کی وجہ سے

❁ ۱۔ عمدۃ القاری، ۷: ۳۱

۲۔ فتح الباری، ۲: ۴۹۵

۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶: ۱۴۰۔۱۴۱

۴۔ شفاء السقام: ۸۰۔۱۳۶

۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴: ۶۰۔۷۵

۶۔ سیرت ابن ہشام، ۱: ۱۔۲۸۰

۷۔ المواہب اللدنیۃ، ۴: ۲۷۱

۸۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ۱۱: ۱۴۱۔۱۳۹

Marfat.com

معاشی تباہ حالی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ان پر ترس کیا اور بارگاہ خداوندی میں بارش کے لئے دعا کی جس کے نتیجے میں زوردار بارش ہوئی اور آٹھ روز مسلسل ہوتی رہی۔ اگلے جمعہ کو پھر کسی نے بارش کے تھم جانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے دعا کی: یا اللہ! ہمارے گردو پیش ہو مگر ہم پر نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔ ❀

خلاصہ کلام

گزشتہ صفحات میں ہم نے حضور نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں وسیلہ بنانے کے حوالے سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات پر تفصیلی روشنی ڈالی کہ آپ ﷺ سے ظاہری حیات مبارکہ میں توسُّل کیا گیا۔ اور نہ صرف کسی ایک خاص معاملے میں بلکہ جملہ دینی اور دنیوی امور میں صحابہ کرام آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے۔ ہماری ذکر کردہ روایات سے ثابت ہوا کہ بیماری، دکھ، تکلیف، ایمان واسلام، گناہوں کی بخشش، اجتماعی طور پر لوگوں کی معاشی بدحالی وابتری سے نجات، الغرض تمام دینی و دنیوی حاجات میں آپ ﷺ سے توسُّل کیا گیا اور آپ ﷺ نے بھی لوگوں کے لئے بارگاہ خداوند کریم میں دعائیں کیں۔ کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ہماری بارگاہ میں حاضر ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اس لئے اپنے گھروں میں رہ کر اس سے مانگا کرو بلکہ آپ ﷺ نے آنے والوں کو کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے صحیح جگہ پہنچنے کی ہدایت ورہنمائی فرمائی ہے اور آپ کی مراد پوری ہو جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء ورسل سے توسُّل جائز اور پسندیدہ عمل ہے۔

❀ ۱۔ دلائل النبوة للبیہقی، ۶: ۱۴۳۔۱۴۴
۲۔ البدایة والنہایة، ۴: ۷۔۴۷۶
۳۔ المواہب اللدنیة، ۴: ۷۰۔۲۶۹
۴۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، ۱۱: ۸۔۱۳۳

Marfat.com

Marfat.com

فصل سوم

بعد از وصال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسّل

Marfat.com

۱۔ عطاءِ الٰہی بوسیلۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ۞

ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان (طالبانِ دنیا) کی بھی اور ان (طالبانِ آخرت) کی بھی۔ (اے حبیب مکرم! یہ سب کچھ) آپ کے رب کی عطا سے ہے اور آپ کے رب کی عطا (کسی کیلئے) ممنوع اور بند نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں یوں نہیں فرمایا: هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّهِمْ (یہ سب کچھ ان کے رب کی عطا سے ہے)، بلکہ فرمایا: هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ (یہ سب کچھ آپ کی رب کے عطا سے ہے۔) یعنی عطا تو بے شک رب کی ہے مگر آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرا رب'' کہہ کر دیتا ہوں تاکہ ہر ایک کا دھیان میری عطا کے بعد تیری طرف رہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ کائنات میں جس کو جو کچھ ملتا ہے وہ وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے

۞ بنی اسرائیل، ۱۷:۲۰

Marfat.com

ہی ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا:

کسی کو کچھ نہیں ملتا تری عطا کے بغیر
خدا بھی کچھ نہیں دیتا تری رضا کے بغیر

مذکورہ آیہ کریمہ کے پہلے جزو میں اللہ رب العزت نے اپنا نظام ربوبیت بیان فرمایا کہ ہم ہر ایک کو عطا کرتے اور ہر ایک کی مدد کرتے ہیں۔

دوسرے جزو میں فرمایا کہ اے محبوب! ہم یہ اعلان کر دینا چاہتے ہیں کہ جس کو جو کچھ عطا ہوتا ہے اور جس کو بھی نوازا جاتا ہے اور جس پر جو بھی نوازشات و عنایات کی جاتی ہیں، وہ سب کچھ تیرے رب کی عطا ہے۔

عام قاعدہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ مذکورہ آیۂ کریمہ میں عَطَاءِ رَبِّکَ کی بجائے عَطَاءِ رَبِّهِمْ ہونا چاہئے تھا کہ بات مخلوق کی ہو رہی ہے اور لوگ اسے اپنا کمال نہ سمجھیں بلکہ یہ سمجھیں کہ سب کچھ ان کے رب کی عطا سے ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ اس آیہ کریمہ میں اس سے ہٹ کر مختلف انداز میں بات کی گئی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ان سب کو معلوم ہو جائے کہ جس کو جتنا عطا ہوتا ہے اور جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اللہ کے محبوب کے رب کی عطا ہے اور اسی کے وسیلے سے ملتا ہے۔ وہ کہیں یہ گمان نہ کرنے لگیں کہ ان کو اپنے کمال اور محنت کی وجہ سے ملتا ہے بلکہ سب کو اللہ کے محبوب کے وسیلے سے عطا ہوتا ہے۔

یہاں ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ ان کا رب نہیں جن کی وہ مدد فرماتا ہے؟ ان کا رب بھی تو وہی ہے اور اسی لئے ان کی مدد و نصرت فرماتا ہے اور اگر ان کا رب نہ ہوتا تو پھر وہ انہیں کُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ کے مصداق نہ ٹھہراتا۔ اگر وہ ان کا بھی رب ہے تو پھر یہاں خصوصیت کے ساتھ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ کیوں ارشاد

Marfat.com

فرمایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں پر یہ نکتہ آشکار ہو جائے کہ یہ عطائیں تو سب اسی کی ہیں مگر ان سب کو محبوب ﷺ کے رب کے واسطے سے ملتا ہے۔ تو گویا یہ آیت زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے:

کوئی مانے نہ مانے اپنا تو یہ عقیدہ ہے
خدا دیتا ہے لیکن، دیتا ہے صدقہ محمد ﷺ کا

یہ ہمارا عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ صحیح و مستحکم ہے۔ علاوہ ازیں رَبِّکَ کا کلمہ اس حقیقت کو بھی آشکار کر رہا ہے کہ جس طرح رب العالمین ایک ہے اسی طرح اس کا اصل میں مربوب بھی ایک ہی ہے اور وہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اس لئے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس اللہ رب العزت کے سارے فیضان ربوبیت کا اجمال ہے اور تمام کائنات اس اجمال (حضور نبی اکرم ﷺ) کی تفصیل ہے۔

ایک تمثیل سے وضاحت

اس کو ایک مثال سے یوں سمجھا جا سکتا ہے: جیسے کوئی شخص باہر سے آئے اور اپنے بچے کے لئے ایک تحفہ لائے لیکن ساتھ اپنے بیٹے کے دوستوں کے لئے بھی تحائف لائے اور پھر یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے کہ باپ اپنے بیٹے کے لئے تحائف لانے کے ساتھ ساتھ اس کے دوستوں کو بھی تحائف سے نوازتا ہے۔ اگر اس امر کے دوام پکڑنے سے اس کے بیٹے کے دوست یہ سمجھنے لگیں کہ شاید یہ ہمارا حق ہے اور ہمیں ہماری ہی کسی خوبی کی وجہ سے تحفوں کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ ان کے اس گمانِ باطل کو دور کرنے کے لئے ایک دن اس لڑکے کا باپ اپنے بیٹے کے دوستوں کو جمع کر کے کہے کہ

Marfat.com

بے شک میں تمہیں تحائف دیتا ہوں، مگر ذہن میں رکھ لو کہ تمہیں اس لئے دیتا ہوں کہ تم میرے بیٹے کے دوست ہو اور اگر چاہتے ہو کہ میری داد و دہش کا سلسلہ جاری رہے تو پھر میرے بیٹے کے ساتھ اپنے تعلق دوستی قائم رکھو اور اگر اس تعلق کو توڑ کر اسے درمیان سے ہٹا دو گے تو یہ سلسلہ عطاء بند ہو جائے گا۔

بلا تشبیہ و بلا مثال اس آیۃ مبارکہ میں بھی اللہ پاک یہی نکتہ سمجھا رہا ہے کہ بلا شبہ ہر ایک کو ہم ہی نوازتے ہیں، ہر ایک کی ہم ہی مدد کرتے ہیں مگر میرے فیضان ربوبیت کا پہلا مظہر اور میرے لطف و کرم کا پہلا مرکز و محور میرا محبوب ﷺ ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی تمہیں دیتا ہوں وہ اس وجہ سے ہے کہ میں ربّ محمد ﷺ ہوں۔ لہذا ہمہ وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہر عطاء ربِ محمد ﷺ کی عطا ہے۔ اگر لوگ چاہتے ہیں کہ یہ سلسلہ عطا قائم رہے تو اس دامن کو تھامے رکھیں اس مرکز سے ربط قائم رکھیں۔ اگر یہ ربط قائم رہا تو اس نسبت کے توسُّل سے سلسلہ عطاء جاری رہے گا۔ جس دن یہ ربط ٹوٹ گیا سمجھ لینا کہ سلسلہ عطا بھی بند ہو گیا۔ پھر در بدر بھٹکتے پھرو گے، گلی گلی خاک چھانتے پھرو گے مگر کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ پس اس نکتے کو ذہن نشین کر لو کہ دیتا ضرور ہوں لیکن ربِ محمد ﷺ ہو کر دیتا ہوں۔ گویا کہ یہ نکتہ سمجھایا جا رہا ہے کہ عطاء اللہ تعالیٰ کی ہے مگر مرکزِ تقسیم مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

اعلیحضرت امام احمد رضا خاں نے اسی نکتہ کو کیا خوب انداز سے اجاگر کیا ہے:

بخدا! خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفرّ مقرّ
جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں، تو وہاں نہیں

اس آیہ کریمہ پر غور کرنے سے ایک اور لطیف نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ میں اللہ رب العزت اپنی ربوبیت کا اظہار نسبت نبوت کے

ذریعے کررہا ہے اور یہ نکتہ بھی واضح رہے کہ رب تعالیٰ نسبتوں کا محتاج نہیں۔ وہ شان صمدیت کا مالک ہے، وہ بے نیاز ہے لیکن اس کے باوجود وہ اپنی ربوبیت کو نسبت نبوت سے متعارف کرا رہا ہے۔ اس سے منشائے ایزدی یہ ہے کہ لوگ اللہ کو رب مانیں، اللہ کی ربوبیت پر ایمان لائیں مگر براہ راست اپنے ذرائع سے اور اپنے مساعی سے رب کو رب ماننے کی بجائے اسے رب محمد ﷺ سمجھ کر مانیں کیونکہ اس نسبت کے علاوہ معرفت خداوندی کا حصول ممکن ہی نہیں ہے۔

ربوبیت کی قَسم بذریعہ نبوت

قرآن مجید میں جن جن مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنی ربوبیت کا اظہار فرمایا، اسے نسبت نبوت کے ذریعے بیان کیا:

فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ۔ ❁

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں۔

یہاں رب العزت نے اپنی ربوبیت کی قسم حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے کھائی۔ وَرَبِّکَ کے انداز بیان میں مضمر ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ محبوب! میں رب تو ہر ایک کا ہوں لیکن جو لطف تیرا رب ہونے میں ہے وہ کسی اور کا رب ہونے میں نہیں۔

صحبت رسول ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہونے والی نوازشات پر

❁ النساء، ۴: ۶۵

Marfat.com

نظر ڈالی جائے تو صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پر ہونے والی عطاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ کی ہی جلوہ گری تھی۔

اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال فرمائے تو چودہ صدیاں گزر گئیں تو کیا آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط اور نسبت سے ملتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ عالم الغیب ہے۔ عندہ مفاتیح الغیب کی شان کا مالک ہے وہ تو ہر بات کو حیطۂ خیال میں آنے سے بھی پہلے جانتا ہے۔ اس نے اس سوال کا جواب بھی دے دیا اور فرمایا کہ جو پہلے گزرے ہیں وہ بھی جان لیں کہ انہیں جو کچھ ملا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عطا تھی۔ اور اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ظاہری حیات سے پردہ فرما جانے کے بعد قیامت تک جتنی نسلیں بھی امت مسلمہ کی آئیں گی، جتنے طبقات اور مختلف زمانوں میں جتنے لوگ آئیں گے، ان کو بھی اسی بارگاہ سے ملے گا:

وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ	اور آپ کے رب کی عطا (کسی کیلئے)
مَحْظُوْرًا ۞	ممنوع اور بند نہیں ہے۔

یہاں پر اللہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ جس طرح گزرے ہوؤں کو تیرے رب کی عطا سے ملا، آنے والوں پر بھی قیامت تک تیرے رب کی عطا کا دروازہ اسی طرح کھلا رہے گا۔ گویا جو نسلیں گزر گئیں ان پر بھی اللہ کی عطائیں نسبت نبوت سے ہوئیں اور قیامت تک امت مسلمہ کی جتنی نسلیں آنے والی ہیں ان پر اللہ کی عطاؤں اور عنایات کی جو برسات ہوگی، جس کو بھی اور جہاں بھی جو کچھ ملے گا نسبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے گا۔

آج اگر ہم ایمان کی شمع روشن کرنا اور ایمان کی لذت و حلاوت پانا چاہتے

۞ بنی اسرائیل، ۱۷: ۲۰

Marfat.com

ہیں تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ تعلق باللہ کو مضبوط تر کرلیا جائے۔ اس لئے کہ جس طرح پہلے لوگوں نے اللہ کی عطا کو نسبت محمدی ﷺ سے پایا ہے، ہم بھی رب کی عطا کو نسبت مصطفوی ﷺ کے حوالے سے یقینی طور پر جاری و ساری رکھ سکتے ہیں اور اسی نسبت کا استحکام ہمارے سینوں میں ایمانی شمعوں کو روشن رکھے گا۔

یہ آیہ کریمہ اس تصور کو بھی واضح کر رہی ہے کہ ایمان کا مرکز نسبت و ربطِ رسالت کی استواری ہے اور اسی سے اللہ کی عطاؤں کا سلسلہ قائم رہتا ہے، تعلق باللہ کی بنیاد نسبت و تعلق بالرسالت ہی ہے۔

باری تعالیٰ کا ارشاد مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ لوگوں کو یہ باور کرا رہا ہے کہ عطا بے شک میری ہوتی ہے خواہ وہ دولتِ ایمان ہو، دولتِ عمل ہو، دولتِ اخلاص ہو، دولتِ قال ہو، دولتِ حال ہو اور خواہ وہ دولتِ عرفان و ایقان ہو۔ یاد رکھو جو کچھ بھی میری بارگاہ سے ملتا ہے وہ نسبتِ نبوت اور ربطِ رسالت سے ہی ملتا ہے۔

یہ ارشاد ربانی توحید و رسالت کے باہمی تعلق کو بھی آشکار کر رہا ہے۔ یعنی اگر انسان ربط رسالت کو مضبوط کرے تو اللہ کی بندگی کا تعلق بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ بنا بریں اس ربط اور اللہ کے ساتھ ربط میں فرق نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ربط رسالت نصیب ہو جائے تو سمجھ لیں کہ تعلق بندگی نصیب ہو گیا۔ اس لئے کہ بندگی کا خمیر اسی ربط رسالت سے اٹھتا ہے، خدا کی معرفت کا تصور اسی نسبت نبوت سے جنم لیتا ہے اور اللہ کی عبدیت کا کمال اسی نسبت سے نمو پاتا ہے۔

بے شک رب تعالیٰ کی ذات اور رسول ﷺ کی ذات، اپنی ذات کے حوالے سے جُدا جُدا ہیں۔ اس لئے کہ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق، وہ رب ہے اور یہ مربوب، وہ مُرسِل ہے اور یہ مُرسَل، اللہ تعالیٰ معطی ہے تو آپ ﷺ عطاؤں کا محل ہیں۔ اس میں

Marfat.com

کوئی شک نہیں کہ وہ ذات خالق ہونے کے حوالے سے اور ہے اور یہ ذات مخلوق ہونے کے ناطے سے دو جداگانہ وجود (entities) ہیں مگر ایمان کے باب میں قرآن مجید ہمیں جو قاعدہ سمجھا رہا ہے وہ یہ کہ ذات کا فرق ضرور ہے لیکن جہاں تک معرفت، قرب ووصال، اطاعت اور نعمتوں کی عطا کا تعلق ہے دونوں میں کوئی فرق اور بُعد نہیں۔ اور بقول اعلیٰحضرت:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا

۲۔ مغفرت بوسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ جل شانہ کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ بڑا ہی عظیم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عالی مرتبت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسُّل جائز تھا اسی طرح بعداز وصال بھی مشروع ہے۔ کوئی شرعی و عقلی دلیل ایسی نہیں جو بعداز وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسُّل پر مانع ہو۔ قابل فہم بات یہ ہے کہ جب ہم اپنے اعمال کو بارگاہِ ایزدی میں وسیلہ بنانا جائز سمجھتے ہیں تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بارگاہ الٰہی میں بطور وسیلہ پیش کرنا بطریق اولیٰ جائز امر ہے کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ پر عمل کرتے ہوئے جو نیک اعمال کرتے ہیں وہ سنت رسول کہلاتے ہیں۔ جب سنت سے توسُّل جائز ہوا تو اس ذات سے کیوں جائز نہیں جنہوں نے ہمیں یہ سنت عطا کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ تمام مخلوقات میں سے افضل ترین ہیں اور ہمیں نیک اعمال کی ہدایت بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے نصیب ہوئی ہے۔

Marfat.com

یہ بات پیش نظر رہے کہ ہمارے نزدیک صحیح عقیدہ یہی ہے کہ جب ہم آپ ﷺ کی ذات گرامی یا دیگر نیک اعمال کو یا اللہ کے محبوب اولیاء اور صالحین کو وسیلہ بناتے ہیں تو ان تمام صورتوں میں ہم ہرگز ان کو اللہ کا شریک اور برابر نہیں سمجھتے ۔ اعمال و ذات تو صرف متوسَّل بہٖ ہیں جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ متوسَّل الیہ ہے۔ وہ ذات وحدہٗ لا شریک ہے اور کوئی رسول یا نبی، ولی اور کوئی زندہ یا مردہ اس کا شریک نہیں، نہ ذات میں اور نہ صفات میں۔ وسیلہ کی تمام صورتوں میں متوسَّل الیہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہوتی ہے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ہر کسی کی دعا و پکار کو براہ راست سن لے اور وسیلہ کے بغیر بھی دعا قبول فرمالے مگر وسیلہ سے قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے ان پاک ہستیوں کا وسیلہ پکڑ کر فی الواقع اسی سے دعا کرتے ہیں اور اسی کو پکارتے ہیں ۔اس امید کے ساتھ کہ وہ ذات ستودہ صفات اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین مخلوق اور پسندیدہ اعمال کے وسیلہ سے ہماری دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت سے نوازے گا اور ہماری مشکلات و پریشانیوں کو دور کریگا اور ہماری حاجات پوری فرمائے گا۔ سورہ نساء میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيماًO۞

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء

۞ النسآء، ۴:۶۴

Marfat.com

پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔

اس آیت کریمہ کو فقط حضور نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ پر محمول کرنا ......جیسا کہ بعض لوگوں کا نظریہ ہے......نصّ قرآنی کا غلط اطلاق ہوگا اور قرآن فہمی سے نا آشنائی کی دلیل ہوگی۔ مفسرّین ومحدّثین نے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے توسُّل کو مطلق قرار دیا ہے۔

امام حافظ عماد الدین ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

يُرشِد تعالىٰ العصاة و المذنبين إذا وقع منهم الخطاء و العصيان أن يأتوا إلى الرسول ﷺ، فيستغفروا الله عنده و يسألوه أن يغفر لهم فإنهم إذا فعلوا ذالک تاب الله عليهم و رحمهم و غفرلهم، و لهذا قال: ﴿لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ و قد ذكر جماعة منهم الشيخ أبو منصور الصباغ فى كتابه الشامل الحكاية المشهورة عن العتبى، قال: كنتُ جالسًا عند قبر النبى ﷺ

(اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ عاصیوں اور خطاکاروں کو ارشاد فرماتا ہے کہ جب ان سے خطا و گناہ سرزد ہوجائیں تو انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے اور خود رسول اللہ ﷺ سے بھی عرض کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ جب وہ ایسا کرینگے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع کرے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اس لئے لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا کہا۔ یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو

فجاء أعرابی، فقال: السلام علیک یا رسول الله! سمعتُ یقول: ﴿وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ و قد جئتک مستغفراً لذنبی مستشفعًا بک إلى ربی۔ ثم أنشأ یقول:

'یا خیر من دفنت بالقاع أعظمه
فطاب من طیبهن القاع والأکم
نفسی الفداء لقبر أنت ساکنه
فیه العفاف و فیه الجود و الکرم'

ثم انصرف الأعرابی فغلبتنی عینی، فرأیت النبیﷺ فی النوم، فقال: یا عتبی الحق الأعرابی، فبشره أن الله قد غفرله۔❁

منصور صباغ نے اپنی کتاب ''الحکایات المشهورة'' میں لکھا ہے کہ عتبی کا بیان ہے کہ میں حضورﷺ کی قبر انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے''۔ میں آپ کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتا ہوا اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتا ہوا حاضر ہوا ہوں۔

❁ تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۲۰۔۵۱۹

Marfat.com

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے: ''اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ ﷺ رونق افروز ہیں، جس میں عفاف و جود و کرم ہے۔'' پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: عتبی! جا، اس اعرابی کو خوشخبری سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے۔ ❁

❁ اعرابی کا مذکورہ بالا مشہور واقعہ درج ذیل کتب میں بھی بیان کیا گیا ہے:

۱۔ شعب الایمان للبیہقی، ۳:۶-۴۹۵، رقم: ۴۱۷۸

۲۔ المغنی لابن محمد بن قدامہ، ۳:۵۵۷

۳۔ کتاب الاذکار للنووی: ۳-۹۲

۴۔ تاریخ ابن عساکر بحوالہ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ۴۶

۵۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ۷-۴۶

۶۔ الجوہر المنظم: ۵۱

اس کے علاوہ تمام مذاہب کے اجل ائمہ و علماء کا عتبی کی روایت کے مطابق ==

Marfat.com

آیت کریمہ کے الفاظ جَاءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کو نبی کریم ﷺ کے توسُّل سے اللہ کی بارگاہ سے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ سے حضور ﷺ کی شفاعت کا ثبوت ملتا ہے۔ لَوَجَدُوْا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا میں توسُّل کا ثبوت اس طرح ہے کہ اس کو بطور شرط عائد کیا کہ رسول ﷺ کے وسیلے سے مغفرت طلب کرو۔ لہذا واضح ہوگیا کہ جب رسول ﷺ نے امتی کے لئے عمل استغفار کیا تو یہ شفاعت ہی تو ہے اور اس شفاعت سے بخشش کا مل جانا وسیلہ ہوگیا۔

وہ لوگ جو وسیلہ اور شفاعت کو مختلف چیزیں سمجھتے ہیں انہیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جب شفاعت کے منصب پر حضور ﷺ کا فائز ہونا آپ ﷺ کا حق ہے جبکہ امتی کے حق میں یہی وسیلہ ہے۔

علاوہ ازیں عمدۃ المفسرین امام قرطبی نے اپنی معروف تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن (۵:۶۔۲۶۵)'' میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا دوسرا واقعہ یوں بیان کیا ہے:

''ابو صادق نے علی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد آیا اور اس نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کی قبر مبارک کے قریب زمیں بوس کیا، اس کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور پھر کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ کا قول مبارک سنا ہے، آپ نے اللہ سے احکامات لیے اور ہم نے آپ سے احکام لیے اور انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (تحقیق میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے آپ میرے لیے

== دیہاتی کا روضۂ رسول ﷺ پر آ کر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃ روضۂ رسول ﷺ یا مناسک حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔

Marfat.com

استغفار فرمادیں۔) اس اعرابی کی التجاء پر اسے قبر سے ندادی گئی:

أنه قد غفر لک۔ بیشک تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔

شیخ محمد بن علوی المالکی کا ایمان افروز تبصرہ

علامہ سید محمد بن علوی المالکی نے بھی اپنی تصنیف لطیف ''مفاہیم یجب ان تصحح (۸۔۱۵۷)'' میں یہ دونوں واقعات نقل کیے ہیں اور بعد ازاں ان پر بڑا ایمان افروز تبصرہ کیا ہے جس کا نقل کرنا یہاں خالی از فائدہ نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''عتبی کی روایت امام نوویؒ نے اپنی معروف کتاب ''الایضاح'' کے چھٹے باب میں، شیخ ابو الفرج بن قدامہ نے اپنی تصنیف ''الشرح الکبیر (۳:۴۹۵)'' میں اور شیخ منصور بن یونس البہوتی نے اپنی کتاب ''کشاف القناع (۵:۳۰)''، جو مذہب حنبلی کی مشہور کتاب ہے، میں نقل کی ہے۔''

اس کے بعد علامہ مالکی صاحب اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہو یا ضعیف، بہرحال اس پر اکابر محدثین نے اعتماد کیا ہے۔ ہم تو یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا ان اکابرین (محدثین و مفسرین کرام) نے کفر اور گمراہی کو نقل کیا ہے؟ یا انہوں نے وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی دعوت دیتی ہے؟ (معاذ اللہ) اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر کس کو اور کس کتاب کو ثقہ اور معتبر کہا جائے گا؟''

Marfat.com

۳۔ بعد از وصال حضور نبی اکرم ﷺ کے استغفار سے توسّل

حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشاد نے تمام اشکالات و احتمالات کا خاتمہ کر دیا ہے اور ایک مسلمان کو شرحِ صدر کی دولت عطا کر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی دعا اور استغفار امت کے حق میں جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں قابل اطلاق تھی، اسی طرح بعد از وصال بھی آپ ﷺ کا یہ عمل اسی طرح جاری رہے گا اور اس میں کسی بھی لمحہ انقطاع ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حياتي خيرلكم تُحدِثُون و تحدث لكم، و وفاتي خيرلكم تعرض علي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، و ما رأيت من شر استغفرت الله لكم۔ ۞	میری زندگی بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ تم حدیثیں سنتے سناتے ہو اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ (میری قبر میں) تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ چنانچہ اگر نیکیاں دیکھوں گا تو

۞ مجمع الزوائد، ۹:۲۴

امام ابن حجر ہیثمی کا کہنا ہے کہ یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں۔ جبکہ امام زین الدین ابو الفضل العراقی نے بھی اپنی کتاب ''طرح التثریب فی شرح التقریب (۳:۲۹۷)'' میں اس روایت کی اسناد کو صحیح قرار دیا۔ ابن سعد نے ''الطبقات الکبریٰ (۲:۱۹۴)'' میں روایت کیا ہے۔ ==

Marfat.com

اللہ کا شکر بجا لایا کروں گا، اور اگر برائیاں دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ سے استغفار کیا کروں گا۔

۴۔ توسّل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش کا نزول

امام دارمی، ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قحط أهل المدينة قحطًا	مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے
شديدًا فشكوا الى عائشة،	تو انہوں نے حضرت عائشہ سے (اپنی
فقالت: انظروا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم	دگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ

== قاضی عیاضؒ نے ''الشفا (۱۹:۱)'' میں یہ حدیث بیان کی ہے اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے ''الخصائص الکبریٰ (۲:۲۸۱)'' اور ''مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص:۳۰)'' میں یہ روایت ذکر کر کے لکھا ہے کہ ابن ابی اسامۃ نے اپنی ''مسند'' میں بکر بن عبداللہ المزنی اور بزار نے اپنی ''مسند'' میں عبداللہ بن مسعود سے صحیح اسناد کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے۔ اس بات کی تائید علامہ خفاجیؒ اور ملا علی قاریؒ نے ''الشفا'' کی شروحات 'نسیم الریاض (۱:۱۰۲)' اور شرح الشفاء لملاعلی قاری (۱:۳۶)' میں بالترتیب کی ہے۔ محدث ابن الجوزی نے بکر بن عبداللہ اور انس بن مالک ص سے یہ روایت ''الوفاء باحوال المصطفی (۲:۸۰۹-۸۱۰)'' میں بیان کیا ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے یہ حدیث ''شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام (ص:۳۴)'' میں بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی ہے اور احمد بن عبد الہادی نے ''الصارم المنکی (ص:۲۶۶-۲۶۷)'' میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور بکر ثقہ تابعین میں سے ہے۔ بزار کی روایت امام ابن کثیر نے بھی ''البدایۃ والنہایۃ (۴:۲۵۷)'' میں نقل کی ہے۔

Marfat.com

فاجعلوا منه كوًا إلى السماء، حتى لا يكون بينه و بين السماء سقف، قال: ففعلوا فمطروا مطراً حتى نبت العشب، و سمنت الإبل حتى تفتقت من الشحم، فسمي عام الفتق۔ ۞

نے فرمایا: حضور کی قبر مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس بہت زیادہ بارش ہوئی؛ حتی کہ خوب سبزہ اُگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ لہٰذا اُس سال کا نام ہی 'عام الفتق (سبزہ و کشادگی کا سال)' رکھ دیا گیا۔

قبرِ مصطفیٰ ﷺ کے توسّل سے اہل مدینہ پر طاری شدید قحط ختم ہوگیا، اور موسلادھار بارش نے ہر طرف بہار کا سماں پیدا کردیا۔ جہاں انسانوں کو غذا ملی وہاں جانوروں کو چارا ملا، توسّل مصطفیٰ ﷺ کی وجہ ہونے والی اس بارش نے اہل مدینہ کو اتنا پر بہار بنا دیا کہ انہوں نے اس پورے سال کو عام الفتق (سبزہ اور کشادگی کا سال) کے نام سے یاد کیا۔

۞ ۱۔ سنن الدارمی، ۱: ۴۳، رقم: ۹۳

۲۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۲: ۸۰۱

۳۔ شفاء السقام: ۱۲۸

۴۔ المواہب اللدنیۃ، ۴: ۲۷۶

۵۔ شرح الزرقانی، ۱۱: ۱۵۰

ایک یہ ہے کہ اس کی سند کمزور ہے، لہذا یہ روایت بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔

اس حدیث کی سند یہ ہے:

''ابونعمان نے سعید بن زید سے، اس نے عمرو بن مالک سے اور اس نے ابوالجوزاء اوس بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔''

ذیل میں ان راویوں پر کئے جانے والے اعتراضات اور ان کا رد پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ **ابونعمان عارم** کا نام محمد بن الفضل سدوسی تھا۔ اس پر یہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ وہ دراصل قابلِ اعتماد راوی تھا جیسا کہ امام ذہبی 'میزان الاعتدال (۴:۷)' میں رائے دیتے ہوئے کہتے ہیں: ''وہ امام بخاری کا شیخ اور حدیثیں یاد رکھنے والا، انتہائی راست باز تھا۔'' لیکن عمر کے آخری حصے میں مختلط ہوگیا۔ محدث برہان الدین حلبی اپنی کتاب 'المقدمہ' میں اسے ان راویوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جو اواخرِ عمر میں مختلط ہوگئے۔ امام حلبی کہتے ہیں: ''ایسے راویوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ اگر لوگ ان کے اختلاط سے قبل کی روایات لیں تو وہ قبول کی جائیں گی جبکہ اختلاط کے بعد کی روایات قبول نہیں کی جائیں گی۔ اور اگر ایسے لوگ روایات لیں جن کے بارے ہم میں ہم یہ نہیں جانتے کہ انہوں نے اختلاط سے پہلے روایت لی ہے یا بعد میں، تو وہ روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی۔'' معترضین کا کہنا ہے کہ چونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہ روایت ابو نعمان نے اپنی یادداشت کے اختلاط سے پہلے بیان کی ہے یا بعد میں، لہذا یہ روایت بطور استشہاد نہیں لی جا سکتی۔

یہ اعتراض درحقیقت بے وقعت اور غیر معتبر ہے کیونکہ جو کچھ ابونعمان کی روایت سے آگے بیان کیا گیا ہے، اس کے اختلاط نے اس کو متاثر نہیں کیا۔ جیسا کہ

Marfat.com

امام ذہبی 'میزان الاعتدال (۸:۴)' میں لکھتے ہیں: ''امام دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ عمر کے آخری حصے میں مختلط ہو گیا لیکن اختلاط کے بعد کوئی منکر حدیث اس سے ظاہر نہیں ہوئی اور وہ ثقہ راوی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اس حافظِ عصر کا قول ہے کہ جن جیسا عبقری امام نسائی کے بعد کوئی نہیں آیا۔'' ابن حبان کا کہنا ہے کہ اختلاط کے بعد ابو نعمان کی روایات میں بہت سی مناکیر واقع ہوئی ہیں۔ امام ذہبی نے اس قول کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن حبان کوئی ایک بھی منکر حدیث بطور حوالہ پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حقیقت وہی ہے جو امام دارقطنی نے بیان کی ہے۔

حافظ عراقی نے 'التقیید والایضاح (ص:۴۶۱)' میں اقرار کیا ہے کہ امام ذہبی نے ابن حبان کے اس قول کا رد کیا ہے۔ امام ذہبی نے 'الکاشف (۳:۷۹)' میں وضاحت کی ہے کہ تغیر موت سے پہلے واقع ہوا مگر پھر اس نے حدیث روایت نہیں کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی 'تقریب التہذیب (۲:۲۰۰)' میں فرماتے ہیں کہ ابو نعمان کا ثقہ ہونا ثابت ہے اور اواخرِ عمر میں تغیر واقع ہوا۔

شیخ محمد بن علوی مالکی 'شفاء الفواد بزیارۃ خیر العباد (ص:۱۵۲)' میں لکھتے ہیں:

''ابو نعمان کا اختلاط اس کے لیے نقصان دہ ہے اور نہ ہی اس کی ثقاہت پر طعن کا سبب ہے کیونکہ امام بخاری نے 'الصحیح' میں ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ روایات اس سے لی ہیں اور اس کے اختلاط کے بعد اس سے کوئی روایت نہیں لی گئی جیسا کہ امام دارقطنی نے کہا ہے۔''

امام بخاری کے علاوہ امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن محمد مسندی، ابن ابو حاتم رازی اور ابو علی محمد بن احمد بن خالد زریقی نے بھی ابو نعمان کے اختلاط سے قبل اس سے روایات سنی ہیں۔ (التقیید والایضاح:۴۶۲)

Marfat.com

امام دارمی اجل حفاظِ حدیث اور امام بخاری و ذہلی کے شیوخ میں سے ہیں۔ لہذا یہ ناممکن ہے کہ وہ ابونعمان کے اختلاط کے بعد اس سے روایت لیں۔

۲۔ **سعید بن زید ابوالحسن بصری** جو کہ حماد بن زید کا بھائی ہے، پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ کسی حد تک ضعیف ہے۔ کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے بارے میں 'تقریب التہذیب (۱:۲۹۶)' میں کہا ہے: "صدوق له أوهام" یعنی ہے تو انتہائی راستباز لیکن بعض اوقات غلطی کر جاتا ہے۔ امام ذہبی 'میزان الاعتدال (۲:۱۳۸)' میں لکھتے ہیں: "یحیٰ بن سعید نے اسے ضعیف کہا ہے، سعدی کا کہنا ہے کہ وہ حجت نہیں بلکہ اس کی احادیث ضعیف ہیں اور امام نسائی وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے۔"

معترضین و منکرینِ توسُّل کا صرف مذکورہ بیانات کا حوالہ دینا جزوی اور تعصب پر مبنی ہے اور ان کی دلیل صرف اپنے تصورات کے مطابق ہے۔ ذیل میں اس اعتراض کا تفصیل وار جواب دیا جاتا ہے:

امام ذہبی 'الکاشف (۱:۲۸۶)' میں لکھتے ہیں کہ سعید بن زید پر ضعف کا الزام لگانا صحیح نہیں کیونکہ امام مسلم نے اس سے روایات لی ہیں اور ابن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مفصل بیان کیا ہے:

"امام بخاری نے کہا کہ مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن زید ابوالحسن 'صدوق (انتہائی راست باز)' اور 'حافظ' ہے۔ ❁

"امام دوری نے ابن معین سے روایت کیا کہ سعید بن زید ثقہ راوی ہے۔

❁ التاریخ الکبیر، ۳:۲:۴۷۲

''ابن سعد نے اسے ثقہ راوی کہا ہے۔ ❀

''امام عجلی نے کہا کہ وہ بصرہ سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ثقہ راوی ہے۔

''ابو زرعۃ نے کہا کہ میں نے سلیمان بن حرب کو کہتے سنا کہ سعید بن زید ثقہ ہے۔

''ابو جعفر دارمی نے کہا: حبان بن ہلال نے ہم سے بیان کیا کہ سعید بن زید نے ہمیں روایت بیان کی اور وہ صدوق و حافظ ہے۔

''ابن عدی نے 'الکامل (۳: ۱۲۱۲-۵)' میں کہا ہے کہ سعید بن زید صدوق اور حافظ ہے۔ اس نے کوئی منکر روایت بیان نہیں کی سوائے اس کے کہ کوئی اور اسے بیان کرے اور وہ میرے نزدیک صدق کی قسم (راست بازوں) کے راویوں میں سے ہے۔'' ❀❀

مراکش کے مشہور محدث عبداللہ بن محمد غماری اپنی کتاب 'ارغام المبتدی الغبی بجواز التوسُّل بالنبی' میں لکھتے ہیں: ''امام احمد بن حنبل نے سعید بن زید کے متعلق 'لیس بہ بأس' کہا ہے جس کا معنی ہے کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں یعنی وہ بالکل صحیح ہے۔ ❀❀❀ امام احمد کی یہ اصطلاح معناً ثقہ کے ساتھ متماثل ہے جو کہ مستند راویانِ حدیث کے اعلیٰ درجوں میں سے ایک درجہ ہے۔''

ابن معین بھی لیس بہ بأس سے مراد ثقہ لیتے ہیں۔ ❀❀❀❀

❀ الطبقات الکبری، ۷: ۲۸۷

❀❀ تہذیب التہذیب، ۴: ۳-۳۲

❀❀❀ (امام احمد کا یہ قول امام ذہبی نے 'میزان الاعتدال (۲: ۱۳۸)' میں اور حافظ عسقلانی نے 'تہذیب التہذیب (۴: ۳۲)' میں بیان کیا ہے۔)

❀❀❀❀ لسان المیزان، ۱: ۱۳

Marfat.com

محدث ابن الصلاح نے 'المقدمۃ' میں، امام سخاوی نے 'فتح المغیث' میں، حافظ ابن حجر نے 'ھدی الساری مقدمہ فتح الباری' میں اور امام نووی کی 'التقریب والتیسیر' کے مؤلف نے لیس بہ بأس اور ثقہ کی اصطلاحوں کو یکساں قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ تیسری صدی ہجری کے بہت سے محدثین مثلاً ابن معین، ابن المدینی، امام احمد، ابوزرعۃ، ابن ابو حاتم رازی اور یعقوب بن سفیان فساوی وغیرہ نے بھی لیس بہ بأس کو ثقہ کے درجہ کے برابر قرار دیا ہے۔

۳۔ **عمرو بن مالک نکری** کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں 'تہذیب التہذیب (۹۶:۸)' میں لکھتے ہیں: ''ابن حبان نے اسے اپنی کتاب 'الثقات' میں ذکر کیا ہے۔'' لہذا ابن حبان کا اس کی ثقاہت قبول کرنا برحق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے 'تقریب التہذیب (۲: ۷۷)' میں عمرو بن مالک نکری کے بارے میں 'صدوق له أوهام' کہا ہے۔

حافظ ابن حجر کے قول 'صدوق' سے عمرو بن مالک نکری کے صواب کا پتہ چلتا ہے اور انہوں نے اس لفظ کو مقدم بھی کیا ہے۔ شیخ محمود سیعد ممدوح اپنی کتاب 'رفع المنارۃ (ص:۲۵۸)' میں اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے: ''أنه كأنه ضعفه''، انہوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لفظ 'کأنّ' ظن وگمان ہے، اس سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔''

حسن بن موسی اشیب کے بارے میں جب عبداللہ بن علی بن مدینی نے 'وكأنه ضعفه' کہا تو حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی 'ھدی الساری مقدمہ فتح الباری (ص:۳۹۷)' یہی کہا: ''هذا ظن، لا تقوم به حجة (یہ گمان ہے، اس لیے اس سے

حجت قائم نہیں ہوسکتی)۔"

پس عمرو بن مالک نکری کی ثقاہت میں اس بیان کے بعد کوئی شک وشبہ نہیں، اسی کی توضیح امام ذہبی نے 'میزان الاعتدال (۲۸٦:۳)' اور 'المغنی (۴۸۸:۲)' میں کی ہے۔ شیخ محمود سعید ممدوح لکھتے ہیں:

"ابن عدی نے 'الکامل (۱۷۹۹:۵)' میں عمرو بن مالک نکری کو عمرو بن مالک راسبی کے ساتھ ملا دیا ہے اور اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ اس بات کی وضاحت امام ذہبی نے 'میزانِ الاعتدال (۲۸۵:۳)' اور 'المغنی (۴۸۸:۲)' میں جبکہ حافظ عسقلانی نے 'تہذیب التہذیب (۹۵:۸)' میں عمرو بن مالک نکری کو عمرو بن مالک راسبی سے الگ بیان کیا ہے اور ابن عدی کے اختلاط کی وضاحت بھی کی ہے جس کی وجہ سے بعض محدثین نے عمرو بن مالک نکری کو ضعیف کہا اور انہوں نے یہ صرف ابن عدی کی تقلید میں بغیر غلطی کے کیا ہے۔ جیسا کہ محدث ابن الجوزی نے 'کتاب الموضوعات (۱۴۵:۲)' اور امام ابن تیمیہ نے 'التوسُّل والوسیلۃ' میں کیا۔"۞

علامہ ناصر الدین البانی نے 'تعلیق علی فضل الصلاۃ علی النبی (ص:۸۸)' میں لکھا ہے: "عمرو بن مالک نکری ثقہ ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔" انہوں نے اپنی ایک اور کتاب 'سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۶۰۸:۵)' میں بھی اسے ثقہ کہا ہے۔

۴۔ **ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ** سے کثیر لوگوں نے روایات لی ہیں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا سماع بھی ثابت شدہ امر ہے۔ دلیل کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ امام مسلم نے ابو الجوزاء کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث بیان کی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

۞ رفع المنارۃ:۶۰۔۲۵۹

Marfat.com

و قال لنا مسدد، عن جعفر ابن سليمان، عن عمرو بن مالك النكرى، عن أبى الجوزاء، قال: أقمت مع ابن عباس و عائشة اثنتى عشرة سنة، ليس من القرآن آية إلا سألتهم عنها۔۞

ہمیں مسدد نے کہا، اس نے جعفر بن سلیمان سے، اس نے عمرو بن مالک نکری سے اور اس نے ابو الجوزاء سے روایت کیا: میں حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بارہ سال تک رہا اور قرآن کی کوئی آیت ایسی نہ تھی جس کے بارے میں میں نے ان سے نہ پوچھا ہو۔

ابن سعد ایک اور روایت یوں بیان کرتے ہیں:

عن أبى الجوزاء قال: جاورت ابن عباس فى داره اثنتى عشرة سنة مافى القرآن آية إلا و قد سألته عنها۔۞۞

ابو الجوزاء روایت کرتے ہیں کہ میں بارہ سال حضرت ابن عباس کا پڑوسی رہا اور قرآن کی کوئی آیت ایسی نہ تھی جس کی بابت میں نے ان سے نہ پوچھا ہو۔

امام ابو نعیم اصبہانی یہ روایت ان الفاظ کے اضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

و كان رسولى يختلف إلى أم المؤمنين غدوةً وعشيةً، فما سمعتُ أحدا من العلماء، و لا

اور میرا نمائندہ صبح و شام ام المؤمنین (حضرت عائشہ) رضی اللہ عنہا کے پاس آتا جاتا تھا۔ پس میں نے کسی

۞ التاريخ الكبير، ۲: ۷-۱۶

۞۞ الطبقات الكبرىٰ، ۷: ۲۲۴

Marfat.com

سمعتُ أن الله تعالی یقول لذنب: إنی لأغفرہ إلا الشرک بہ۔ ❀	عالم سے وہ نہیں سنا (جو کچھ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا) اور نہ میں نے یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ گناہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں اسے ضرور معاف کر دوں گا سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''لیکن یہ چیز اس جواز میں مانع نہیں کہ اس نے اس کے بعد کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات نہیں کی۔ پس امام مسلم کے مذہب کے مطابق ملاقات کے امکان کے تحت اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالمشافہ ملاقات کی ہے۔'' ❀❀

پس جب ابو الجوزاء کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ملاقات یقین کے ساتھ ثابت ہوگئی تو وہ مدلّس نہ رہا۔ لہٰذا اس کی روایت کو سماع پر محمول کیا جائے گا جو نہ صرف امام مسلم بلکہ جمہور کا بھی مذہب ہے۔

ابو نعیم اصبہانی نے 'حلیۃ الأولیاء' میں 'عن عائشة' کے الفاظ کے ساتھ ابو الجوزاء کی کافی روایات صحیح قرار دی ہیں۔

ابن قیسرانی نے 'سمع عائشة' کے الفاظ کے ساتھ ابو الجوزاء سے مروی

❀ حلیۃ الاولیاء، ۳:۷۹

❀❀ تہذیب التہذیب، ۱:۳۸۴

Marfat.com

روایت بیان کی ہے۔ ❁

پس اس مفصل بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اسناد حسن یا صحیح ہیں۔

شیخ محمد بن علوی المالکی کہتے ہیں: ''اس روایت کی سند بالکل ٹھیک ہے بلکہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ علماء نے اسے قبول کیا اور بہت سی ایسی اسناد سے استشہاد کیا ہے جو اس جیسی ہیں یا اس سے کم مضبوط ہیں۔'' ❁❁

لہذا اس روایت کو بطور دلیل لیا جائے گا کیونکہ امام نسائی کا مسلک تھا کہ جب تک تمام محدثین ایک راوی کی حدیث کے ترک پر متفق نہ ہوں، اس کی حدیث ترک نہ کی جائے۔ ❁❁❁

منکرینِ توسُّل اس روایت پر ایک اور اعتراض یہ کرتے ہیں کہ یہ موقوف ہے یعنی صرف صحابیہ تک پہنچتی ہے، اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے، حضورﷺ کا فرمان نہیں ہے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک اس کی اسناد صحیح بھی ہوں تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ذاتی رائے پر مبنی ہے اور بعض اوقات صحابہ کی ذاتی رائے صحیح ہوتی ہے اور بعض اوقات غلط بھی ہوتی ہے، لہذا ہم اس پر عمل کرنے کے پابند نہیں۔

اس بے بنیاد اعتراض کا سادہ لفظوں میں جواب یہ ہے کہ نہ صرف اس روایت کی اسناد صحیح اور مستند ہیں بلکہ کسی بھی صحابی نے نہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تجویز کردہ عمل پر اعتراض کیا اور نہ ہی ایسا کوئی اعتراض مروی ہے جس طرح حضرت

❁ الجمع بین الصحیحین لابن القیسر انی، ۱:۴۶۰، بحوالہ رفع المنارۃ: ۲۶۱

❁❁ شفاء الفؤاد بزیارۃ خیر العباد: ۱۵۳

❁❁❁ شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر: ۲۳۳

مالک دار رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں اس آدمی پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا جو قبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر بارش کے لیے دعا کرتا ہے اور یہ روایت ہم آگے بیان کریں گے۔ یہ روایتیں صحابہ کا اجماع ظاہر کرتی ہیں اور ایسا اجماع بہر طور واثق و لازم ہوتا ہے۔ کوئی شخص اس عمل کو ناجائز یا بدعت نہیں کہہ سکتا کہ جسے صحابہ نے خاموشی سے جائز یا مستحب قرار دیا ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کے لزوم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں:

''ہمارے لیے ان کی رائے ہمارے بارے میں ہماری اپنی رائے سے بہتر ہے۔'' ❁

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ کے لوگوں کو رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا۔

حضور علیہ السلام کی قبر انور کے پاس جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّل سے دعا کرنا عثمانی ترکوں کے زمانے تک رہا یعنی بیسویں صدی کے اوائل دور تک یہ طریقہ رائج رہا کہ جب قحط ہوتا بارش نہ ہوتی، اہل مدینہ چھ سات سالہ معصوم مدنی بچہ کو وضو کروا کر اوپر چڑھاتے اور وہ بچہ اس رسی کو کھینچتا جو قبر انور کے اوپر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر کیئے گئے سوراخ کے ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے لٹکائی ہوئی تھی۔ اسی طرح جب قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہتا تو بارش ہو جاتی۔

امام ابن تیمیہ نے اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پوری زندگی میں روضہ اقدس کی چھت میں اس طرح کا کوئی سوراخ موجود نہیں تھا۔ یہ اعتراض کمزور ہے کیونکہ امام دارمی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ وعلماء اس طرح کی تفصیل متأخرین سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔

❁ اعلام الموقعین عن رب العالمین، ۲:۱۸۶

Marfat.com

مثال کے طور پر مدنی محدث و مؤرخ امام علی بن احمد سمہودی نے امام ابن تیمیہ کے اعتراض کا ردّ اور امام دارمی کی تصدیق کرتے ہوئے 'وفاء الوفاء (۲:۵۶۰)' میں لکھا ہے: ''زین المراغی نے کہا: 'جان لیجئے کہ مدینہ کی لوگوں کی آج کے دن تک یہ سنت ہے کہ وہ قحط کے زمانہ میں روضہ رسول کے گنبد...... جو کہ گنبدِ خضری ہے...... کی تہہ میں قبلہ رخ ایک کھڑکی کھولتے اگرچہ قبر مبارک اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے دور میں بھی مقصورہ شریف، جس نے روضہ مبارک کو گھیر رکھا ہے، کا باب المواجہ یعنی چہرہ اقدس کی جانب کھلنے والا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور لوگ وہاں (دعا کے لیے) جمع ہوتے ہیں۔''

۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قبر شریف سے توسّل

حضرت مالک دار؄ سے روایت ہے:

أصاب الناس قحط فی زمن عمر، فجآء رجل إلى قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول الله! استسق لأمتک فإنهم قد هلکوا، فأتی الرجل فی المنام فقیل له: ائت عمر فأقرئه السلام وأخبره أنکم مسقیون و قل له: علیک الکیس!	حضرت عمر (بن خطاب) رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہوگئے۔ پھر ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ (اللہ پاک سے) اپنی امت کے لئے سیرابی مانگئے کیونکہ وہ ہلاک ہوگئی۔ پھر خواب میں نبی علیہ السلام اس کے پاس آئے اور فرمایا کہ عمر کے

Marfat.com

علیک الکیس! فأتی عمر فأخبره فبکی عمر، ثم قال: یا رب! لا آلو إلا ما عجزت عنه۔ ۞

پاس جا کر اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے۔ اور عمر سے کہہ دو کہ عقلمندی اختیار کرو، عقلمندی اختیار کرو۔ پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ کے پاس آئے اور ان کو خبر دی تو حضرت عمرؓ رو پڑے۔ فرمایا: اے اللہ! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔

امام ابن تیمیہ نے 'اقتضاء الصراط المستقیم (ص: ۳۷۳)' میں اس روایت کی تائید کی ہے۔ امام ابن کثیر نے 'البدایۃ والنہایۃ (۵: ۱۶۷)' میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔ اسی سند کے ساتھ ابن ابی خیثمہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی 'الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۳: ۴۸۴)' میں لکھتے ہیں، جبکہ وہ 'فتح الباری (۲: ۴۹۵-۴۹۶)' میں لکھتے ہیں: ''یہ روایت ابن ابی شیبۃ نے صحیح اسناد کے ساتھ بیان کی ہے...... اور سیف بن عمر تمیمی نے 'الفتوح الکبیر' میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ خواب دیکھنے والے ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی تھے۔ امام قسطلانی نے

۞ ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ۱۲: ۲-۳۱، رقم: ۱۲۰۵۱

۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۷: ۴۷

۳۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ۲: ۴۶۴

۴۔ شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: ۱۳۰

۵۔ کنز العمال، ۸: ۴۳۱، رقم: ۲۳۵۳۵

۶۔ کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی، ۱: ۳۱۳-۳۱۴، بحوالہ رفع المنارۃ: ۲۶۲

Marfat.com

'المواهب اللدنیۃ (۲۷۶:۴)' میں کہا ہے کہ اسے ابن ابی شیبۃ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جبکہ علامہ زرقانی نے بھی 'شرح (۱۱:۱۔۱۵۰)' میں امام قسطلانی کی تائید کی ہے۔

حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے اس صحیح الاسناد قوی حدیث کو بھی ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے مندرجہ ذیل اعتراض کیے ہیں:

<u>**پہلا اعتراض:**</u> اس کا ایک راوی 'اعمش' مدلّس ہے۔

<u>**جواب:**</u> اس کا جواب یہ ہے کہ اعمش اگرچہ مدلّس ہے لیکن اس کی یہ روایت درج ذیل دو وجوہات کی بنا پر مقبول ہے چاہے اس کا سماع ثابت ہو یا نہ ہو:

۱۔ اعمش کا ذکر دوسرے درجے کے مدلّسین میں کیا گیا ہے اور یہ وہ مدلّسین ہیں جن سے ائمۃ نے اپنی صحیح کتب میں روایات لی ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ اعمش کی یہ روایت مقبول ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ اگر ہم اعمش کا سماع ثابت ہونے پر ہی یہ روایت قبول کریں جیسا کہ تیسرے یا اس سے نچلے مدارج کے مدلّسین کے معاملے میں کیا جاتا ہے تو اعمش کی یہ روایت مقبول ہوگی کیونکہ اس نے ابو صالح ذکوان سمّان سے نقل کی ہے۔ امام ذھبی فرماتے ہیں: ''جب اعمش لفظ 'عن' کے ساتھ روایت کرے تو اس میں احتمالِ تدلیس ہوتا ہے مگر جب اپنے بہت سارے شیوخ مثلاً ابراہیم، ابن ابو وائل، ابو صالح سمّان وغیرہ سے روایت کرے تو ان کو اتصال پر محمول کیا جائے گا۔'' ❁

❁ میزان الاعتدال، ۲:۲۲۴

علاوہ ازیں امام ذھبی نے اسے ثقہ کہا ہے۔

دوسرا اعتراض: علامہ ناصر الدین البانی اپنی کتاب 'التوسُّل، أحکامہ و أنواعہ' میں لکھتے ہیں: ''ہم اس واقعے کو مستند نہیں مانتے کیونکہ مالک دار کی ثقاہت اور ضبط معروف (known) نہیں اور اصولِ حدیث میں کسی راوی کے مستند ہونے کے لیے یہی دو بنیادی اصول ہیں۔ امام ابن ابی حاتم رازی نے 'کتاب الجرح و التعدیل (۴:۲۱۳)' میں مالک دار کو بیان کرتے ہوئے ابو صالح کے علاوہ کسی اور راوی کا ذکر نہیں کیا جس نے اس سے روایت لی ہو، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مجہول (unknown) ہے۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن ابن حاتم جو خود شیخ الاسلام اور حافظ الحدیث ہیں، نے کسی ایک کا بھی ذکر نہیں کیا جس نے اسے ثقہ قرار دیا ہو۔ اسی طرح حافظ منذری نے مالک دار کے بارے میں کہا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا جبکہ امام ابن حجر ہیثمی نے بھی 'مجمع الزوائد' میں ایسا ہی کہا ہے۔......''

جواب: اس اعتراض کا بطلان مالک دار کے اس سوانحی تذکرے سے ثابت ہے جسے ابن سعد نے مدنی تابعین کے دوسرے طبقے میں بیان کرتے ہوئے کچھ یوں لکھا ہے:

''مالک دار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایات لے کر بیان کیں، اس سے ابو صالح سمان نے روایات لیں۔ وہ معروف (known) تھا۔ ❁

❁ الطبقات الکبری، ۵:۱۲

Marfat.com

مزید برآں یہ اعتراض حافظ خلیلی (م:۴۴۵ھ) کے مالک دار پر تبصرے سے غلط ثابت ہوتا ہے: ''مالک دار (کی ثقاہت) متفق علیہ ہے اور تابعین (Successors) کی جماعت نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔''✿

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے مالک دار کا جو سوانحی خاکہ بیان کیا ہے، اس سے بھی یہ اعتراض رد ہوتا ہے:

''مالک بن عیاض، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام، اسے مالک دار کہا جاتا تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور اُس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیثیں سنی ہیں۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں۔ اس سے ابو صالح سمان اور اس (مالک دار) کے دو بیٹوں عون اور عبداللہ نے روایات لی ہیں۔

''اور امام بخاری نے 'کتاب التاریخ الکبیر (۷:۵۔۳۰۴)' میں مالک دار سے بحوالہ ابو صالح ذکوان یہ روایت لی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ قحط میں کہا: اے میرے پروردگار! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔

''ابن ابی خیثمہ نے انہی الفاظ کے ساتھ ایک طویل روایت نقل کی ہے (جس پر ہم بحث کر رہے ہیں)......اور ہم نے 'فوائدِ داؤد بن عمر رضی اللہ عنہ' اور 'الضبی' جسے امام بغوی نے جمع کیا ہے، میں مالکِ دار سے بحوالہ عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع مخزومی روایت نقل کی ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن مجھے بلایا، ان کے ہاتھ میں سونے کا بٹوہ تھا جس میں چار سو دینار تھے، اور مجھے حکم دیا کہ اسے ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کے پاس لے

✿ کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث بحوالہ ارغام المبتدی الغبی بجواز التوسُّل بالنبی للغماری:۹

جاؤں۔ اور پھر اس نے بقیہ واقعہ بیان کیا۔

''ابن سعد نے مالک دار کو اہلِ مدینہ تابعین کے پہلے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایات لی ہیں، اور وہ معروف تھا۔ ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے عیال کا نگران مقرر کیا تھا، پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اسے وزیرِ خزانہ بنا دیا اور اسی لیے اس کا نام مالکِ دار (گھر کا مالک) پڑ گیا۔

''اسماعیل قاضی نے علی بن مدینی سے روایت کیا ہے کہ مالکِ دار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خزانچی تھے۔''

ابن حبان نے 'الثقات (۵:۳۸۴)' میں مالک دار کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ❀❀

اب اگر حافظ منذری اور امام ابن حجر ہیثمی نے مالکِ دار کے بارے میں کہا ہے کہ ہم اسے نہیں جانتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اسے ثقہ یا غیر ثقہ کچھ بھی نہیں کہا۔ تاہم امام بخاری، ابن سعد، علی بن مدینی، ابن حبان اور حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے دوسرے اجل محدثین بھی ہیں جو اسے جانتے ہیں۔ حافظ عسقلانی نے اس کا ذکر 'تہذیب التہذیب (۷:۲۲۶، ۸:۲۱۷)' میں بھی کیا ہے۔

مقامِ حیرت ہے کہ علامہ ناصر الدین البانی ان کے قول کو قبول و منتخب کرتے ہیں جو مالک دار کا معاملہ نہیں جانتے اور اسے ان لوگوں کے قول پر ترجیح دیتے ہیں جو اسے جانتے ہیں۔ علامہ البانی نے مالک بن عیاض جو 'الدار' کے لقب سے مشہور ہے، کی

❀ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۳:۵:۴۸۴

❀❀ رفع المنارۃ: ۲۶۶

Marfat.com

روایات ردّ کی ہیں جبکہ کبارِ صحابہ کرام ﷺ نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں اپنا وزیر بنایا اور وزارتِ خزانہ جیسے اہم محکمے کی ذمہ داریاں تفویض کیں۔ علامہ البانی اس کے برعکس مالک دار کی نسبت کم مرتبے کے حامل لوگوں کی روایت قبول کرتے ہیں۔ ذیل میں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں:

۱۔ انہوں نے یحی بن عریان ھروی کو 'سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۱:۴۹)' میں حسن قرار دیا ہے۔ ان کی دلیل حافظ خطیب بغدادی کا 'تاریخ بغداد (۱۴:۱۶۱)' میں وہ قول ہے جس میں وہ یحی بن عریان ھروی کو بغداد کا ایک محدث قرار دیتے ہیں: **کان ببغداد محدثًا** (وہ بغداد کا ایک محدث تھا)۔

یہ بیان بالکل واضح ہے۔ حافظ خطیب بغدادی نے یحی بن عریان ھروی پر کوئی جرح وتعدیل کی، نہ ہی یہ ظاہر کیا کہ وہ کتنے بلند پائے کا محدث تھا یا اس کی روایات صحیح یا حسن تھیں، لیکن پھر بھی علامہ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

۲۔ ابو سعید غفاری کو 'سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۲:۲۹۸)' میں حسن کہا گیا ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد کہ وہ مجہول (unknown) نہیں رہا چونکہ اس سے روایت لینے والے دو راوی ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''پس وہ تابعی ہے۔ حفاظ کی ایک جماعت نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ لہٰذا حافظ عراقی کا (اس سے مروی روایت کی) اِسناد کو جیّد کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی بات سے مجھے انشراحِ صدر حاصل ہوا اور میرا نفس اس پر مطمئن ہوا۔''

سوال یہ ہے کہ ابو سعید غفاری اور مالکِ دار کے درمیان فرق کیوں؟

۳۔ صالح بن خوات کو 'سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۲:۴۳۶)' میں حسن قرار دیا

Marfat.com

ہے کیونکہ ایک جماعت نے اس سے روایات لی ہیں اور ابن حبان نے 'الثقات' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جبکہ ہماری تحقیق کے مطابق حافظ ابن حجر عسقلانی نے 'تقریب التہذیب (۳۵۹:۱)' میں اسے مقبول کہا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ آٹھویں طبقہ میں سے تھا۔

تو کیا پہلے طبقے کا راوی مالک دار حسن نہیں ہوگا؟

لہذا امام ابن ابی حاتم رازی کا سکوت مالک دار کے مجہول ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ وہ اس لیے سکوت اختیار کرتے ہیں کہ وہ راوی کے بارے میں جرح و تعدیل نہیں پاتے۔ پس عدم جرح و تعدیل سے مراد راوی کی جہالت نہیں کیونکہ جہالت جرح ہے جس کی سکوت سے صراحت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے، بلکہ حقیقت میں اس طرح سے راوی کا جہل ثابت کرنے کی مخالفت کی جاتی ہے۔ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جن کے متعلق ابن ابی حاتم رازی خاموش رہتے ہیں حالانکہ دوسرے ائمۃ نے ان راویوں پر جرح و تعدیل کی ہے۔ کتبِ اسماء الرجال اس طرح کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔

<u>تیسرا اعتراض:</u> ابو صالح ذکوان سمان اور مالک دار کے درمیان انقطاع کا گمان ہے۔

<u>جواب:</u> یہ گمان باطل ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے بطلان کے لیے صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ ابو صالح بھی مالک دار کی طرح مدنی تھا اور اس نے صحابہ کرام ﷡ سے حدیثیں روایت کی ہیں، لہذا وہ مدلّس نہیں۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے

Marfat.com

کہ کسی سند کے اتصال کے لیے صرف معاصرت کافی ہے جیسا کہ امام مسلم نے 'الصحیح' کے مقدمہ میں اس بات پر اجماع کا ذکر کیا ہے۔

چوتھا اعتراض: اس روایت کا صحیح ہونا حجت نہیں کیونکہ اس کا دار و مدار ایک ایسے شخص پر ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ صرف سیف بن عمر تمیمی کی بیان کردہ روایت میں اس کا نام 'بلال' بیان کیا گیا ہے اور سیف نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

جواب: یہ اعتراض باطل ہے اس لیے کہ حجت کا دار و مدار بلال پر نہیں بلکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عمل پر ہے۔ انہوں نے بلال کو اس کے فعل سے روکا نہیں بلکہ اسے تسلیم کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ خود بھی رو دیے اور فرمایا: "اے میرے پروردگار! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔" لہٰذا قبر شریف پر آنے والا شخص خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی، اس کا عدمِ ذکر اس روایت کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ مالکِ دار کی بیان کردہ روایت صحیح ہے جیسا کہ ہم نے ابتدا میں بیان کیا۔ شیخ محمد بن علوی مالکی لکھتے ہیں:

"وہ حضرات جنہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا یا روایت کیا ہے اور کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ گمراہی و کفر ہے اور نہ انہوں نے متن حدیث پر کسی قسم کا اعتراض کیا۔ اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے جلیل القدر صاحب علم نے حوالہ دیا اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ حفاظ حدیث میں ان کا جو مقام و مرتبہ اور علم و فضل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔" ❁

❁ مفاہیم یجب ان تصحح: ۱۵۱

Marfat.com

اس روایت سے مندرجہ ذیل اہم نکات مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ توسُّل اور استمداد کی نیت سے زیارتِ قبور کے لیے جانا۔

۲۔ ابتلاء و آزمائش کے وقت کسی فوت شدہ نیک ہستی کی قبر پر جا کر توسُّل کرنا اور اس سے مدد طلب کرنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو ضرور منع فرماتے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر شریف پر آنے والے شخص کے خواب میں آ کر اسے بشارت دینا اس بات پر دلیل ہے کہ غیر اللہ اور فوت شدگان سے استعانت جائز ہے کیونکہ اگر ایسا کرنا جائز نہ ہوتا تو یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو منع نہ فرماتے۔

۴۔ بعد از وصالِ مبارک ندائے یا رسول اللہ کا اِثبات۔

۵۔ نداء، استمداد اور توسُّل کا عمل خیر القرون سے چلا آ رہا ہے۔

۶۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بعد از وصال بھی رُشد و ہدایت کا منبع ہے۔

۷۔ سلطنت کا سربراہ انتظامی معاملات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے باوجود ریاستی چینل (channel) کو نہیں توڑا، اور در حقیقت نظم و نسق کی پاسداری کا سبق دیتے ہوئے قبر شریف پر آنے والے شخص کو سربراہِ ریاست کے پاس جانے کا حکم فرمایا۔

۸۔ قبر شریف پر آنے والے شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا واسطہ دیا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ساتھ بے پایاں محبت ظاہر ہوتی ہے۔

۹۔ امت کو وسیلہ بنانے کا جواز۔

۱۰۔ نبی ﷺ کے سامنے غیر نبی کو وسیلہ بنانے کا جواز۔

۱۱۔ جو شخص بھی حضور نبی اکرم ﷺ سے تعلق استوار کرے اور اس نسبت کو پختہ کرے تو آقائے نامدار ﷺ اپنے اس غلام کو ضرور اپنے دیدار سے مشرف فرماتے ہیں اور اپنی عطاؤں کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے نامِ محمد ﷺ کی غلامی کا پٹہ ڈالنے والے کو فیوض و برکات سے نوازتے ہیں۔

۱۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو بعد از وصال بھی اپنی امت یا اس کے کسی حکمران کی کمزوریوں کا علم ہوتا ہے اور آپ ﷺ ان کمزوریوں کو رفع کرنے کے لیے مختلف احکامات صادر فرماتے ہیں۔

۱۳۔ عظیم اور اہل اللہ ہستیوں سے ان کے وصال کے بعد راہنمائی طلب کرنا۔

۱۴۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے بعد از وصال ملنے والے احکامات کو صحابہ کا حق و سچ ماننا۔

۱۵۔ خواب میں ملنے والے احکامات کا دوسروں پر نفاذ۔

۱۶۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے موَحِّد کے سامنے توسُّل و استمداد کی بات کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ سن کر رو پڑے اور اسے حق جان کر جواب دیا۔

۱۷۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سرورِ دو جہاں سے عشق کہ محبوب خدا ﷺ کا ذکر سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ پر رقّت طاری ہوگئی۔

۶۔ حاجت برآری بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ

فصل اوّل و دوم میں ہم نے ثقہ روایات کے ذریعہ اس بات کو ثابت کر دیا کہ

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کی ولادت باسعادت سے قبل اور حیات طیبہ میں توسّل ہوتا رہا۔ حیات طیبہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی اس معروف و مشہور روایت کا تفصیلی ذکر ہو چکا جس میں ایک نابینا شخص نے بارگاہ نبوی ﷺ میں درخواست کردی اور پھر حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے اس کی بینائی لوٹ آئی۔ اب ہم یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ توسّل کا یہ طریقہ نبی ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم توسّل کے اس صیغہ کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی استعمال کرتے تھے۔ جیسا کہ طبرانی کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک آدمی اپنی کسی غرض و حاجت سے بار بار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس کی طرف التفات کرتے اور نہ اس کی حاجت میں غور فرماتے۔ وہ آدمی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو ملا اور ان سے اس کا شکوہ کیا۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوٹا لاؤ اور وضو کرو۔ پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ کر یہ کہو: ''اللهم! إنی أسالک و أتوجه إلیک بنبینا محمد ﷺ نبی الرحمة، یا محمد! إنی أتوجه بک إلی ربی فتقضی لی حاجتی۔'' (اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف ہمارے نبی محمد ﷺ نبیِ رحمت کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری یہ حاجت پوری فرمادے۔) اور اپنی حاجت کو ذکر کر۔ وہ آدمی چلا گیا اور جو اس کو کہا گیا تھا اس نے وہی کیا۔ اس کے بعد جب وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا تو دربان آیا، اس کو اپنے ہاتھ سے **پکڑا اور** حضرت **عثمان** رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ چٹائی پر بٹھایا اور فرمایا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے اپنی حاجت بیان کی تو حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا اور

Marfat.com

فرمایا کہ تم نے اب تک اپنی حاجت کا کیوں ذکر نہ کیا؟ آپ نے اسے یہ بھی فرمایا کہ آئندہ جو بھی ضرورت ہو، ہمارے پاس آنا۔ وہ آدمی جب ان کے ہاں سے رخصت ہوا تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے عرض کیا۔ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہ تو میری حاجت کے بارے میں نہ غور کرتے اور نہ میری طرف التفات کرتے تھے حتی کہ آپ نے ان سے میری سفارش کردی۔ تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله! ما كلمته، و لكني شهدت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و أتاه ضرير، فشكا إليه ذهاب بصره، فقال له النبي صلی اللہ علیہ وسلم: فتصبر؟ فقال: يا رسول الله! ليس لي قائد و قد شق علي، فقال له النبي: ائت الميضأة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات۔ قال ابن حنيف: فوالله! ما تفرقنا، و طال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كأنه لم يكن به ضر قط۔ ❁

بخدا! یہ میں نے نہیں کہا۔ بلکہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس ایک اندھا آدمی آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بینائی کے ختم ہونے کا شکوہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تو صبر کر۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا کوئی خادم نہیں ہے اور مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوٹا لے کر آؤ اور وضو کرو۔ پھر دو رکعت پڑھ کر ان دعائیہ کلمات سے دعا کرو۔ پھر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ

❁ ۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۹: ۳۱، رقم: ۸۳۱۱
۲۔ المعجم الصغیر للطبرانی، ۱: ۱۸۳-۱۸۴
۳۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶: ۱۶۷-۱۶۸
۴۔ الترغیب والترہیب، ۱: ۴۷۴-۴۷۶ ==

Marfat.com

نے کہا کہ خدا کی قسم! ہم لوگ ابھی نہ تو
مجلس سے دور ہوئے اور نہ ہی ہمارے
درمیان گفتگو لمبی ہوئی حتی کہ وہ آدمی
ہمارے پاس (اس حالت میں) آیا
کہ گویا اسے اندھا پن تھا ہی نہیں۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو وہ دعا سکھائی جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ استغاثہ وندا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے کا ذکر کیا ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس آدمی نے یہ گمان کیا کہ شاید عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی خلیفہ سے سفارش کرنے کی وجہ سے اس کی ضرورت پوری ہوئی ہے اس لئے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جلدی سے اس کے گمان کی نفی کردی اور اس کو وہ حدیث سنائی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اور اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا تاکہ ثابت ہو جائے کہ اس کی حاجت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کی وجہ سے پوری ہوئی ہے اور اللہ کی قسم کھا کر اسے یقین دہانی کروائی کہ انہوں نے خلیفہ سے اس بارے میں کوئی سفارش نہیں کی بلکہ یہ سب کچھ وسیلہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تائید

امام ابن تیمیہ نے اسی حدیث پاک کے حوالے سے ایک حکایت بیان کی ہے کہ ابن ابی الدنیا نے کتاب 'مجابی الدعاء' میں ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص

==۵۔ شفاء السقام: ۱۲۵ ۷۔ (الخصائص الکبری، ۲:۲۔۲۰۱)

۶۔ مجمع الزوائد، ۲:۹۔۲۷۹

حافظ منذری نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

Marfat.com

عبدالملک بن سعید بن ابجرؒ کے پاس آیا۔ عبدالملک نے اس کے پیٹ کو دبایا اور کہا کہ تمہیں ایک بیماری ہے جو کہ ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ اس نے کہا: وہ کیا؟ عبدالملک نے کہا دبیلہ (بڑا پھوڑا) ہے جو پیٹ کے اندر نکلتا ہے اور اکثر مریض کو ہلاک کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص واپس ہوا اور پھر اس نے کہا:

الله! الله ! الله ربی، لا أشرک به شيئا، اللهم! إنی أتوجه إليک بنبيک محمد نبی الرحمة ﷺ تسليما، يا محمد! إنی أتوجه بک إلی ربک و ربی يرحمنی مما بی۔

اللہ! اللہ! اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کا کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف آپ کے نبی محمد نبی رحمت ﷺ کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد! میں آپ کے وسیلے سے آپ کے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری بیماری میں مجھ پر رحم فرمائیں۔

کہتے ہیں کہ عبدالملک نے اس کے بعد اس کے پیٹ کو دبایا اور کہا کہ تم ٹھیک ہوگئے ہو، تمہیں کوئی بیماری نہیں۔ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب میں اس پورے واقعے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت: فهذا الدعا و نحوه قد روی أنه دعا به السلف۔ ۞

میں کہتا ہوں کہ یہ اور اس جیسی دیگر دعائیں سلف سے منقول ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے بھی اس چیز کی روایت کردی:

۞ قاعدہ جلیلہ فی التوسّل والوسلیہ: ۹۱

Marfat.com

(۱) یہ سلف کا عمل ہے، اور

(۲) اس عمل سے شفایاب ہونا بھی درست ہے۔

وظیفہ دینے کا ثبوت

مندرجہ بالا دونوں روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ مشائخ و بزرگان دین کا وظیفہ دینے کا عمل درست ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کا معمول ہے۔ حضور ﷺ نے تو حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم آگے لوگوں کو بھی یہ دعا پڑھنے کا کہتے پھرو۔

۷۔ روزِ قیامت حضور نبی اکرم ﷺ سے توسّل

قیامت کے دن بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس بخشش و مغفرت کا وسیلہ ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَ عَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ O ❁

اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اس آیت کی روشنی میں جملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا گیا وعدہ الٰہی توسّل کو ظاہر کرتا ہے۔ انعامات و احسانات کے وہ تمام وعدے جو دیگر انبیاء علیہم

❁ آل عمران، ۳:۱۹۴

Marfat.com

(السلام) کے ساتھ کیے گئے وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے توسّل سے آپ ﷺ کی امت کے حق میں خصوصی انفرادیت رکھتے ہیں، روز قیامت جملہ ذریت آدم اس دن کی گرمی و تپش سے تنگ آ کر سارے انبیاء علیہم (السلام) کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ ہر کوئی یہی کہے گا: إذهبوا إلى غيرى (آج کے روز کسی اور پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہو)۔ بالآخر ساری انسانیت حضور نبی اکرم ﷺ کی در اقدس پر آ جائے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے متفق علیہ روایت ہے:

حدثنا محمد ﷺ قال: إذا كان يوم القيامة ماج الناس بعضهم في بعض، فيأتون آدم فيقولون: اشفع إلى ربک، فيقول: لست لها، و لكن عليكم بإبراهيم فإنه خليل الرحمن، فيأتون إبراهيم، فيقول: لست لها، و لكن عليكم بموسى فإنه كليم الله، فيأتون موسى، فيقول: لست لها، و لكن عليكم بعيسى فانه روح الله و كلمته، فيأتون عيسى، فيقول: لست لها، و لكن عليكم بمحمد ﷺ،

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے۔ سب سے پہلے وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے: آپ (ہمارے لیے) اپنے رب کی بارگاہ میں سفارش کریں۔ وہ فرمائیں گے کہ آج یہ منصب میرا نہیں، البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ، وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے، وہ بھی فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں

Marfat.com

فيأتونني، فأقول: أنا لها، فأستأذن على ربي، فيؤذن لي، و يلهمني محامد أحمده بها لا تحضرني الان، فأحمده بتلك المحامد، و أخر له ساجدا، فيقال: يا محمد! ارفع رأسك و قل يسمع لك، و سل تعط، و اشفع تشفع، فأقول: يا رب! أمتي أمتي، فيقال: انطلق فأخرج منها من كان في قلبه مثقال شعيرة من إيمان، فأنطلق فأفعل، ثم أعود فأحمده بتلك المحامد، ثم أخر له ساجداً، فيقال: يا محمد! ارفع رأسك، و قل يسمع لك، و سل تعط، و اشفع تشفع، فأقول: يا رب! أمتي أمتي، فيقال: انطلق فأخرج منها من كان في قلبه مثقال ذرة أو خردلة من إيمان،

جاؤ اس لیے کہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی فرمائیں گے: میں اس قابل نہیں ہوں؛ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ، وہ روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ بھی یہی فرمائیں گے: آج میں بھی اس کا اہل نہیں ہوں، البتہ تم حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ ساری انسانیت میرے پاس آجائے گی۔ میں کہوں گا: ہاں اس منصب شفاعت کا اہل (آج) میں ہی ہوں۔ میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی۔ مجھے اس وقت محامد (حمدوں) کا الہام کیا جائے گا جس کے ذریعے میں اللہ کی حمد وثنا کروں گا جنہیں میں اس وقت بیان نہیں کرسکتا۔ (غرضیکہ) میں ان محامد

Marfat.com

فأنطلق فأفعل، ثم أعود
فأحمده بتلك المحامد، ثم
أخر له ساجداً، فيقال: يا
محمد! ارفع رأسک، و قل
يسمع لک، و سل تعط، و
اشفع تشفع، فأقول: يا رب!
أمتي أمتي، فيقول: انطلق
فأخرج منها من كان في قلبه
أدنى أدنى أدنى مثقال حبة من
خردلة من إيمان فأخرجه من
النار من النار من النار۔ فأنطلق
فأفعل......و قال: ثم أعود
الرابعة فأحمده بتلك
المحامد، ثم أخر له ساجداً،
فيقال: يا محمد! ارفع رأسک
و قل يسمع، و سل تعط، و
اشفع تشفع، فأقول: يا رب!
إئذن لي فيمن قال: لا إله إلا
الله، فيقول: و عزتي و جلالي
و كبريائي و عظمتي لأخرجن

کے ساتھ رب کی حمد وثنا کروں گا اور
اس کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا۔
پس مجھے کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر
انور اٹھایئے، بولیے آپ کی بات سنی
جائے گی اور مانگئے، آپ کو عطا کیا
جائے گا، اور شفاعت کیجیے، آپ کی
شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض
کروں گا :اے رب! میری امت،
میری امت۔ پس حکم ہوگا کہ جایئے
اور جہنم سے اسے نکال لیجیے جس کے
دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہے۔
پس میں جا کر ایسا ہی کروں گا (اور
ایسے تمام افراد کو جہنم سے نکال لوں
گا)۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے
ساتھ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس
کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا۔ پس
فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا سر انور
اٹھایئے اور فرمایئے، سنا جائے گا اور
سوال کیجئے، عطا کیا جائے گا اور
شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول

Marfat.com

منها من قال لا إله إلا الله ۔ ۞	کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ پس فرمایا جائے گا کہ جائیے اور جہنم سے اسے بھی نکال لیجیے جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر

۞ ا۔ صحیح البخاری ،۲: ۲۰۔۱۱۱۸، ۱۱۰۸،

۲۔۱۱۰۱، ۱۷۱، ۶۴۲،۹

۲۔ صحیح البخاری، ۱: ۴۷۰

۳۔ الصحیح لمسلم ،۱: ۹۔۱۰۸

۴۔ جامع الترمذی،۲: ۶۶

۵۔ سنن الدارمی،۲: ۵۔۲۳۴، رقم: ۲۸۰۷

۶۔ مسند ابو داؤد الطیالسی: ۹۔۲۶۸، رقم: ۲۰۱۰

۷۔ مسند ابوعوانہ،۱: ۴۔۱۸۳،۴۔۱۷۱

۸۔ مسند ابو یعلی، ۱: ۹۔۵۶، رقم: ۵۹

۹۔ مصنف ابن ابی شیبۃ ،۱۱: ۴۵۱۔۴۴۴، رقم: ۳، ۱، ۲۰، ۱۱۷

۱۰۔ صحیح ابن حبان ،۱۴: ۹۔۳۷۷، رقم: ۶۴۶۴

۱۱۔ صحیح ابن حبان، ۱۴: ۷۔۳۹۳، رقم: ۶۴۷۶

۱۲۔ شعب الایمان للبیہقی ،۱: ۶۔۲۸۵، رقم: ۹۔۳۰۸

۱۳۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۵: ۶۰۔۱۵۷، رقم: ۴۳۳۳

۱۴۔ موارد الظمآن: ۶۴۲، رقم: ۲۵۸۹

۱۵۔ مجمع الزوائد، ۱۰: ۴۔۳۷۳

علاوہ ازیں امام احمد بن حنبل نے بھی 'مسند' میں چھ مختلف مقامات پر یہ روایت بیان کی ہے اور ان تمام کی اسناد صحیح ہیں:

ا۔ ج: ۱، ص: ۴ پر سیدنا ابوبکر صدیق ﷛ سے روایت کی۔

۲۔ اسی جلد میں صفحہ ۲۸۱ پر سیدنا عبداللہ بن عباس ﷠ سے روایت کی۔

۳۔ پھر ۲: ۴۳۵ پر سیدنا ابوھریرۃ ﷛ سے روایت کی۔

۴۔ پھر ۳: ۲۴۷، ۲۴۴، ۱۱۶ پر سیدنا انس بن مالک ﷛ سے روایت کی۔

Marfat.com

بھی ایمان ہے پس میں جا کر ایسا ہی
کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان ہی محامد
کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور
پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔
پس فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا سر انور
اٹھائیے اور بیان کیجئے سنا جائے گا اور
سوال کیجئے، عطا کیا جائے گا اور
شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول
کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا:
اے رب! میری امت، میری امت۔
پس فرمایا جائے گا کہ جایئے اسے بھی
جہنم سے نکال لیجیے جس کے دل میں
رائی کے دانے سے بھی کم، بہت کم
اور بہت ہی کم ایمان ہے، پس ایسے
شخص کو بھی جہنم کی آگ، آگ،
آگ سے نکال لیجیے۔ چنانچہ میں
جا کر ایسا ہی کروں گا۔

حضرت حسن ...... ہی نے حضرت انس کی روایت میں ہی ان الفاظ کو بھی بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوتھی مرتبہ پھر واپس لوٹوں گا اور اسی طرح حمد وثناء کروں گا، پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد! اپنا

Marfat.com

سرانور اٹھایئے اور بیان کیجیے، سنا جائے گا اور سوال کیجیے، عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت میں عرض کروں گا کہ اے رب! مجھے اس شخص کو جہنم سے نکالنے کی اجازت دیجیے جس نے (ایک مرتبہ بھی صدق دل سے) کلمہ طیبہ پڑھ لیا ہے۔ باری تعالیٰ فرمائے گا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی! اپنے جلال کی! اپنی کبریائی وعظمت کی! میں ضرور دوزخ سے اسے بھی آزاد کروں گا جس نے لا إله إلا الله کہا ہے۔"

گویا اس حدیث مبارکہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ میدان حشر میں حساب وکتاب کا سلسلہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اللہ کی بارگاہ میں خصوصی حمد وثناء اور التجاء ودعا کے توسُّل سے ہی شروع ہوگا اور سب سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کے وسیلے سے امت مصطفوی کا حساب وکتاب شروع ہوگا تا کہ یہ حشر کی گرمی میں زیادہ دیر مبتلا نہ رہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں قیامت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ ج نُورُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ۔ ❁

(یہ وہ دن ہوگا) جس دن اللہ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا۔ (اس روز) ان کا نورِ (ایمان) ان کے آگے اور ان کے داہنی طرف دوڑتا چلا جاتا ہوگا۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ باری تعالیٰ اپنے رسول نبی آخر الزمان ﷺ کے وسیلہ سے امت مصطفوی کو قیامت میں رسوا نہ کرے گا بلکہ اعلیٰ اعزاز

❁ التحریم، ۶۶:۸

کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔ ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ نور جو انہیں اللہ کے نبی کے وسیلے سے ملا ہوگا انہیں اپنے احاطے میں لیے ہوگا۔

یہ تمام روایات و آثار، توسّل کو ثابت کرتے ہیں اور اس کی تائید کرتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی توسّل بالنبی ﷺ کو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے ساتھ ہی خاص کرنے پر اصرار کرتا ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ توسّل کو آپ ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ بعد از وصال بھی مختار ہیں

بعض لوگ اپنی جہالت اور کم علمی کی بناء پر اس بات کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ کو بعد از وصال کوئی اختیار نہیں، وہ نہ تو سنتے ہیں نہ ہمارے لئے دعا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی بدعقیدگی سے اہل ایمان کو بچائے۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ ﷺ کے بارے میں توسّل کا عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ مسلمہ امر ہے۔ اور یہ آپ کی بلندی شان، رفعت منزلت کی دلیل ہے۔ عدم جوازِ توسّل کا عقیدہ دراصل آپ ﷺ کی شان اقدس کو کم کرنے کی کوشش کے مترادف ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مردہ سنتا ہے، احساس و شعور بھی رکھتا ہے، زندہ کی نیکی اور بھلائی سے اسے فائدہ بھی پہنچتا ہے اور ان کی برائی پر وہ پریشان ہوتا ہے۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ یہ عقیدہ ایک عام انسان کے حوالے سے ثابت شدہ ہے۔ جبکہ عامۃ المؤمنین اور پھر سید البشر اور اللہ کی مخلوق میں سے افضل ترین مخلوق ہمارے آقا و مولا سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی برزخی حیات کے بارے میں کیا کہنا؟ متعدد

ثقہ روایات سے حیات النبی ﷺ ثابت شدہ امر ہے، آپ ﷺ سنتے ہیں، سلام کا جواب دیتے ہیں، آپ ﷺ کی امت کے اعمال آپ ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں، امت کی برائیوں پر استغفار فرماتے ہیں جبکہ ان کی نیک اعمال پر اللہ جل مجدہ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ روایات میں آیا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ مروان بن الحکم نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو آپ ﷺ کی قبر انور پر پڑے دیکھا تو کہا: تو یہ کیا کر رہا ہے؟ اس پر آپ نے ایمان افروز جواب دیا۔ وہ روایت یہ ہے:

عن داؤد بن أبی صالح قال: أقبل مروان يوماً فوجد رجلاً واضعاً وجهه على القبر، فقال: أتدرى ماتصنع؟ فأقبل عليه فإذا هو أبو أيوب رضی اللہ عنہ، فقال: نعم، جئت رسول الله ﷺ و لم آت الحجر، سمعت رسول الله ﷺ يقول: لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله، و لكن أبكوا عليه اذا وليه غير أهله۔ ❀

حضرت داؤد بن صالحؒ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز مروان آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے تو اس (مروان) نے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ جب مروان اس کی طرف بڑھا، دیکھا تو وہ ابو ایوب انصاریؓ تھے۔ (جواب میں) انہوں نے فرمایا: ہاں (میں جانتا ہوں)، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں اور کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ میں نے رسول

❀ ۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۵:۴۲۲

۲۔ المستدرک، ۴:۵۱۵

۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۴:۱۵۸، رقم: ۳۹۹۹==

Marfat.com

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

دین پر مت روؤ جب ابھی اس کا ولی

اہل ہو، ہاں دین پر اس وقت روؤ

جب اس کا ولی نااہل ہو۔

امام احمد بن حنبل کی بیان کردہ روایت کی اسناد صحیح ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین (بخاری و مسلم) کی شرائط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

آج مدد مانگ ان سے

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسُّل کے خلاف دلائل کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور من گھڑت طریقوں سے صحیح اور ثقہ روایات کو ضعیف اور بے اصل قرار دینا سب بے فائدہ کوشش ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی ...... حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم (میری زندگی بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے)...... کے تحت فیضان مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی اسی طرح جاری و ساری ہے جس طرح کہ ظاہری حیات طیبہ میں تھا۔ اور ابھی ہم نے اس صحیح الاسناد حدیث کو بھی بیان کیا جس میں روز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کی بارگاہ میں سفارش

==۴۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۱:۲۰۰۔۱۹۹، رقم:۲۸۶

۵۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۱۰:۱۶۹، رقم:۹۳۶۲

۶۔ شفاء السقام:۱۱۳

۷۔ مجمع الزوائد، ۵:۲۴۵

۸۔ کنز العمال، ۶:۸۸، رقم:۱۴۹۶۷

Marfat.com

کریں گے تو عمل حساب و کتاب شروع ہوگا۔

آیئے ذرا غور کریں کہ قیامت کا دن ہوگا، گرمی اور تپش انتہا کو پہنچی ہوگی، لوگ سخت تکلیف میں مبتلا ہوں گے، رب تعالیٰ کرسی پر جلوہ افروز ہوگا اور مصطفےٰ ﷺ بھی تشریف فرما ہوں گے، جملہ انبیاء کرام موجود ہوں گے اور اولین و آخرین بھی جمع ہوں گے تو ایسے میں جب وہ یہ سمجھ کر کہ ہم سب کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام ہیں ان کے پاس جائیں گے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں سفارش فرمائیں کہ ہم سے اس تکلیف کو ہٹائے لیکن وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور وہ سب کو سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ شافعِ یوم النشور کی طرف بھیج دیں گے۔ اس تمام مرحلے میں جلیل القدر انبیاء میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں فرمائے گا کہ یہ تم کیا شرک کر رہے ہو، ہمارے پاس کس لئے آئے ہو؟ جلوہ حق سامنے ہے اس بارگاہ عالیہ میں اپنی التجا پیش کرو .... بلکہ وہ خود انہیں دوسرے نبی علیہ السلام کی طرف بھیج دیں گے کہ شاید وہ سفارش کردیں۔

تو معلوم ہوا کہ توسُّل اور استغاثہ ایک ایسا عمل ہے جو ابتدا سے لیکر روز قیامت تک جاری و ساری ہے اور اس روز تو جواز توسُّل پر سب کا اجماع ہو جائے گا۔ لطیف نکتہ یہ ہے کہ عالم انسانیت کی پہلی ہستی سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو بطور وسیلہ پیش کیا اور ان کی لغزش معاف ہوئی۔ اپنی لغزش کی وجہ سے وہ جس کرب و پریشانی میں مبتلا تھے انھیں اس وسیلہ جلیلہ سے نجات ملی اور یوم آخرت بھی جب اس دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہو رہا ہوگا اور حساب کتاب کے شروع نہ ہونے کی وجہ سے اولین و آخرین پریشان ہوں گے، تب بھی انہیں نجات ہمارے آقا ﷺ کے وسیلہ سے ملے گی۔ تو معلوم ہوا کہ عالم

Marfat.com

بشریت کے پہلے انسان کے لئے وسیلہ مصطفیٰ ﷺ پریشانی سے نجات کا سبب بنا اور جب اس کا خاتمہ ہو رہا ہوگا تو تب بھی تمام انسانوں کو پریشانی سے نجات ہمارے آقا و مولا حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ملے گی۔ خوش بخت و خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آج بھی اس صحیح عقیدے پر قائم ہیں اور قیامت کو بھی وہ اس کا نظارہ کریں گے۔ اعلحضرت نے فرمایا تھا:

آج لے ان کی پناہ، آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے، قیامت میں اگر مان گیا

فصل چہارم

تبرّکاتِ نبوی ﷺ سے توسُّل

یہ حقیقت ہے کہ صالحین سے منسوب چیزیں بڑی با برکت اور فیض رساں ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ کے آثار کو بطور تبرک محفوظ رکھنا اور ان سے برکت حاصل کرنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ان چیزوں کو اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے انبیاء کے تبرکات کا ذکر کیا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی آل کے تبرکات سے بنی اسرائیل کا برکت حاصل کرنے کا ذکر کچھ یوں کیا ہے:

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ط إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O ❁

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: اس کی سلطنت (کے مِنْ جَانِبِ اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا، اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے، اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا۔ اگر تم ایمان والے ہو تو بے شک اس میں

❁ البقرة، ۲: ۲۴۸

Marfat.com

تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔

قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض سے برکت حاصل کرنے کا واقعہ کچھ یوں ذکر کیا ہے:

إِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَأَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ أَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا ج وَ أْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ ○ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ أَبُوْهُمْ إِنِّيْ لَأَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ أَنْ تُفَنِّدُوْنَ ○ قَالُوْا تَاللّٰهِ إِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ فَلَمَّآ أَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ أَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ط قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ ج إِنِّيْ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ❁

میرا یہ قمیض لے جاؤ، سو اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے اور (پھر) اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا، ان کے والد (یعقوب) نے (کنعان میں بیٹھے ہی) فرمادیا: بیشک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم مجھے بڑھاپے کے باعث بہکا ہوا خیال نہ کرو۔ وہ بولے: اللہ کی قسم! یقیناً آپ اپنی (اسی) پرانی محبت کی خودرفتگی میں ہیں۔ پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا، اس نے وہ قمیض یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ

❁ یوسف، ۱۲: ۹۳-۹۶

آئی۔ یعقوب نے فرمایا: کیا میں تم سے
نہیں کہتا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف
سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں
جانتے۔

کتبِ احادیث وسیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام ﷺ حضور نبی اکرم ﷺ سے دعا کروانے کے علاوہ بھی بہت سی صورتوں میں آپ ﷺ سے حصول برکت کرتے تھے، مثلاً: آپ ﷺ کے دست مبارک کا اپنے اوپر مسح کرواتے؛ خود آپ ﷺ کے جسم اطہر کو تبرکاً مس کرتے؛ آپ ﷺ کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرتے؛ جس پانی سے آپ ﷺ دست اقدس دھوتے اس سے تبرک حاصل کرتے؛ آپ ﷺ کے بچے ہوئے کھانے سے تبرک حاصل کرتے؛ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے؛ لعاب دہن مبارک سے؛ ناک مبارک سے نکلنے والی رینٹ سے؛ موئے مبارک (جو حجامت کے وقت اترتے، نیچے نہ گرنے دیتے تھے) سے؛ ناخن مبارک سے؛ لباس مبارک سے؛ عصاء مبارک سے؛ انگوٹھی مبارک سے؛ بستر مبارک سے؛ چارپائی مبارک سے؛ چٹائی مبارک سے؛ الغرض ہر اس چیز سے تبرک حاصل کرتے جس کی حضور ﷺ کے جسم اقدس سے تھوڑی یا زیادہ نسبت ہوتی۔ حتی کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام نے آپ ﷺ کی قبرِ انور سے اور آپ ﷺ کے منبر مبارک سے بھی تبرک حاصل کیا۔ بلکہ جن مکانوں اور رہائش گاہوں میں آنحضور ﷺ نے سکونت اختیار فرمائی، جن جگہوں پر آپ ﷺ نے نمازیں ادا فرمائیں اور جن راستوں پر سے آپ ﷺ گزرے ان کی گرد وغبار تک سے بھی انہوں نے تبرک حاصل کیا۔ یہاں تک کہ صحابہ وتابعین کے ادوار کے بعد نسلاً بعد نسلاً

Marfat.com

ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ اور علماء ومحدثین کے علاوہ خلفاء وسلاطین حضور ﷺ کے آثار وتبرکات کو بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھتے تھے۔ خصوصی ایام میں بہت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی زیارت کروائی جاتی تھی، ان سے تبرک حاصل کیا جاتا تھا اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔

ادب و احترام کا یہی تقاضا آپ ﷺ کی سنن مقدسہ، احادیث مبارکہ حتی کہ آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے باب میں بھی ملحوظ رہنا تقاضائے ادب ہے۔ اسی طرح اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور آل پاک سب کی محبت و ادب بھی اسی نسبت سے واجب ہے۔ ایسے امور کے ملحوظ رکھنے سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بہت سے ظاہری و باطنی تبرکات سے نوازتا ہے۔ اس کے برعکس ان کی بے ادبی کرنے سے بہت سی آفات و بلیات نازل ہوتی ہیں جن کا عام لوگوں کو ادراک نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آپ ﷺ کے استعمال کی متعدد چیزیں بطور تبرک موجود تھیں ان میں بعض تبرکات اور ان سے توسل کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

ا۔ قرب مصطفےٰ ﷺ میں دفن ہونے کی خواہش

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے قریب دفن ہونے کے بہت ہی زیادہ خواہاں تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت لینے کے لئے بھیجا جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہوا تھا کہ وہ اس جگہ کو اپنے لئے پسند فرماتی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس جگہ کو اپنے لئے پسند کرتی تھی مگر اب میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے پر ترجیح دیتی ہوں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اپنے والد کو خوشخبری

Marfat.com

سنائی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ! میرے نزدیک سب سے اہم معاملہ یہ تھا۔ روایت اس طرح ہے:

حدثنا حصين بن عبدالرحمن، عن عمرو بن ميمون الأودي قال: رأيت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، قال: يا عبد الله بن عمر! اذهب إلى أم المؤمنين عائشة رضی اللہ عنہا، فقل: يقرأ عمر بن الخطاب عليكِ السلام، ثم سلها أن أدفن مع صاحبي، قالت: كنت أريده لنفسى فلأوثِرنّهُ اليوم على نفسى، فلما أقبل، قال له: ما لديك؟ قال: أذنت لك يا أمير المؤمنين، قال: ما كان شئ أهم إلي من ذالك المضجع فإذا قبضت فاحملونى ثم سلموا، ثم قل: يستأذن عمر بن الخطاب فإن أذنت لى فأدفنونى، و إلا

حضرت حصین بن عبدالرحمن، عمر بن میمون رضی اللہ عنہ اودی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ فرماتے تھے: اے عبداللہ بن عمر! تم ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور کہو عمر بن خطاب آپ رضی اللہ عنہا کو سلام کہتا ہے اور پھر اجازت مانگنا کہ کیا مجھے اپنے دونوں ساتھیوں کے ہمراہ دفن ہونے کی اجازت ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ جب وہ پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا خبر لیکر آئے ہو؟ تو وہ بولے: اے امیر المؤمنین! انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اجازت دیدی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج میرے نزدیک اس آرام

Marfat.com

فردونی إلی مقابر المسلمین۔ ❁

گاہ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے لیجا کر (اس جگہ پر) سلام عرض کرنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اجازت چاہتا ہے اگر وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اجازت دیدیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس خواہش کی تفسیر صرف یہی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہونے سے برکت حاصل کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا چاہتے تھے۔

۲۔ مشکیزہ سے حصولِ برکت

ا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں کبشہ انصاری نے کہا:

أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیها، و عندها قِربة معلقة فشرب منها و هو قائم، فقطعت فم القِربة تبتغي برکةَ موضع في رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ❁❁

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے پاس ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ پھر اس نے مشکیزہ کا منہ برکت کے باعث کاٹ کر رکھ لیا چونکہ

❁ صحیح البخاری، ۱: ۵۲۴، ۱۸۶

❁❁ ا۔ سنن ابن ماجہ: ۲۵۳ ۲۔ جامع الترمذی، ۲: ۱۱==

اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دہن اطہر لگا تھا۔

امام ابن ماجہ کی روایت کی سند صحیح ہے جبکہ امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔

۲۔ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے اس مشکیزہ کا منہ کاٹ لیا جس مشکیزہ کے منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی نوش فرمایا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم دخل علی أم سليم، و فی البيت قِربة معلقة، فشرب من فيها و هو قائم، قال: فقطعت أم سليم فم القربة فهو عندنا۔ ❁

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلیمؓ کے پاس آئے اور گھر میں ایک مشکیزہ (پانی کا) لٹکا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہوکر اس مشکیزے سے (پانی) پیا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مشکیزے کے منہ کو کاٹ لیا۔ پس وہ (اب بھی) ہمارے پاس موجود ہے۔

❁ ۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۱۱۹

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۶:۴۳۱

۳۔ شمائل الترمذی: ۱۵

۴۔ مسند ابوداؤد طیالسی، ۲۲۹، رقم: ۱۶۰۵

۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۵: ۱۲۷، رقم: ۳۰۷

۶۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۱: ۳۷۹، رقم: ۶۵۸

==۳۔ شمائل الترمذی: ۱۵

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۴۳۴

۵۔ مسند الحمیدی، ۱: ۱۷۲، رقم: ۳۵۴

۶۔ صحیح ابن حبان، ۱۲: ۱۳۸۔۹، رقم: ۵۳۱۸

۷۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۵: ۱۵، رقم: ۸

۸۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۱: ۳۷۹، رقم: ۳۰۴۲

Marfat.com

۴۔ جبہ رسول ﷺ کے توسل سے حصولِ شفاء

عن عبدالله مولى اسماء بنت أبي بكرؓ أنها أخرجت إليّ جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج، وفرجيها مكفوفين بالديباج، فقالت: هذه كانت عند عائشة حتى قُبضتْ، فلما قُبضتْ قبضتها وكان النبي ﷺ يلبسها، فنحن نغلسلها للمرضى لنستشفي بها۔ ❁

حضرت اسماءؓ کے مولی عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر نے کسروانی طیلسان کا جبہ نکالا جس کے گریبان اور چاکوں پر ریشم کا کپڑا لگا ہوا تھا۔ کہنے لگیں: یہ حضرت عائشہ کے پاس تھا جب وہ فوت ہوئیں تو میں نے لے لیا اور نبی کریم ﷺ اس کو پہنتے تھے۔ ہم بیماروں کیلئے اس کو دھوتے اور اس کے ساتھ بیماروں کیلئے شفاء طلب کرتے ہیں۔

امام نووی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

و فی هذا الحديث دليل على استحباب التبرک بآثار الصالحين و ثيابهم۔ ❁❁

اس حدیث میں صالحین کے آثار اور ان کے کپڑوں سے برکت حاصل کرنے کے استحباب پر دلیل ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

❁ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۱۹۰

۲۔ سنن ابوداؤد، ۲: ۲۰۶

۳۔ سنن ابن ماجہ: ۲۶۵

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۳۴۷-۸

۵۔ الطبقات الکبری، ۱: ۴۵۴

❁❁ شرح الصحیح لمسلم، ۲: ۱۹۱

Marfat.com

إتخذ رسول الله ﷺ خاتماً من ورق و كان في يده، ثم كان بعد في يد أبي بكر،ثم كان بعد في يد عمر، ثم كان في يد عثمان حتى وقع بعد في بئر أريس، نقشه: محمد رسول الله ﷺ۔ ۞

رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور وہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی پھر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی، پھر ان کے ہاتھ سے اریس کے کنوئیں میں گر گئی۔ اس انگوٹھی کا نقش یہ تھا:

الله
رسول
محمد

۴۔ کمبل مبارک سے حصولِ برکت

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ کمبل محفوظ تھا جس میں حضور ﷺ کا وصال مبارک ہوا تھا، جیسا کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک موٹا کمبل نکال کر ہمیں دکھایا اور بتایا:

في هذا نزع روح النبي ﷺ۔ ۞۞

حضور ﷺ کا وصال اس کمبل میں ہوا تھا۔

۵۔ نعلینِ پاک سے حصولِ برکت

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور ﷺ کے نعلین پاک اور ایک پیالہ بھی محفوظ تھا

۞ ۱۔ صحیح البخاری،۲: ۸۷۳

۲۔ صحیح مسلم،۲: ۱۹۶

۳۔ سنن ابو داؤد،۲: ۲۲۷

۞۞ صحیح البخاری،۱: ۴۳۸

Marfat.com

جس میں حضور نبی اکرم ﷺ پانی نوش فرماتے تھے۔ نعلین پاک کے حوالے سے صحیح البخاری میں ہے:

حدثنا عیسی بن طهمان قال: أخرج إلینا أنس نعلین جرداوین، لهما قبالان، فحدثني ثابت البُناني بعدُ عن أنس: أنهما نعلا النبی ﷺ ❁

حضرت عیسیٰ بن طہمانؒ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے نعلین مبارک نکال کر دکھائے ان میں سے ایک ایک کے دو تسمے تھے۔ پھر ثابت بُنانی نے اس کے بعد حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ یہ دونوں حضور ﷺ کے نعلین مبارک ہیں۔

۲۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ عبید بن جُریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''میں آپ کو بالوں سے صاف کی ہوئی کھال کی جوتی پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی جوتیاں پہنے ہوئے دیکھا ہے جس میں بال نہیں ہوتے تھے اور آپ ﷺ وضو کر کے اس میں پاؤں مبارک رکھتے تھے، لہذا میں ایسی جوتیاں پہننا پسند کرتا ہوں۔'' ❁❁❁

۳۔ امام قسطلانی اپنی کتاب 'المواہب اللدنیۃ (۲:۱۱۸۔۹)' میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خادمین میں سے تھے اور آپ ﷺ کی

❁ ا۔ صحیح البخاری، ۱: ۴۳۸
۲۔ شمائل الترمذی: ۷

❁❁❁ ا۔ صحیح البخاری، ۲: ۸۷۰
۲۔ شمائل الترمذی: ۷

Marfat.com

خدمت اقدس میں تکیہ، مسواک، نعلین اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر رہتے۔ جب آپ ﷺ قیام فرماتے تو وہ آپ ﷺ کو نعلین مبارک پہنا دیتے اور جب آپ ﷺ تشریف رکھتے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے نعلین پاک اٹھا کر بغل میں دبا لیتے تھے۔

امام قسطلانی مزید لکھتے ہیں:

''نعلین پاک کی فضیلت، منفعت اور برکت جو بیان کی گئی ہے، اس میں سے ایک وہ ہے جو صالح شیخ ابوجعفر بن عبدالمجید نے بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نعلین پاک کا نمونہ اپنے ایک طالب علم کو دیا۔ ایک دن وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا: کل میں نے نعلین پاک کی عجیب برکت دیکھی۔ میری بیوی شدید درد کی وجہ سے قریب المرگ تھی۔ میں نے نعلین پاک کو درد کی جگہ پر رکھا اور کہا: اے اللہ! مجھے اس نعلین کے مالک ﷺ کی کرامت دکھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور میری بیوی فوراً صحت یاب ہوگئی۔'' ۞

حضور نبی اکرم ﷺ کے نعلین پاک کی بابت ابوبکر احمد بن امام ابومحمد عبداللہ بن حسین قرطبیؒ کہتے ہیں:

و نعلٍ خضَعْنا هيبةً لِبَهائِها
و إنَّا متى نَخضَع لها أبدًا نعلو
فَضَعْها على أعلَى المَفارِق إنها
حقيقَتُها تاجٌ و صورتُها نعلُ

(ایسے جوتے کہ جن کی بلند و بالا عظمت کو ہم تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ اس

۞ المواہب اللدنیۃ، ۲:۴۶۶۔۷

عظمت کو تسلیم کر کے ہی ہم بلند ہو سکتے ہیں۔ اس لیے انہیں بلند ترین جگہ پر رکھنا چاہیے کیونکہ درحقیقت یہ (سر کا) تاج ہیں اگرچہ دیکھنے میں جوتے ہیں۔)❁

جب امام فخانی نے پہلی مرتبہ نعلین پاک دیکھے تو بے اختیار بول پڑے:

وَ لو قیل للمجنونِ لَیلیٰ و وَصْلُها
تُرِیدُ أمِ الدنیا وِ ما فی زوایها
لقال غُبارٌ من ترابِ نِعالها
أحبُّ إلی نفسی و الشفا لِی بَلائها

(اور اگر لیلیٰ کے مجنوں سے پوچھا جاتا کہ تو لیلیٰ سے ملاقات اور مال و زرِ دنیا میں سے کس چیز کو ترجیح دے گا؟ تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا: ''اس کی جوتیوں سے اٹھنے والی خاک مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیاری ہے اور اس کی مصیبتیں رفع کرنے کے لئے سب سے بہترین علاج ہے۔'')

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ علماء دیوبند نے نعلینِ پاک کے متعلق کتب تالیف کی ہیں:

۱۔ مولانا شہاب الدین احمد مقری نے 'فتح المتعال فی مدح النعال' نامی کتاب لکھی۔

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے 'نیل الشفاء بنعال المصطفےٰ' نامی رسالہ لکھا جو کہ ان کی کتاب 'زاد السعید' میں پایا جاتا ہے۔

مولانا محمد زکریا کاندھلوی لکھتے ہیں:

''نعل شریف کے برکات و فضائل مولانا اشرف علی تھانوی کے رسالہ 'زاد

❁ المواہب اللدنیۃ، ۲: ۴۷۰ ۲- انوارِ محمدیہ للنبہانی: ۲۵۸

Marfat.com

السعید' کے اخیر میں مفصل مذکور ہیں جس کو تفصیل مقصود ہو، اس میں دیکھ لے۔ مختصر یہ کہ اس کے خواص بے انتہا ہیں، علماء نے بارہا تجربے کئے ہیں۔ اسے اپنے پاس رکھنے سے حضور ﷺ کی زیارت میسر ہوتی ہے، ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے، ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے، غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے، طریقِ توسل بھی اسی میں مذکور ہے۔'' ۞

اس بحث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ سے بے پناہ عشق و محبت اور آپ ﷺ کی اشیاء کی تعظیم و تکریم ہی زندگی کا حقیقی سرمایہ ہیں۔ جیسا کہ امام احمد رضا خان کہتے ہیں:

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاکِ حضور ﷺ
تو پھر کہیں گے کہ ہاں، تاجدار ہم بھی ہیں

۶۔ پیالہ مبارک سے حصولِ برکت

۱۔ حضرت ابو بردۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال لی عبد الله بن سلام: أ لا أسقيک في قدح شرب النبي ﷺ فيه؟ ۞۞	مجھے عبداللہ بن سلام نے کہا: کیا میں آپ کو اس پیالے میں (پانی) نہ پلاؤں جس میں آقا ﷺ نے نوش فرمایا تھا؟

۲۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

۞ شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی: ۷۷

۞۞ صحیح البخاری، ۲: ۸۴۲

فأقبل رسول الله ﷺ يومئذ حتى جلس في سقيفة بني ساعدة هو و أصحابه ثم قال: اسقنا، لسهل۔ قال: فأخرجت لهم هذا القدح فأسقيتهم فيه۔ قال أبو حازم: فأخرج لنا سهل ذلک القدح فشربنا فيه۔ ثم استوهبه بعد ذلک عمر بن عبدالعزيز، فوهبه له۔ و في رواية أبي بكر بن إسحاق، قال: اسقنا يا سهل۔۞

حضور نبی اکرم ﷺ ایک دن اپنے صحابہ ؓ کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف فرما ہوئے۔ پھر حضرت سہل سے فرمایا کہ مجھے (پانی) پلاؤ۔ پھر میں نے ان کے لیے یہ پیالا نکالا اور انہیں اس میں (پانی) پلایا۔ ابو حازم نے کہا: سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے بھی اس میں پیا۔ پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وہ پیالہ ان سے مانگ لیا تو حضرت سہل نے وہ پیالہ ان کو دے دیا۔ اور ابوبکر بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس نے کہا: اے سہل! ہمیں پانی پلاؤ۔

۳۔ حضرت حجاج بن حسان ؓ بیان کرتے ہیں:

كنا عند أنس بن مالک، فدعا بإناء فيه ثلاث ضباب حديد و حلقة من حديد، فأخرج من

ہم حضرت انس ؓ کے پاس تھے کہ آپ نے ایک برتن منگوایا جس میں لوہے کی تین مادہ گوہ اور لوہے کا ایک

۞ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۱۶۹
۲۔ صحیح البخاری، ۲: ۸۴۲

غلاف أسود و هو دون الربع و فوق نصف الربع، فأمر أنس بن مالک فجعل لنا فیه ماء فأتینا به فشربنا وصببنا علی رؤوسنا و وجوهنا و صلینا علی النبی ﷺ۔ ۞

چھلا تھا۔ آپ نے اسے سیاہ غلاف سے نکالا، جو درمیانے سائز سے کم اور نصف چوتھائی زیادہ تھا۔ اور حضرت انس کے حکم سے اس میں ہمارے لیے پانی ڈال کر لایا گیا تو ہم نے پانی پیا اور اپنے سروں اور چہروں پر ڈالا اور آقا ﷺ پر درود پڑھا۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

۴۔ اور جب وہ پیالہ ٹوٹ گیا جس میں آقا ﷺ نے پانی پیا تھا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھا تو اس کی مرمت کا انہوں نے جس قدر اہتمام کیا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم ﷺ سے منسوب اشیاء کو کس قدر حرز جاں بنائے ہوئے تھے۔

روایت میں آیا ہے:

أن قدح النبی ﷺ انکسر فاتخذ مکان الشعب سلسلةً من فضة۔ قال عاصم: رأیتُ القدح و شربتُ فیه۔ ۞۞

حضور نبی کریم ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) عام چیز کی بجائے چاندی کی زنجیر سے اسے ٹھیک کیا۔ عاصم (راوی) کہتے ہیں: خود

۞ ا۔ مسند احمد حنبل، ۳: ۱۸۷

۲۔ البدایة والنهایة، ۴: ۳۷۰

۞۞ صحیح البخاری، ۱: ۴۳۸

Marfat.com

میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے اور اسی میں پانی بھی پیا ہے۔

۷۔ موئے مبارک سے حصولِ برکت

تبرکات کو محفوظ رکھنے کی خود نبی اکرم ﷺ نے تعلیم دی اور اپنے صحابہ کے اندر عملاً یہ شعور بیدار کر دیا تھا کہ وہ حضور ﷺ کے برکات کو حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب حضور ﷺ حج کے موقع پر قربانی دینے سے فارغ ہوئے تو

ناول الحالق شِقَّه الأيمن فحلقه، ثم دعا أبا طلحة الأنصاری فأعطاه إياه، ثم ناوله الشِقَّ الأيسر، فقال: احلق۔ فحلقه، فأعطاه أبا طلحة، فقال: اقسمه بين الناس۔ ﴿۞﴾

آپ ﷺ نے سر انور کا دایاں حصہ حجام کے سامنے کر دیا، اس نے بال مبارک مونڈھ دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو بلایا اور وہ بال ان کو دے دیئے اس کے بعد حجام کے سامنے دوسری جانب فرمائی، اس نے ادھر کے بال بھی مونڈھ دیئے۔ آپ ﷺ نے وہ بال حضرت ابو طلحہؓ کو

۞ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۱:۴۲۱

۲۔ سنن ابو داؤد، ۱:۲۷۹

۳۔ جامع الترمذی، ۱:۱۱۱

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۲۱۴، ۲۰۸، ۱۱۱

۵۔ مسند الحمیدی، ۲:۵۱۲، رقم: ۱۲۲۰

۶۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۵:۱۳۴

۷۔ صحیح ابن خزیمہ، ۴:۲۹۹، رقم: ۲۹۲۸

۸۔ شرح السنۃ للبغوی، ۷:۲۰۶، رقم: ۱۹۶۲

Marfat.com

دے دیئے اور فرمایا: یہ بال لوگوں میں بانٹ دو۔

۲۔ ابن سیرینؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما حلق رأسه، كان أبو طلحة أولَ من أخذَ من شعره۔ ❁

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک منڈوایا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک لیے۔

۳۔ اسی طرح ایک اور روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، والحلّاق يَحلِقه وأطاف به أصحابه، فما يريدون أن تقع شعرة إلا في يد رجل۔ ❁❁

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی حجامت بنا رہا ہے اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرے۔

۴۔ ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں:

قلت لعبيدة: عندنا من شعر

میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس

❁ صحیح البخاری، ۱:۲۹

❁❁ ۱۔ صحیح مسلم، ۲:۲۵۶

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۱۳۳، ۱۳۷

۳۔ الطبقات الکبریٰ، ۱:۴۳۱

۴۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۷:۶۸

۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴:۱۴۰

Marfat.com

النبي ﷺ، أصبناه من قِبَل أنس، أو من قِبَل أهل أنس، فقال: لأن تكون عندی شعرة منه أحب إليّ من الدنيا وما فيها۔ ❁

نبی اکرم ﷺ کے بال مبارک ہیں جن کو میں نے انس یا ان کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے۔ عبیدہ نے کہا کہ اگر ان میں سے ایک بال میرے پاس ہوتو وہ بال مجھے ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے زیادہ محبوب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں آپ ﷺ کے بال مبارک سے برکت حاصل کرنے کا بیان ہے۔'' ❁❁

۵۔ ثابت البنانی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذه شعرة من شعر رسول الله ﷺ فضعها تحت لسانی۔ قال: فوضعتها تحت لسانه، فدفن وهی تحت لسانه۔ ❁❁❁

یہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا ایک بال مبارک ہے، پس تم اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ وہ کہتے ہیں: میں نے وہ بال آپ رضی اللہ عنہ کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور انہیں اس حال میں دفنایا گیا کہ وہ بال ان کی زبان کے نیچے تھا۔

۶۔ عثمان بن عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں:

❁ ا۔ صحیح البخاری، ۱:۲۹

❁❁ فتح الباری، ۱:۲۷۴

۲۔ السنن الکبری للبیہقی، ۷:۶۷۔۸

❁❁❁ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۱:۷۱

Marfat.com

أرسلنی أهلی إلی أم سلمة بقدح من ماء، و قبض إسرائیل ثلاث أصابع من قُصَّة فیه شعر من شعر النبی ﷺ، و کان إذا أصاب الإنسانَ عین أو شیٔ بعث إلیها مِخْضَبَةً۔ فاطلعتُ فی الجُلْجُل فرأیتُ شعراتٍ حمرًا۔۞

مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ اسرائیل نے تین انگلیاں پکڑ کر اس پیالے کی طرح بنائیں جس میں نبی اکرم ﷺ کا موئے مبارک تھا، اور جب کبھی کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس (پانی کا) برتن بھیج دیتا۔ پس میں نے برتن میں جھانک کر دیکھا تو میں نے چند سرخ بال دیکھے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

’’حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس آقا ﷺ کے موئے مبارک چاندی کی بوتل میں تھے۔ جب لوگ بیمار ہوتے تو وہ ان بالوں سے برکت حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفا پاتے۔ اگر کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ اپنی بیوی کو حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے پاس برتن دیکر بھیجتے جس میں پانی ہوتا اور وہ اس پانی میں سے بال مبارک گزار دیتیں اور بیمار وہ پانی پی کر شفایاب ہو جاتا اور اس کے بعد موئے مبارک جلجل میں رکھ دیا جاتا۔۞۞

۞ ۱۔ صحیح البخاری، ۲: ۸۷۵ ۞۞ عمدۃ القاری، ۲۲: ۴۹

۲۔ البدایۃ والنہایۃ، ۴: ۳۹۰

Marfat.com

۸۔ حضور اکرم ﷺ کے مس شدہ کپڑے کو کفن بنانا

۱۔ شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضور ﷺ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا، غسل کے بعد جب انہیں قمیص پہنانے کا موقعہ آیا تو آپ ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک عورتوں کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ یہ کرتہ پہنا کر اوپر کفن لپیٹ دیں۔❁

کرتہ عطا فرمانے کا مقصد یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ وہ اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہو جائیں۔

۲۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے کفن لپیٹنے کے لئے اپنا ازار بند مبارک عطا فرمایا۔❁❁

❁ ۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۴: ۳۵۱۔۳۵۲، رقم: ۸۷۱
۲۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ۱: ۱۵۲۔۱۵۳، رقم: ۱۹۱
۳۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، ۴: ۳۸۲
۴۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۳: ۱۲۱
۵۔ العلل المتناہیۃ لابن الجوزی، ۱: ۲۶۸۔۲۶۹، رقم: ۴۳۳
۶۔ صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ۲: ۳۸
۷۔ اسد الغابۃ، ۷: ۲۱۳
۸۔ وفاء الوفاء للسمھودی، ۳: ۸۹۷۔۸۹۸
۹۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۴: ۳۸۰

❁❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۱: ۱۶۸
۲۔ الصحیح لمسلم، ۱: ۳۰۴
۳۔ سنن ابو داؤد، ۲: ۹۲
۴۔ سنن النسائی، ۱: ۲۶۷، ۲۶۶
۵۔ جامع الترمذی، ۱: ۱۱۸
۶۔ سنن ابن ماجہ: ۱۰۶
۷۔ موطا امام مالک: ۲۰۳۔۲۰۴
۸۔ مسند احمد بن حنبل، ۵: ۸۴
۹۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۴۰۷
۱۰۔ مسند الحمیدی، ۱: ۱۷۵۔۱۷۶، رقم: ۳۶۰
۱۱۔ صحیح ابن حبان، ۷: ۳۰۲، ۳۰۴، رقم: ۳۰۳۲۔۳۰۳۳

Marfat.com

۳۔ اسی طرح ایک خاتون نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک چادر پیش کی۔ جب آپ ﷺ نے وہ زیب تن فرمائی تو ایک شخص نے عرض کی: یا رسول صلی اللہ علیک وسلم! کتنی حسین چادر ہے، مجھے عنایت فرمادیں۔ آپ ﷺ نے انہیں عنایت فرمائی۔ حاضرین نے اس کو اچھا نہیں سمجھا اور چادر مانگنے والے کو ملامت کی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ کسی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگی؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے یہ چادر استعمال کے لئے نہیں لی بلکہ اپنا کفن کے لئے لی ہے تاکہ میں بھی اس سے برکت حاصل کروں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عن سهل بن سعد قال: جاءتِ امرأة إلى النبي ﷺ ببردة، فقال سهل للقوم: أ تدرون ما البردة؟ فقال القوم: هي الشملة۔ فقال سهل: هي شملة منسوجة فيها حاشيتها، فقالت: يا رسول الله! أكسوك هذه، فأخذها النبي ﷺ محتاجًا إليها فلبسها، فرآها عليه رجل من أصحابه، فقال: يا رسول الله!

سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے لئے بردہ یعنی چادر لیکر آئی۔ سہل نے لوگوں سے کہا: جانتے ہو کہ بردہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: بڑی کھلی چادر ہے۔ سہل نے کہا: بردہ وہ چادر ہے جو لکیردار ہو۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول! (یہ چادر) آپ کو پہننے کیلئے پیش کرتی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے وہ چادر قبول فرمالی اس حال میں کہ آپ ﷺ کو اس کی

== ۱۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۵:۴۵۔۵۰،

رقم: ۹۹۔۹۷،۵۔۹۴،۹۳۔۸۸،۸۶

ما أحسن هذه، فأكسُنيها، فقال: نعم۔ فلما قام النبی ﷺ لَامَهُ أصحابه، قال: ما أحسنت حين رأيت النبی ﷺ أخذها محتاجا إليها، ثم سألته إياها، و قد عرفتَ أنه لا يُسئل شيئا فيمنعه، فقال: رجوت بركتها حين لبسها النبی ﷺ، لعلی أكفن فيها۔ ❁

ضرورت تھی۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے وہ پہنی۔ صحابہ میں سے ایک آدمی نے وہ چادر دیکھی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہی اچھی چادر ہے، آپ ﷺ یہ مجھے عطا فرما دیں۔ فرمایا: ہاں! تم لے لو۔ جب نبی کریم ﷺ اٹھ کر چلے گئے تو آپ ﷺ کے صحابہ نے اس کو ملامت کی۔ انہوں نے کہا: تو نے اچھا نہیں کیا جب تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے وہ چادر لے لی ہے حالانکہ آپ کو اس کی ضرورت تھی اور تو جانتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کوئی بھی سوال کیا جائے تو آپ ﷺ انکار نہیں فرماتے۔ اس آدمی نے کہا: جب نبی کریم ﷺ نے اس کو پہن لیا تو میں نے اس کی برکت کی امید کی شاید کہ

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۲: ۵۔۸۶۴، ۸۹۲

۲۔ صحیح البخاری، ۱: ۲۸۱، ۱۷۰

۳۔ سنن ابن ماجہ: ۲۶۲

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۵: ۳۳۳

۵۔ الطبقات الکبریٰ، ۱: ۴۵۴

میں اسی میں کفنایا جاؤں۔

سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ اسے اس چادر میں دفنایا گیا۔

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

أتى النبیﷺ عبدالله بن أبی بعد ما دفن، فأخرجه، فنفث فیه من ریقه، و ألبسه قمیصه۔❁

حضور نبی رحمتﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس اس کے دفن ہونے کے بعد پہنچے تو آپﷺ نے اسے باہر نکلوایا، اپنا لعابِ دہن مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا اور اپنا کرتہ اسے پہنا دیا۔

یہی روایت ذرا مختلف الفاظ کے ساتھ اس طرح بھی نقل کی گئی ہے:

أتى النبیﷺ عبد الله ابن أبی بعد ما أدخل قبره، فأمر به فأخرج، و وضع على رُكبتيه، و نفث علیه من ریقه، و ألبسه قمیصه۔❁❁

نبی اکرمﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس اس وقت تشریف لائے جب وہ قبر میں رکھا جا چکا تھا۔ آپﷺ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا (اور جب اسے باہر نکالا گیا تو) آپﷺ نے اپنے گھٹنوں پر اسے رکھا اور اس پر اپنا لعاب دہن

❁ ا۔ صحیح البخاری، ۱:۱۶۹

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۳۷۱

❁❁ ا۔ صحیح البخاری، ۲:۸۶۲

۲۔ صحیح البخاری، ۱:۱۸۰

۳۔ الصحیح لمسلم، ۲:۳۶۸

۴۔ سنن النسائی، ۱:۲۸۴، ۲۶۹

۵۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۳۸۱

۶۔ السنن الکبری للبیہقی، ۳:۴۰۲

۷۔ المغازی للواقدی، ۲:۱۰۵۷

Marfat.com

ملتے ہوئے دم کیا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔

۵۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

لما توفي عبدالله بن أبي، جاء ابنه إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال: يا رسول الله! أعطني قميصك أكفنه فيه و صَلِّ عليه، و استغفر له، فأعطاه قميصه۔ ۞

جب عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیک وسلم اپنی قمیص عنایت کر دیجئے تا کہ اس کیلئے اس کا کفن بناؤں اور آپ صلی اللہ علیک وسلم اس پر نماز پڑھ دیجئے اور اس کے لیے مغفرت طلب کیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی قمیص مبارک عنایت کر دی۔

۞ ۱۔ صحیح البخاری، ۲:۶۷۴، ۶۷۳، ۸۶۲

۲۔ صحیح البخاری، ۱:۱۶۹

۳۔ الصحیح لمسلم، ۲:۳۶۸

۴۔ سنن النسائی، ۱:۲۶۹

۵۔ تفسیر النسائی، ۱:۵۵۱-۲، رقم: ۲۴۴

۶۔ جامع الترمذی، ۲:۱۳۶

۷۔ مسند احمد بن حنبل، ۲:۱۸

۸۔ صحیح ابن حبان، ۷:۴۴۷، رقم: ۳۱۷۵

۹۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، ۲:۳۳۶

۱۰۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳:۴۰۲

۱۱۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۸:۱۹۹

۱۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۵:۲۸۷

۱۳۔ البدایۃ والنھایۃ، ۳:۶۳۵

۱۴۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۲:۳۳۶

Marfat.com

۶۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن سفیان غزوہ تبوک میں شہید ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں اپنی مبارک قمیص کا کفن پہنایا۔❀

۷۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں اپنی مبارک قمیص کا کفن پہنا کر دفن کیا، اور فرمایا: یہ خوش بخت ہے اور اس نے اس سے سعادت حاصل کی ہے۔❀❀

۹۔ موئے مبارک کے توسُّل سے جنگ میں فتح و کامرانی

عن صَفِيَّة بنت نَجدَة: قالت و كانت في قلنسوة خالد بن وليد شَعَراتٌ من شَعره فسقطت قلنسوتُه في بعض حُروبِه، فشدَّ عليها شدةً أنكر عليه أصحاب النبي ﷺ كثرةَ مَن قُتِل فيها، فقال: لم أفعلْها بسبب القَلَنْسُوة، بل لما تضَمَّنَتْه من شَعرِه ﷺ لئلا

حضرت صفیہ بنت نجدہ سے مروی ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی مبارک میں حضور ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ جب وہ ٹوپی کسی جہاد میں گر پڑی تو اس کے لینے کیلئے تیزی سے دوڑے جب اس جہاد میں بکثرت صحابہ کرامؓ شہید ہوئے تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا۔ فرمایا: میں نے صرف ٹوپی کے حاصل کرنے

❀ ۱۔ اسد الغابۃ، ۳:۲۶۲

۲۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۲:۳۱۸

❀❀ ۱۔ الاستیعاب لابن عبدالبر، ۲:۲۷۹

۲۔ اسد الغابۃ، ۳:۲۰۷

۳۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۲:۲۹۲

Marfat.com

أُسْلَب بركتها وتقع في أيدي المشركين۔ ❁

کیلئے اتنی تگ و دو نہیں کی بلکہ اس ٹوپی مبارک میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے مجھے خوف ہوا کہ کہیں اگر یہ مشرکین کے ہاتھ لگ گئی تو اس کی برکت سے محروم ہو جاؤں گا۔

۱۰۔ نبی اکرم ﷺ کے کھنکار مبارک سے حصولِ برکت

۱۔ سن ۶ ہجری میں جب حضور نبی کریم ﷺ اپنے جانثار صحابہ کے ساتھ حج کے ارادے سے مکہ معظّمہ کی طرف تشریف لے گئے تو راستے میں مشرکین نے ان کو روک لیا۔ آپ ﷺ چونکہ حج کے ارادے سے نکلے تھے اسلئے جذبہ جہاد سے سرشار صحابہ کرام کو بھی مشتعل نہ ہونے دیا۔ اس دوران دوطرفہ سفارتی مذاکرات جاری رہے۔ جب کفار و مشرکین کی طرف سے حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) سفیر بن کر آئے تو انہوں نے اس موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ آپؐ کے اصحاب کی والہانہ وابستگی کا بغور مشاہدہ کیا اور واپس جا کر مشرکین سے اس کا تذکرہ اس طرح کیا:

أي قوم! و الله، لقد وفدت على الملوك، و وفدت على قيصر و كسرىٰ و النجاشي، و الله! إن رأيت ملكاً قط يعظمه

اے قوم (کفار مکہ!) اللہ کی قسم! میں بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے ہاں بھی گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی

❁ الشفا، ۲: ۶۱۹

أصحابه ما يعظم أصحاب محمدٍ ﷺ محمدًا، والله إن تَنَخَّم نُخامةً إلا وقَعتْ فى كف رجل منهم فَدَلَكَ بها وجهَهُ وجلده، و إذا أمرهم ابتدروا أمره، و إذا توضأ كادوا يقتتلون علىٰ وضوئه، و إذا تكلم خفضوا أصواتهم عنده، و ما يُحِدّون إليه النظر تعظيماً له، و إنه قد عَرَضَ عليكم خُطة رُشد فاقبلوها۔ ۞

کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسی محمد ﷺ کے اصحاب محمد ﷺ کی کرتے ہیں اللہ کی قسم! انہوں نے جب کبھی کھنکھار پھینکا ہے تو وہ آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرا جسے انہوں نے اپنے منہ اور جسم پر مل لیا۔ جب وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی تعمیل کے لیے دوڑتے ہیں اور جب وضو فرماتے ہیں تو وہ ان کے وضو کے پانی کے حصول کے لیے باہم جھگڑنے کی نوبت تک پہنچ جاتے ہیں اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں تو اصحاب ان کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور از روئے تعظیم ان کی طرف تیز نگاہ نہیں کرتے۔ انہوں نے تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے پس تم اسے قبول کر لو۔

۞ ا۔ صحیح البخاری، ۱:۳۷۹

۲۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱:۱۰۴

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مریض کے لیے فرمایا کرتے تھے:

بِسم اللهِ، تُربةُ أرضِنا، و ريقة بعضنا، يُشفَى سَقِيمُنا، بِإذنِ رَبِّنا۔ ❁	اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے کسی کے لعابِ دہن سے دہن سے ہمارا بیمار اللہ کے حکم سے شفا پائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''حضور نبی اکرم ﷺ کے الفاظ ''ہم میں سے کسی کے لعاب دہن سے'' سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دم فرماتے وقت لعابِ دہن مبارک لگایا کرتے تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: 'اس حدیث کا مطلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنا لعابِ دہن اپنی انگشتِ شہادت پر لے کر زمین پر ملتے اور اسے منجمد کر کے اسے بیمار یا زخم کی جگہ پر ملتے اور ملتے ہوئے حدیث میں مذکور الفاظ ارشاد فرماتے۔' امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے: 'اس حدیث سے ہر بیماری میں دم کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے درمیان یہ امر عام اور معروف تھا۔' انہوں نے یہ بھی کہا ہے: 'نبی اکرم ﷺ کا اپنی انگلی مبارک زمین پر رکھنا اور اس پر مٹی ڈالنے سے دورانِ دم اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔......اور بے شک اس میں اسماءِ الٰہی اور رسول ﷺ کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا بیان ہے، پھر دم اور اسماء مبارکہ وغیرہ حیران کن اثرات رکھتے ہیں جن کی

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۲: ۸۵۵
۲۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۲۲۳
۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۹۳
۴۔ المستدرک للحاکم، ۴: ۴۱۲
۵۔ شرح السنۃ للبغوی، ۵: ۲۲۴۔ ۲۲۵، رقم: ۱۴۱۴

Marfat.com

حقیقت سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔" ❁

مستند ترین کتبِ احادیث میں یہ مثالیں بھی بکثرت ملتی ہیں کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے گھٹی دلوانے اور اس کا نام رکھوانے کے لیے بارگاہِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نومولود کے منہ میں اپنا مبارک لعابِ دہن ڈالتے اور یوں اس بچے کے پیٹ میں سب سے پہلے جو چیز پہنچتی وہ دو جہانوں کے والی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ہوتا۔

۳۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں:

أنها حَملتُ بعبد الله بن الزبير، قالتُ: فخرجتُ و أنا مُتِمٌّ، فأتيتُ المدينةَ فنزلتُ بقُبَاء، فولدتهُ بقُباءٍ، ثم أتيتُ به النبي صلى الله عليه وسلم فوضَعتُه في حَجرِه، ثم دعا بتمرةٍ، فَمَضَغَهَا، ثم تفَل في فيه، فكان أولَ شئ دخل جوفَه ريقُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم، ثم حَنَّكه بتمرة، ثم دعاله و بَرَّكَ عليه۔ ❁❁

کہ میں (مکہ میں ہی) عبداللہ بن زبیر سے حاملہ ہوگئی تھی (یعنی کہ وہ میرے پیٹ میں تھے)۔ حمل کے دن پورے ہونے کو تھے کہ میں مدینہ کے لیے روانہ ہوئی۔ میں قبا میں اتری اور قبا میں ہی میرا بچہ (عبداللہ بن زبیر) پیدا ہوا۔ پھر میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے کر حاضر ہوئی اور میں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں ڈال دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور منگوائی اور اسے چبایا۔ پھر بچہ کے منہ میں لعابِ دہن ڈال دیا اور جو چیز سب

❁ فتح الباری، ۱۰: ۲۰۸

❁❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۱: ۵۵۵==

Marfat.com

سے پہلے اس کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ آپ ﷺ کا لعاب تھا۔ پھر اس کے تالو میں کھجور لگادی، اس کے حق میں دعا کی اور اس پر مبارکباد دی۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ذهبتُ بِعبدِ الله بن أبی طلحة الأنصاری إلی رسولِ الله ﷺ حین وُلِدَ، و رسول الله ﷺ فی عَبَاءَ ةٍ یَهْنأُ بَعیرًا له فقال: هل معکَ تمرٌ؟ فقلتُ: نعم، فناولتهُ تَمراتٍ، فألقاهُنَّ فی فیه، فَلاکَهُنَّ، ثم فَغَرَفا الصَّبِیِّ فمَجَّه فی فیه، فجعل الصبی یَتَلَمَّظُهُ، قال رسول الله ﷺ: حُبُّ الأنصارِ التمر۔ و سماه عبدَ اللهِ۔✿

جب حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو میں انہیں لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور اپنے اونٹ کو روغن مل رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر میں نے کچھ کھجوریں آپ ﷺ کو پیش کیں، آپ ﷺ نے وہ اپنے منہ میں ڈال کر چبائیں۔ پھر

== ۲۔ صحیح البخاری، ۲: ۸۲۱۔ ۲

۳۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۲۰۹

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۶: ۳۴۷، ۹۳

✿ الصحیح لمسلم، ۲: ۲۰۸

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۲۱۲، ۱۹۶، ۱۷۵، ۱۷۱

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کا منہ کھول کر اسے بچہ کے منہ میں ڈال دیا اور بچہ اسے چوسنے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کو کھجوروں سے محبت ہے۔ اور اس بچے کا نام عبداللہ رکھا۔

۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے تبرک حاصل کرنا

۱۔ عن ثمامة عن أنس رضی اللہ عنہ أن أم سليم كانت تبسط النبي صلی اللہ علیہ وسلم نِطَعا، فيقيل عندها علىٰ ذالک النِطَع، قال: فإذا قام النبي صلی اللہ علیہ وسلم أخذتْ من عَرَقه و شَعره فجمعته، فی قارورة، ثم جمعته فی سُكٍّ، قال: فلما حضر أنس بن مالک الوفاةُ أوصىٰ إلي أن يُجعل فی حنوطه من ذالک السُّكِ، قال: فجُعل فی حنوطه۔ ❁

حضرت ثمامہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چمڑے کا ایک گدا بچھایا کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں اسی گدے پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ (حضرت انس رضی اللہ عنہ کا) بیان ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے بیدار ہوکر اٹھ کھڑے ہوتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک اور موئے مبارک جمع کرلیتا اور ان کو ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملالیا کرتا تھا۔ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ

❁ صحیح البخاری، ۲: ۹۲۹

Marfat.com

کا بیان کہ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ وہ خوشبوان کے کفن کو لگا دی جائے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ خوشبوان کے کفن کو لگا دی گئی۔

۲۔ اسی طرح دوسری روایت ہے:

عن أنس بن مالک، قال: دخل علینا النبي صلی اللہ علیہ وسلم، فقال عندنا، فعَرِق و جاءت أمی بقارورة، فجعلتُ تَسْلتُ العَرَقَ فیها، فاستیقظَ النبي صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: یا أم سلیم! ما ھذا الذی تصنعین؟ قالت: ھذا عَرَقک نجعله فی طِیبنا و ھو مِن أطیب الطیب۔۞

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا اور میری والدہ ایک شیشی لیکر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم! تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کی: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔

۞ ۱۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۲۵۷

۲۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۳۶

۱۲۔ دستِ محمد ﷺ کے غسالہ سے حصولِ تبرک

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كنتُ عند النبي ﷺ و هو نازل بالجِعرانة بين مكة و المدينة، و معه بلال، فأتىٰ رسول الله ﷺ رجل أعرابي، فقال: ألا تُنجز لي، يا محمد! ما وعدتني؟ فقال له رسول الله ﷺ: أبشر۔ فقال له الأعرابي: أكثرت علي من أبشر۔ فأقبل رسول الله ﷺ على أبي موسىٰ و بلال، كهيئة الغضبان۔ فقال: إن هذا قد ردّ البشرىٰ فأقبلا أنتما۔ فقالا: قبلنا يا رسول الله! ثم دعا رسول الله بقدح فيه مآء، فغسل يديه و وجهه فيه و مج فيه، ثم قال: إشربا منه، و أفرغا علىٰ وجوهكما و

میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا جب آپ ﷺ جعرانہ میں تشریف لائے، جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا اور بولا: اے محمد! کیا آپ نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا۔ آپ نے اسے فرمایا: خوش ہو جاؤ۔ وہ بولا: آپ نے بہت دفعہ کہا ہے: ''خوش ہو جاؤ۔'' آپ ﷺ غصے کی حالت میں حضرت ابو موسیٰ اور حضرت بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس شخص نے میری بشارت کو رد کیا، اب تم دونوں میری بشارت قبول کرو۔ دونوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے (خوشخبری) قبول کی۔ پھر آپ ﷺ نے ایک پیالہ پانی کا منگوایا

Marfat.com

نحوركما، و أبشرا. فأخذا القدح. ففعلا ما أمرهما به رسول الله ﷺ، فنادتهما أم سلمة رضي الله عنها من وراء الستر: أفضِلا لأمكما مما في إنائكما، فأفضلا لها منه طائفة۔

اور دونوں ہاتھ اور چہرہ انور دھوئے اور اس میں کلی کی، پھر فرمایا: اسے پی جاؤ اور اپنے منہ اور سینے پر ڈالو اور خوش ہو جاؤ۔ ان دونوں نے پیالیہ لیا اور ایسے ہی کیا جیسے آپ ؐ نے انہیں فرمایا تھا۔ حضرت ام سلمہ ؓ نے ان کو پردے کے پیچھے سے آواز دی: اپنی ماں کے لیے بھی اپنے برتنوں میں سے بچاؤ۔ پس انہوں نے ان کیلئے بھی کچھ پانی رکھ لیا۔

۱۳۔ حضور ﷺ کے ناخن مبارک سے حصولِ تبرک

حضرت محمد بن عبداللہ بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

فحلق رسول الله ﷺ رأسه في ثوبه فأعطاه فقسم منه على رجال و قلم أظفاره فأعطاه صاحبه۔

نبی اکرم ﷺ نے کپڑے میں سر کے بال کٹوائے اور انہیں عطا کر دیئے جس میں سے کچھ انہوں نے لوگوں میں تقسیم کر دیے پھر آپ ﷺ نے ناخن مبارک کٹوائے اور اپنے صاحب کو عطا کر دیے۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہے اور اس کے رجال مشہور وثقہ ہیں۔

۱۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۳۰۳
۲۔ صحیح البخاری، ۲: ۶۲۰
۳۔ کنز العمال، ۱۳: ۶۰۸۔۹، رقم: ۳۷۵۵۶
مسند احمد بن حنبل، ۴: ۴۲

۱۴۔ حضور ﷺ کے عصا مبارک سے حصولِ تبرک

۱۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

فلما قدمت على رسوله ﷺ فرآني فقال: أفلح الوجه۔ قال: قلت: قتلته، يا رسول الله! قال: صدقت۔ قال: ثم قام معي رسول الله ﷺ، فدخل في بيته فأعطاني عصا، فقال: أمسك هذه عندك يا عبدالله بن أنيس۔ قال: فخرجتُ بها على الناس، فقالوا: ما هذه العصا؟ قال: قلت: أعطانيها رسول الله ﷺ و أمرني أن أمسكها۔ قالوا: أولا ترجع إلى رسول الله ﷺ فتسأله عن ذالک؟ قال: فرجعت إلىٰ رسول الله ﷺ۔ فقلت: يا رسول الله! لم أعطيتني هذه العصا؟ قال: آية

جب میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: کامیاب ہونے والا چہرہ (کامیاب ہونے والا آدمی)۔ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اس (خالد بن سفیان بن نبیح) کو قتل کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور مجھے عصا عطا کیا اور فرمایا: اے عبداللہ بن اُنیس! اسے اپنے پاس رکھ۔ تو جب میں یہ عصاء لیکر لوگوں کے سامنے نکلا تو انہوں نے کہا کہ یہ عصا (ڈنڈا) کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے عطا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اسے

Marfat.com

بینی و بینک یوم القیامة، إن أقل الناس المنحصرون یومئذ یوم القیامة۔ فقرنها عبداللہ بسیفہٖ فلم تزل معه حتی إذا مات، أمر بها فصبت معه فی کفنه ثم دفنا جمیعاً۔۞

پاس رکھو۔ تو لوگوں نے (مجھے) کہا: کیا تم اسے رسول اللہ ﷺ کو واپس نہیں کروگے، تم اس سے متعلق حضور ﷺ سے پوچھو؟ تو عبداللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ عصا مبارک آپ ﷺ نے مجھے کس لیے عطا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز یہ تیرے اور میرے درمیان ایک نشانی ہوگی کہ جس دن بہت کم لوگ کسی کے ساتھ تعاون کرنے والے ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن اُنیس نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ ہمیشہ ان کے پاس رہتا یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا۔ انہوں نے عصا کے متعلق وصیت کی تھی کہ اس کو میرے کفن میں

۞ ا۔ مسند احمد بن حنبل، ۳:۴۹۶

۲۔ الطبقات الکبریٰ، ۲:۱۔۵۰

Marfat.com

رکھ دیں تو پھر ہم نے ان کو اکٹھے دفن کر دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے:

أنه كانت عنده عصية لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم، فمات فدفنت معه بين جنبه و قميصه۔۞

کہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چھوٹی سی چھڑی تھی، جب وہ فوت ہوئے تو وہ (چھڑی) ان کے ساتھ ان کی قمیص اور پہلو کے درمیان دفن کی گئی۔

قاضی عیاضؒ 'الشفا (۶۲۱:۲)' میں ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أن جَهْجَاها الغِفَارى أخَذَ قضيبَ النبيِّ صلی اللہ علیہ وسلم من يد عثمان رضی اللہ عنہ، و تناوله لِيكسِره على رُكبته، فصاح به الناسُ، فأخذته الأكِلَة فى رُكبته فقطعها، و مات قبل الحَولِ۔

جہجاہا غفاری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑنے کی (مذموم) کوشش کی لیکن لوگوں نے شور مچا کر اسے روک دیا۔ لیکن (اس کو غیبی سزا اس طرح ملی کہ) اس کے گھٹنے پر پھوڑا نکلا جو ناسور بن گیا جس کی وجہ سے اس کی ٹانگ کاٹ دی گئی اور وہ اُسی سال مر گیا۔

۞ البدایہ والنہایہ، ۴: ۳۶۸

۱۵۔ منبرِ مبارک سے حصولِ برکت

حضور نبی اکرم ﷺ جس منبر شریف پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دین سکھاتے تھے، عشاقِ رسول ﷺ نے اس منبر کو بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے دوسرے آثار کی طرح دل و جاں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے اوراس سے برکت حاصل کرتے۔

قاضی عیاضؒ بیان کرتے ہیں:

وَ رُئِی ابن عمر واضعا يدَه علی مَقْعَدِ النبيِ ﷺ من المِنبَر، ثم وضعها علی وَجْهه۔ ✿

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا جاتا کہ وہ منبر (نبوی) کی وہ جگہ جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہوتے، اسے اپنے ہاتھ سے چھوتے اور پھر ہاتھ اپنے چہرہ پر مل لیتے۔

۱۶۔ حضور ﷺ کے عطا شدہ سونے سے حصولِ تبرّک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ آقا ﷺ سے منسوب کسی شے کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرتے اور حتی المقدور اسے ضائع نہ ہونے دیتے۔ حضور ﷺ نے جو دینار خرچ کیے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں بھی سنبھال کر رکھا اور خرچ نہیں کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ ایک سست اونٹ پر سوار ہونے کی وجہ سے سب سے پیچھے رہتا تھا۔ جب میرے پاس سے نبی اکرم ﷺ گزرے تو پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا: جابر بن عبداللہ۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: میں

✿ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ۲: ۶۲۰

Marfat.com

ایک سُست اونٹ پر سوار ہوں۔ آپ ﷺ نے مجھ سے چھڑی کے متعلق فرمایا تو میں نے چھڑی آپ ﷺ کے حضور پیش کی۔ آپ ﷺ نے اس سے اونٹ کو مارا اور ڈانٹا۔ پھر وہی اونٹ سب سے آگے بڑھ گیا۔ آپ ﷺ نے میرے اونٹ کو خریدنا چاہا تو میں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! یہ آپ ہی کا ہے، یہ بلا معاوضہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ مگر نبی اکرم ﷺ نے خریدنے پر اصرار کیا اور فرمایا کہ میں نے چار دینار کے عوض اسے تم سے خرید لیا۔ اور مجھے مدینہ منورہ تک اس پر سواری کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔...... جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یا بلال، اقضِه و زِدہُ۔

اے بلال! (جابر کو) اس کی قیمت دو اور اس میں زیادتی کرو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو چار دینار اور ایک قیراط سونا زیادہ دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لا تُفارِقُنی زیادۃُ رسولِ اللہ ﷺ۔ فلم یکنِ القیراط یُفارق قراب جابر بن عبداللہ۔ ۞

اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا دیا ہوا (ایک قیراط) سونا ہم سے کبھی جدا نہ ہوتا۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) اور (نبی اکرم ﷺ کا عطا کردہ) وہ ایک قیراط (سونا) جابر بن عبداللہ کی تھیلی میں برابر رہتا، کبھی جدا نہ ہوتا۔

۞ ۱۔ صحیح البخاری، ۱: ۳۰۹-۳۱۰

۲۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۲۹

۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۲۹۹، ۳۰۸، ۳۱۴

Marfat.com

۱۷۔ ہاتھ و پاؤں مبارک سے حصولِ برکت

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى الغداة جاء خدم المدينة بآنيتهم فيها الماء، فما يؤتى بإناء إلا غمس يده فيه، وربما جاؤه في الغداة الباردة فيغمس يده فيها۔❀

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو خدّامِ مدینہ اپنے پانی سے بھرے ہوئے برتن لے آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آنے والے کے برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈبو دیتے۔ بسا اوقات یہ واقعہ موسم سرما کی صبح میں ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ اس میں ڈبو دیتے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکروں میں سے ایک لشکر میں تھے، لوگ کفار کے مقابلے سے بھاگ نکلے اور میں بھی ان میں شامل تھا۔ پھر جب پشیمان ہوئے تو واپس مدینہ جانے کا مشورہ کیا اور عزمِ مصمم کرلیا کہ اگلے جہاد میں ضرور شریک ہوں گے۔ وہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی تمنا کی کہ خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کردیں۔ اگر ہماری توبہ قبول ہوگئی تو مدینہ میں ٹھہر جائیں گے ورنہ کہیں اور چلے جائیں گے۔ پھر ہم نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم بھاگنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

❀ الصحيح لمسلم، ۲:۲۵۶

لا، بل أنتم العَكَّارون۔ قال: فدنونا فقبلنا يده، فقال: أنا فِئَة المسلمين۔ ۞	نہیں، تم پھر لڑائی میں آنے والے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (یہ سن کر ہم خوش ہوگئے) آپ ﷺ کے نزدیک گئے اور آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک چوما۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں مسلمانوں کی پناہ کی جگہ ہوں (یعنی ان کا ملجا و مأوٰی ہوں، وہ میرے سوا اور کہاں جائیں گے، خواہ غلطی وکوتاہی کریں یا کچھ)۔

۳۔ امِ ابان بنت وازع بن زارع اپنے دادا زارع ...... جو وفدِ عبدالقیس کے رکن تھے...... سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے بیان کیا:

۞ ۱۔ سنن ابوداؤد، ۱:۳۶۲

۲۔ سنن ابوداؤد، ۲:۳۶۲

۳۔ جامع الترمذی، ۱:۲۰۵

۴۔ سنن ابن ماجہ: ۲۷۱

۵۔ الادب المفرد للبخاری: ۳۳۸، رقم: ۹۷۲

۶۔ مسند احمد بن حنبل، ۲:۷۰، ۱۰۰

۷۔ الطبقات الکبری، ۴:۱۴۵

۸۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۸:۲۔۵۶۱، رقم: ۷۔۵۲۵۶

۹۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، ۹:۷۶۔۷

۱۰۔ شعب الایمان للبیہقی، ۴:۵۰۔۱، رقم: ۴۳۱۱

۱۱۔ سنن سعید بن منصور، ۲:۲۰۹۔۱۰، رقم: ۲۵۳۹

۱۲۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۱:۶۸۔۹، رقم: ۲۷۰۸

لما قَدِمنا المدينة فجعلنا نتبادرُ من رواحِلنا، فَنُقَبّلُ يدَ رسول الله ﷺ و رِجلَهُ۔ ❁

جب ہم مدینہ منورہ گئے تو اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترے اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگے۔

۴۔ امام بخاری نے یہ روایت ام ابان سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے کہ ان کے دادا وازع بن عامر نے کہا:

قدمنا، فقيل: ذاک رسول الله۔ فأخذنا بيديه و رجليه نقبلها۔ ❁❁

ہم (مدینہ) پہنچے تو کہا گیا: وہ ہیں اللہ کے رسول ﷺ۔ پس ہم نے آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک پکڑے اور انہیں چوما۔

۵۔ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أن قوما من اليهود قبلوا يد النبي ﷺ و رجليه۔ ❁❁❁

یہودیوں کے ایک وفد نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں مبارک کا بوسہ لیا۔

❁ ۱۔ سنن ابوداؤد، ۲: ۳۶۳

۲۔ السنن الکبری للبیہقی، ۷: ۱۰۲

❁❁ الادب المفرد: ۳۳۹، رقم: ۹۷۵

❁❁❁ ۱۔ سنن ابن ماجہ: ۲۷۱

۲۔ جامع الترمذی، ۲: ۹۸

۳۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۸: ۵۶۳، رقم: ۶۲۵۸

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۲۳۹

۵۔ مسند ابوداؤد طیالسی: ۱۶۰، رقم: ۱۱۶۴

۶۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۹

۷۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۸: ۶۹-۷۰، رقم: ۷۳۹۶

۸۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ۵: ۹۷-۸

۹۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶: ۲۶۸

Marfat.com

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے جبکہ امام ذہبی نے بھی ان کی تائید کی ہے۔

خلاصۂ کلام

اوپر بیان کردہ تمام روایاتَ جو احادیثِ پاک کی معتبر کتب سے ثابت شدہ اور صحیح ہیں، اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ انبیاء و صالحین سے منسوب آثار و تبرکات فیض رساں اور پُر تاثیر ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام ﷺ جو تبرکاتِ نبی ﷺ کی حفاظت کا اس قدر اہتمام فرماتے ان کا مقصد ان کو برائے نمائش محفوظ رکھنا نہیں تھا بلکہ وہ آفات و بلیات کو دفع کرنے کیلئے ان کے وسیلے سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے۔ اور یہ بھی ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ صحابہ کرام نے ان آثار و تبرکات سے فیوض و برکات حاصل کیں اور مقاصدِ جلیلہ حاصل کیے۔

Marfat.com

Marfat.com

بابِ ششُم

غیرِ انبیاء سے توسُّل

Marfat.com

باوجود اس امر کے کہ بعض لوگ توسُّل کے جواز پر قرآن و سنت کے جمیع اَحکام اور عملِ صحابہ ﷺ سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ دُنیوی زِندگی میں تو ایک دوسرے کے کام آنا اور ایک دوسرے کا وسیلہ و مدد مانگنا اور مدد کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن موت کے بعد بندے کا اپنے بدن پر اختیار نہیں ہوتا، تب اُس سے کیونکر توسُّل کیا جاسکتا ہے؟ اور چونکہ وہ وسیلہ بننے پر قدرت نہیں رکھتا، لہٰذا اخروی زندگی میں اس سے توسُّل کرنا شرک ہے۔

یہ ایک کج فہمی ہے جس کو دور کرنے کے لئے ہم دو چیزوں کی وضاحت بطورِ خاص کرنا چاہیں گے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک طے شدہ اَمر ہے کہ بندہ زندہ ہو یا قبر میں آرام کر رہا ہو دونوں صورتوں میں وہ اپنے وجود پر قطعاً مطلق طور پر بااختیار نہیں ہوتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وہ اختیارات ہوتے ہیں جنہیں ہم حیاتِ دنیوی کے دوران استعمال کرتے اور دنیا بھر کے معاملات سرانجام دیتے پھرتے ہیں۔ یہ اختیار اللہ رب العزت کی عطا سے قائم ہے، اور اگر اس ظاہری حیات میں بھی اللہ تعالیٰ اپنا دیا ہوا یہ اختیار چھین لے تو بندہ ایک تنکا توڑنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ سو جس طرح اس عالم اسباب میں بندے کے جملہ اختیارات کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے باوجود بھی اس سے توسُّل کرنا یا مدد طلب کرنا شرک نہیں بلکہ ایسا کرنا حکم خداوندی کے تحت جائز ہے، بالکل اسی طرح موت کے بعد بھی

Marfat.com

اگر کسی بندۂ بشر کو وسیلہ بنایا جائے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے مختار مانا جائے گا۔ جس طرح زندگی میں کسی بھی صورت میں بندے کو مستغاث و مختار حقیقی ماننا شرک ہے لیکن اسے وسیلہ بہر حال بنایا جاسکتا ہے اور مجازاً اسے مدد کے لئے بھی پکارا جاسکتا ہے اسی طرح بعد از موت اولیاء وصلحاء کو وسیلہ بنانا اور مستغاثِ مجازی مان کر ان سے استغاثہ کرنا بھی جائز ہے۔ شرک بہر حال شرک ہے خواہ وہ زندہ سے ہو یا فوت شدہ سے اور مجازی طور پر مالک و مختار مان کر مدد مانگنا زندہ سے ہو یا اہل مزار سے دونوں صورتوں میں شرک نہیں ہوگا۔ اسلام کے معیار دہرے نہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی کام مسجد میں تو شرک نہ ہو اور مندر میں جا کر وہی عمل کریں تو شرک ہو جائے۔ اسلامی احکام اور ان سے ثابت ہونے والے نتائج ہر جگہ یکساں اثرات کے حامل ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اگر کسی ڈاکٹر کو مستغاثِ حقیقی سمجھ کر اس سے علاج کروایا جائے تو یہ شرک قرار پائے گا۔ اس کے برعکس جب اللہ رب العزت ہی کو مستغاثِ حقیقی جان کر کسی بزرگ کی دعا یا کسی صاحبِ مزار کے وسیلے کو شفایابی کا ذریعہ بنایا جائے تو وہ بھی عین روا ہے اور اسے ہرگز خلافِ شریعت اسلامی نہیں گردانا جاسکتا۔

انسانیت کا مقصودِ حقیقی 'انسان مرتضیٰ' بننا اور معرفتِ الٰہی سے سرشار ہونا ہے۔ چنانچہ مقصود کو پانے کے لئے اولیاء اور صلحاء کی ذات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ معرفتِ الٰہی سے نہ صرف خود آشنا ہوتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس رنگ میں رنگ دیتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعلیمِ امت کے لئے خود کو زمرۂ صلحاء میں شامل ہونے کے لئے بارگاہِ ربوبیت میں دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ أَلْحِقْنِيْ اے میرے رب! مجھے علم و عمل میں

بِالصّٰلِحِيْنَ۝ ❁ کمال عطا فرما اور مجھے اپنے قربِ خاص کے سزاواروں میں شامل فرما لے۔

یہاں حُکْماً سے مراد قوتِ علمیہ وعملیہ کا نقطۂ کمال تک پہنچنا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ فرماتے ہیں:

أی کمالا فی العلم و العمل بحیث یستعد خلافة الحق و ریاسة الخلق۔❁❁

یعنی علم وعمل میں ایسا کمال جس سے خلافتِ الٰہیہ کا منصب جلیل سنبھالنے اور مخلوق کی سیاست و رہبری کی مکمل استعداد اور ملکہ پیدا ہو جائے۔

امام فخری الدین رازی ؒ لکھتے ہیں:

اگر حُکْمًا سے 'علم' مراد لیا جائے تو اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ آپ نے اللہ سے ایسا علم مانگا جس کے سبب آپ اس کی ذات اور صفات میں ہمہ تن مستغرق ہو جائیں۔ آپ ایسے علم کے باب میں جو شامل باللہ مع صفاتہٖ ہو، یوں رقمطراز ہیں:

و هذا یدل علی أن معرفة اللہ تعالی لا تحصل فی قلب العبد إلا بخلق اللہ تعالی، و قوله: ﴿وَأَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ یدل علی أن کون العبد صالحا لیس

یہ علم دلالت کرتا ہے کہ معرفت الٰہیہ بندے کے دل میں اللہ کی مخلوق کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول...... اور مجھے اپنے قربِ خاص کے سزاواروں

❁ الشعراء، ۲۶: ۸۳

❁❁ التفسیر المظہری، ۷: ۷۲

علی أن کون العبد صالحا لیس إلا بخلق اللہ تعالی۔ ❁

میں شامل فرما لے...... اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ بندے کا صالح ہونا محض اللہ کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے۔

لہٰذا معرفتِ الٰہیہ کا حصول عبادِ صالحین (نیک و متقی بندے) کے وسیلہ ہی سے ممکن ہے۔ اور ان کی سنگت اور صحبت اختیار کرنا کہ ان کے توسُّل سے معرفتِ الٰہیہ نصیب ہو، سنتِ انبیاء ہے اور جو بندہ بارگاہِ اُلوہیّت سے عبادِ صالحین کے وسیلے سے اس کی معرفت کا طلبگار ہوتا ہے، اس کی دعا اجابت سے سرفراز ہوتی ہے اور اسے صالحین میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ پھر وہ معرفتِ الٰہیہ سے اس درجہ سرشار ہوتا ہے کہ اسے تقربِ الٰہیہ کا مقامِ رفیع حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ إِنَّهُ فِي الْأٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ ❁❁

اور یقیناً وہ آخرت میں (بھی) بلند رتبہ مقربین میں ہوں گے۔

اللہ کے انہی صالح و نیکوکار اور بلند مرتبہ والے متقین کو وسیلہ بنانے کے استشہاد میں ثبوت کے طور پر کلامِ مجید کی صرف وہی آیت کافی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو نیک و صالح بندوں کی صحبت اختیار کرنے کا صریح حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ○ ❁❁❁

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہلِ صدق (کی معیّت) میں شامل

❁ التفسیر الکبیر، ۲۴: ۱۴۸ ❁❁ البقرۃ، ۲: ۱۳۰

❁❁❁ التوبۃ، ۹: ۱۱۹

رہو۔

اس آیت میں ربِّ ذوالجلال جہاں جمیع اہلِ ایمان کو اپنے تقوی اور للّٰھیت کا درس دے رہا ہے، وہاں انہیں اہلِ صدق کی سنگت و معیّت اپنانے کا حکم بھی دے رہا ہے تاکہ اہلِ صدق کے وسیلے سے اہلِ ایمان بھی وہ مقام حاصل کریں جس پر اہلِ صدق فائز ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَىَّ۔ ❁ اور راہ اسکی اختیار کرو جو ہماری طرف رجوع ہوا۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قرآنِ حکیم میں یوں مذکور ہے:

تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّ أَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ○ ❁❁ مجھے حالتِ اسلام پر موت دینا اور مجھے صالح لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر انہیں قرآنی الفاظ کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں دستِ بہ دعا رہا کرتے تھے۔ ❁❁❁

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حیثیت کے بارے میں تو بعض لوگ اعتراض کرسکتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے، یا موضوع ہے، وغیرہ۔ جبکہ قرآن پاک میں مذکور حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کے الفاظ کا تو کسی صورت بھی انکار ممکن نہیں کیونکہ قرآن مجید تو نصِ

❁ لقمن، ۳۱: ۱۵

❁❁ یوسف، ۱۲: ۱۰۱

❁❁❁ ۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۵: ۱۹۱

۲۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۵۱۲

۳۔ المعجم الکبیر، ۵: ۱۵۷، ۱۱۹، رقم: ۴۹۳۲، ۴۸۰۳

۴۔ مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۱۳

Marfat.com

قطعی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ معیّت و توسُّلِ صالحین کی دعائیں مانگنا اللہ کے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی سنت چلی آرہی ہے اور قرآنِ حکیم میں ایسی دعائیں بیان کرنے کا مقصد صرف یہی ہوسکتا ہے کہ ہم بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔

ابن الفِراسی روایت کرتے ہیں کہ فِراسی نے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ سے مانگوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا، و إن کنتَ سائلاً لا بُدَّ فسَلِ الصالحینَ۔ ۞

نہیں، اور اگر سوال کیے (یعنی مانگے) بغیر گزارہ نہ ہوسکے تو تم صالح اور نیک لوگوں سے سوال کرو۔

یہ روایت صحیح ہے۔

بعض لوگوں کے خیال میں نیک و بابرکت اور صالح لوگوں کی دعا ان کی زندگی میں تو قبول ہوتی ہے لیکن بعد از وفات وہ اپنے پسماندگان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ان کے لئے فائدہ بخش ہوسکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف اپنی ظاہری حیات میں کسی کے لئے امداد رساں ہیں، بعد از وفات نہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

۞ ۱۔ سنن ابو داؤد، ۱: ۲۴۰
۲۔ سنن النسائی، ۱: ۲۶۲
۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۳۳۴
۴۔ التاریخ الکبیر للبخاری، ۷: ۱۳۸
۵۔ السنن الکبری للبیہقی، ۴: ۱۹۷
۶۔ التمھید لابن عبدالبر، ۴: ۱۰۷
۷۔ کنز العمال، ۶: ۵۰۲، رقم: ۱۶۷۲۱

Marfat.com

ایسا نظریہ رکھنے والے لوگ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ صورتحال اسکے برعکس ہے۔ یہ بات بالکل بجا ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات جلّ شانہٗ ہی مستغیث اور منبعِ برکت ہے اور کبھی بھی کوئی انسان مطلق معنوں میں منبعِ فیض نہیں ہوتا۔ لہذا یہ سوچ کہ...... اللہ تعالی نیک لوگوں کے وسیلہ سے اس وقت تو دیتا ہے جب وہ زندہ ہوتے ہیں اور جب وہ اس دارِ فانی سے کوچ کر کے ابدی گھر چلے جاتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے وسیلہ سے نہیں دیتا...... ایک بہت بڑا مغالطہ ہے۔ دراصل یہ سوچ تب پیدا ہوگی جب خدا کے مقابلے میں اس بزرگ کو منبعِ امداد مانا جائے اور اس کی فیض بخشی کو اوّلاً ترجیح دی جائے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ذات فقط خدا ہی کی ہے جو اپنے صالحین و اولیاء کے توسُّل سے ...... ان کی زندگی اور موت دونوں صورتوں میں ...... لوگوں کی حاجات پوری کرتی ہے۔

جو لوگ صالحین و اولیاء کو بعد از وصال وسیلہ بنانے پر اعتراض کرتے ہیں، وہ گمراہی میں مبتلا ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ ان کے اعتراضات اس غلط فہمی پر مبنی ہیں کہ وسیلۂ اولیاء و صلحاء سے رحمتِ الٰہی کا حصول ان کی زندگی تک موقوف ہے۔ جبکہ درحقیقت اللہ تعالی کا صلحاء و اولیاء کے وسیلے سے عطا کرنا ان کی حیات وممات سے غیر متعلق ہے۔ آئندہ صفحات میں دی جانے والی احادیث و آثار سے بھی معترضین کے ان شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ صلحاء و اولیاء اور بزرگانِ دین سے ان کی وفات کے بعد توسُّل کرنا نہ صرف جائز بلکہ یہ عمل کبار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ و محدثین اور شیوخ کی سنت رہا ہے۔ یہی وہ گروہِ امت ہے جس کے نقشِ قدم پر چل کر ہم ہدایت پاسکتے ہیں۔ جیسا کہ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب 'العقیدۃ الواسطیۃ' کے آخر میں اس بحث کے لُبِ لُباب کے طور پر لکھتے ہیں:

Marfat.com

صار المتمسكون بالإسلام المحض الخالص عن الشوب، هم أهل السنة والجماعة، و فيهم الصديقون و الشهداء و الصالحون، و منهم أعلام الهدى و مصابيح الدجى أولو المناقب المجثورة و الفضائل المذكورة، و فيهم الأبدال، و فيهم أئمة الدين الذين أجمع المسلمون عل هدايتهم، و هم الطائفة المنصورة الذی قال فيهم النبیﷺ: لا تزال طائفة من أمتی علی الحق منصورة لا يضرهم من خالفهم ولا من خذلهم حتی تقوم الساعة۔❁

اہل سنت و الجماعت ہی ہر قسم کی آمیزش سے بچتے ہوئے دینِ اسلام کے ساتھ متمسک (چمٹے ہوئے) ہیں۔ ان میں صدیقین، شہداء اور صالحین (درجہ بدرجہ) شامل ہیں۔ اور انہی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو منبعِ ہدایت اور مینارۂ نور ہیں۔ یہ بڑے ہی ذی مناقب، اور اعلیٰ فضائل والے افراد ہیں۔ ابدال اور ائمۂ دین بھی انہی میں سے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اپنی ہدایت (کے راستے) پر جمع کیا۔ یہی وہ گروہ ہے (جسکی حق پر) مدد کی گئی ہے (اور) جسکے بارے میں نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ”میری امت کا ایک گروہ جسکی حق سے تائید کی گئی ہے، انعقادِ قیامت تک کبھی ختم نہ ہوگا اور ان کی مخالفت یا تذلیل کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے“۔

اَب رہا یہ اعتراض کہ اہلِ قبور کو وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا اور انہیں مدد کرنے کی

❁ شرح العقيدة الواسطية: ۱۵۳

Marfat.com

استعداد حاصل نہیں ہوتی۔ یہ نظریہ قرآنی آیات کے صحیح مفہوم سے مستنبط نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اہل اللہ کی برزخی حیات کا ذکر فرمایا ہے۔ حیاتِ شہداء کے بارے میں تو کسی مسلک و مذہب کے پیروکاروں میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ جس نبی ﷺ کے ادنی امتی مرتبۂ شہادت پا کر قیامت تک کے لئے زندہ ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق بھی بہم پہنچایا جاتا ہے اس نبی کریم ﷺ کی اپنی حیاتِ برزخی کی عظمتوں کا عالم کیا ہوگا! پس سرور کائنات ﷺ کو حیات بعد از ممات کے عقیدے کے تحت مستغاثِ مجازی قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ سے توسُّل، استعانت اور استمداد کرنا بالکل اسی طرح سے درست ہے جیسے آپ ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں جائز تھا۔ حتی کہ آپ ﷺ کی حیات برزخی کا تو یہ عالم ہے کہ امت کی طرف سے آپ ﷺ پر درود وسلام کے جو نذرانے پیش کئے جاتے ہیں، وہ بھی فرشتے شب و روز آپ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچانے پر مامور ہیں۔

اگر توسُّل، طلبِ شفاعت اور استغاثہ کفر و شرک کے مترادف تسلیم کیا جائے تو پھر دنیاوی زندگی، حیاتِ برزخی اور آخرت میں ہر جگہ اسے کفر و شرک پر محمول ہونا چاہیے ...... کیونکہ شرک تو اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں ناپسند ہے...... مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ تعلیماتِ اسلامی میں اس کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ زندگی میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بے شمار مواقع پر آنحضور ﷺ سے توسُّل و استغاثہ کیا اور بعد از وصال بھی نیز قیامت کے روز بھی انہیں کے در پر لوگ استغاثہ کریں گے اور انہیں وسیلہ بنائیں گے۔ یہ توسُّل و استغاثہ ہی کا صلہ ہوگا کہ شفیع مذنبین ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمیع گناہگار مخلوق کی شفاعت کریں گے۔ سو جب حیات دنیوی اور حیات اخروی میں توسُّل و استغاثہ جائز ٹھہرا تو حیات کی وہ قسم جو ''حیاتِ برزخی'' کہلاتی ہے اس میں اسے

شرک قرار دینا کس طرح سے درست ہوسکتا ہے؟

حیاتِ برزخی کا ثبوت

حیات بعد از موت یا قبر کی برزخی زندگی کی حقیقت قرآن و حدیث کی تعلیمات سے اسی طرح ثابت ہے جیسے قیامت کے روز جی اٹھنا۔ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ O ❋

تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اس آیتِ کریمہ میں حیات و موت کی دو اقسام اور بالآخر یومِ آخرت کو تمام انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹائے جانے کا صراحتاً ذکر ہے۔ آیت کریمہ کی روشنی میں پہلی موت تو ہمارا عدم تھا، جب ہم ابھی عالم وجود میں نہ آئے تھے۔ اس کے بعد کی زندگی ہماری یہ دنیوی حیات ہے۔ پھر اس کے بعد موت آئے گی اور لوگ حسبِ حال ہماری تکفین و تدفین کریں گے۔ اس موت کے بعد کی زندگی حیاتِ برزخی کہلاتی ہے جو ہر انسان کو قبر (یا موت کے بعد) میں میسر آئے گی اور فرشتے سوالات پوچھنے آتے ہیں اور جنت یا جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی میت کے احوال کے مطابق قبر میں کھول جاتے ہیں۔ اس دوسری زندگی کے آخری مرحلے میں ہمیں روزِ محشر اللہ رب العزت کی

❋ البقرہ، ۲: ۲۸

طرف لوٹایا جائے گا۔ یوں حیاتِ برزخی کا دورانیہ قبر میں سوالات کے لئے فرشتوں کی آمد سے لے کر روزِ محشر پھونکے جانے والے صورِ اسرافیل تک طویل ہے۔

یہ تو ایک عام انسان (خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر) کی حیاتِ برزخی کا معاملہ تھا، آیئے اب حیاتِ شہداء کے سلسلے میں سورہ بقرہ ہی کی ایک اور آیتِ مبارکہ ملاحظہ کرتے ہیں:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ط بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ O ❁

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں، (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

اسی مضمون کو سورۂ آل عمران میں کچھ مختلف الفاظ کے ساتھ یوں ارشاد فرمایا گیا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ O ❁❁

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں انہیں ہرگز مردہ خیال (بھی) نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے حضور زندہ ہیں، انہیں (جنت کی نعمتوں کا) رزق دیا جاتا ہے۔

شہداء کی حیات پر تو بلا امتیاز ہر مسلک کے پیروکار قائل ہیں تاہم مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ کے علاوہ متعدد احادیثِ مبارکہ میں بھی کفار و مشرکین کی موت کے بعد

❁ البقرہ، ۲:۱۵۴

❁❁ آل عمران، ۳:۱۶۹

Marfat.com

حیات اور زندہ لوگوں کے کلام کو مرنے کے بعد سننے پر قدرت کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر غزوۂ بدر کے بعد سرورِ کائنات ﷺ نے خود کفار و مشرکین میں سے قتل ہو جانے والوں کو نام لے لے کر پکارا اور ان سے پوچھا:

فَإِنَّا قَدْ وَ جَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَ جَدْتُّم مَّا وَعَد رَبُّكُمْ حَقًّا؟

ہم نے تو واقعتاً اسے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا، سو (اے کفار و مشرکین!) کیا تم نے بھی اسے سچا پایا جو وعدہ تمہارے رب نے (تم سے) کیا تھا؟

اس موقع پر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں یوں عرض گزار ہوئے: ''حضور! آپ ایسے جسموں سے خطاب فرما رہے ہیں جن میں روح ہی نہیں''۔ اس پر آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

والذی نفس محمد بیده! ما أنتم بأسمع لما أقول منهم۔ ۞

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، میں ان (کفار و مشرکین) سے جو باتیں کر رہا ہوں وہ انہیں تم سے بڑھ کر سننے پر قادر

۞ ۱۔ صحیح البخاری، ۲: ۵۶۶
۲۔ الصحیح لمسلم، ۲: ۳۸۷
۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۳: ۱۴۵
۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۴: ۲۹
۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۵: ۹۶، رقم: ۴۷۰۱
۶۔ شرح السنۃ للبغوی، ۱۳: ۳۸۴، رقم: ۳۷۷۹
۷۔ البدایۃ والنهایۃ، ۱: ۲۱۰
۸۔ فتح الباری، ۷: ۳۰۱
۹۔ مجمع الزوائد، ۶: ۱-۹۰

ہیں۔

اس متفق علیہ حدیثِ مبارکہ کی رو سے تو کفار و مشرکین کو بعد از موت برزخی زندگی میں حاصل شدہ قوتِ سماعت نہ صرف عام زندہ انسانوں بلکہ زندہ صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم کی سماعت سے بھی بڑھ کر ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے قبرستان کے پاس سے گزرنے والے ہر شخص کو یہ تعلیم دی کہ وہ اہلِ قبور کو نہ صرف حرف نداء ''یا'' کے ذریعے مخاطب کرے بلکہ ان پر سلام بھی بھیجے۔ یہی سبب ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ قبرستان کے پاس گزرتے وقت وہ ''السلام علیکم یا أهل القبور'' (اے اہلِ قبور! تم پر سلامتی ہو۔) ضرور کہا کریں۔

جب کفار و مشرکین کی حیات، عامۃ المؤمنین کی حیات اور شہداء و صالحین کی حیات اپنے اپنے حسبِ حال قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا انکار کیا جائے؟ باوجود اس امر کے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم واشگاف الفاظ میں بار ہا یہ اعلان فرما چکے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ حَرَمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَآءِ، فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ۔ ۞	اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ پس انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں (اور)

۞ ۱۔ سنن النسائی، ۱:۲۰۴، ۲۲۱

۲۔ سنن ابو داؤد، ۱:۱۵۷

۳۔ سنن ابن ماجہ: ۷۷، ۱۱۹

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۴:۸

۵۔ صحیح ابن حبان، ۳:۱۹۱، رقم: ۹۱۰

۶۔ صحیح ابن خزیمہ، ۳:۱۱۸، رقم: ۱۷۳۳==

انہیں رزق بہم پہنچایا جاتا ہے۔

اس صحیح حدیث مبارکہ سے بالصراحت یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اللہ تعالی کی قدرتِ کاملہ سے انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں تو یہاں تک وارد ہے کہ سرور کائنات ﷺ کے سامنے امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں، نیک اعمال پر حضور ﷺ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں جبکہ بد اعمالیوں پر اللہ کے حضور امت کی مغفرت کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

تعرض عليّ أعمالكم فما رأيت من خير حمدت الله عليه و ما رأيت من شر أستغفرت الله لكم۔ ۞	مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے ہوں تو میں اللہ کا شکر بجالاتا ہوں، اگر اعمال اچھے نہ ہوں تو اللہ کے حضور تمہاری مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

امام ابن حجر ہیثمی کا قول ہے کہ یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے اور اس کے تمام رجال صحیح ہیں۔ جبکہ امام زین الدین ابو الفضل العراقی نے بھی اپنی کتاب 'طرح التثریب فی شرح التقریب (۳: ۲۹۷)' میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

== ۷۔ سنن الدارمی، ۱: ۳۰۷، رقم: ۱۵۸۰ ۞ مجمع الزوائد، ۹: ۲۴

۸۔ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲: ۵۱۶

۹۔ المستدرک للحاکم، ۱: ۲۷۸

۱۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۱: ۲۱۷، رقم: ۵۸۹

۱۱۔ السنن الکبری للبیہقی، ۳: ۲۴۹

ابن سعد نے 'الطبقات الکبری (۲: ۱۹۴)' میں اسے روایت کیا ہے۔ قاضی عیاض نے 'الشفا (۱: ۱۹)' میں یہ حدیث بیان کی ہے اور امام جلال الدین سیوطیؒ نے 'الخصائص الکبری (۲: ۲۸۱)' اور 'مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا (ص: ۳)' میں ہی روایت بیان کی لکھا ہے کہ ابن ابی اسامۃ نے اپنی 'مسند' میں بکر بن عبداللہ المزنی اور بزار نے عبداللہ بن مسعود سے صحیح اسناد کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے۔ اس بات کی تائید علامہ خفاجیؒ اور ملا علی قاریؒ نے 'الشفا' کی شروحات 'نسیم الریاض (۱: ۱۰۲)' اور 'شرح الشفاء لملا علی قاری (۱: ۳۲)' میں بالترتیب کی ہے۔ محدث ابن الجوزی نے بکر بن عبداللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت 'الوفاء باحوال المصطفی (۲: ۱۰-۸۰۹)' میں بیان کی ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے یہ حدیث 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام (ص: ۳۴)' میں بکر بن عبداللہ المزنی سے روایت کی ہے اور احمد بن عبدالہادی نے 'الصارم المنکی (ص: ۷-۲۶۶)' میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں اور بکر ثقہ تابعین میں سے ہے۔ بزار کی روایت امام ابن کثیر نے بھی 'البدایۃ والنہایۃ (۴: ۲۵۷)' میں نقل کی ہے۔

وہ خدائے ذوالجلال جو اس دنیا میں اور آخرت میں جمیع انسانیت کو زندگی عطا کرنے اور رزق مہیا کرنے پر قادر ہے وہی انبیاء کرام علیہم السلام کو قبروں میں بھی زندہ رکھنے اور رزق بہم پہنچانے پر قادر ہے۔ اسلامی لٹریچر میں یونانی فلاسفہ کی طرف سے برزخی حیات کو خلط مبحث سے الجھا دینے والی غیر فطری و غیر سائنسی بحثیں اسلام کے غیر متغیر اور اٹل فطری اصولوں کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ احکامِ اسلام صاف اور واشگاف انداز میں اقسامِ حیات اور حیاتِ برزخی کے حامل افراد کو پکارنے کے بارے میں اللہ رب العزت کی تعلیمات کو واضح اور اس بات کا واشگاف الفاظ میں اعلان کر رہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام، شہداء، صلحاء، عام مسلمان حتی کہ کفار و مشرکین

Marfat.com

بھی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ شہداء کو تو اسبابِ برزخی کے تحت رزق بہم پہنچائے جانے پر قرآن مجید خود شاہد عادل ہے۔ سو جو لوگ ظاہری حیات میں توسُّل و استغاثہ کو جائز مان کر موت کے بعد اس کو حرام بلکہ شرک کا موجب قرار دے رہے ہیں ان کے لئے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ موت کا ذائقہ ایک لمحاتی کیفیت کا نام ہے جو آ کر چلی جاتی ہے۔ یعنی بقول حکیم الامتؒ:

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

حیاتِ دنیوی اور قیامت کے روز عطا ہونے والی اخروی حیات کے مابین حیاتِ برزخی کا زمانہ موجود ہوتا ہے۔ پس جیسے دنیوی اور اخروی حیات کے حامل فرد بشر سے توسُّل اور استغاثہ کرنا جائز ہے بعینہ حیاتِ برزخی کے دوران بھی توسُّل اور استغاثہ روا ہے، اس میں شرک تو درکنار اس کا ذرا سا شائبہ بھی موجود نہیں۔ کیونکہ دنیوی، برزخی اور اخروی، تینوں زندگیوں میں اللہ تعالیٰ کو مستعانِ حقیقی اور بندے کو مستغاثِ مجازی مان کر استغاثہ کیا جاتا ہے اور اسے وسیلہ بنایا جاتا ہے، جو کہ جائز ہے۔ مذکورہ تینوں اقسامِ حیات میں سے کسی بھی زندگی میں بندے کو مستغاثِ حقیقی سمجھ لینا یقیناً شرک ہے۔ واضح رہے کہ شرک کا سبب اقسامِ حیات نہیں بلکہ حقیقت و مجاز کی تفریق کا مٹانا ہے۔

روح کی حیات اور استعداد

ارواحِ انسانی کی حیاتِ برزخی کے دلیلِ قطعی کے ساتھ حق ثابت ہو جانے کے بعد توسُّل بعد الموت کو ناجائز سمجھنا کم فہمی یا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔ ارواحِ

Marfat.com

انبیاء وصلحاء سے توسُّل واستغاثہ بالکل اسی طرح روا ہے جس طرح کسی زندہ انسان یا فرشتوں کو مجازاً وسیلہ بنایا جاتا ہے یا ان سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ جب ہم زندگی میں کسی انسان سے مدد کے خواہاں ہوتے ہیں تو درحقیقت ہم اس کی روح سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ جسم انسانی تو مادی انسان کی اصل یعنی...... روح...... کا لباس ہوتا ہے۔ موت کے بعد جب روح جسم کی مادی بندشوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو جسدِ خاکی کی آلائشوں سے آزاد ہوجانے کی وجہ سے فرشتوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر غیر مادی افعال سرانجام دینے پر قادر ہو جاتی ہے۔ ہمارے مادی عالم میں جو قوانینِ تصرّف معروف ہیں روح ان قوانین کی پابندی سے مکمل طور پر آزاد ہوتی ہے کیونکہ اس کا عالم...... عالمِ امر...... جسم کے اس عالمِ اسباب سے مختلف ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّیْ۔ ❁

اور یہ (کفار) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، فرما دیجئے: روح میرے رب کے امر سے ہے۔

انسان کو حیاتِ برزخی میں عالم امر کی جو زندگی میسر ہوتی ہے اس میں وہ دنیا کی جسمانی زندگی سے بڑھ کر اعمال وافعال پر قادر ہوتا ہے اور اپنے پکارنے والوں اور مدد طلب کرنے والوں کی مدد کو روحانی طور پر پہنچ سکتا ہے۔ واضح رہے کہ انبیاء وصلحاء کا اپنے مُتوسِّلین اور مُستغیثین کا وسیلہ بننا اور ان کی امداد کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ مدد کے طالب کے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا فرمائیں اور اللہ رب العزت ان کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے متعلقہ شخص کی حاجت پوری کرے۔ مسئلہ فقط یہ ہے کہ

❁ الاسراء، ۱۷: ۸۵

Marfat.com

معترضین اہلِ قبور کی حیات کا انکار کر کے انہیں دعا کر سکنے کے قابل بھی نہیں سمجھتے جبکہ صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ وہ صاحبان مزار زندہ ہیں، وہ اپنے شعور و ادراک کے تحت زائرین کو پہچانتے ہیں۔ جسم سے جدا ہو جانے کے بعد روح کا شعور مزید کامل ہو جاتا ہے اور شہواتِ بشریہ کے زائل ہو جانے کی وجہ سے خاکی حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

توسُّل و استغاثہ کا معاملہ یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس ذات سے توسُّل کیا جاتا ہے یا مدد طلب کی جاتی ہے وہ اللہ رب العزت ہی ہے مگر سائل یوں عرض کناں ہوتا ہے کہ گویا وہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے حاجت روائی کا خواہشمند ہے۔ وہ اللہ کے مقرب بندوں کا وسیلہ پکڑ کر اللہ تعالی سے عرض کرتا ہے کہ میں ان اولیاء و صلحاء کے محبین میں شامل ہوں لہذا ان کی محبت اور قرابت داری کی وجہ سے خصوصی رحم و کرم کا مستحق ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالی تاجدار کائنات ﷺ یا دعا میں مذکورہ اولیائے کرام کے صدقے اس شخص کی خطاؤں کو معاف فرما دیتا ہے اور اس کی حاجات پوری کر دیتا ہے۔

نماز جنازہ پڑھنے والوں کا میت کی بخشش کے لئے دعا کرنا بھی اسی ذیل میں آتا ہے، کیونکہ جنازہ میں موجود لوگ اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں میت کی مغفرت کا وسیلہ بناتے اور اس کے مددگار بنتے ہیں۔

فوت شُدگان کی زندوں کے لئے نفع رسانی

توسُّل بالاولیاء والصالحین کے منکر آخری حربے کے طور پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فوت شدگان زندہ لوگوں کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتے کیونکہ وہ تو اپنے جسم پر بیٹھنے والی

Marfat.com

مکھی اڑانے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک فوت شدہ شخص جو اپنے بدن میں ذرہ بھر طاقت و توانائی نہیں رکھتا، زندہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور عامۃ الناس اس سے تمتع حاصل کریں۔

یہ بے بنیاد اعتراض دراصل احادیثِ رسول ﷺ اور بزرگانِ دین و ائمہ امت کی تعلیمات سے عدم آگہی کی پیداوار ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے واضح کیا ہے کہ اس مادی دنیا سے رخصت فرما جانے والے لوگ دنیاوی زندگی سے ایک دوسری زندگی (حیاتِ برزخی) میں چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہماری نظر میں فوت ہو کر حیاتِ جسمانی سے محروم ہو چکے ہیں مگر درحقیقت محض ان کی زندگی کا انداز بدلا ہے۔

اسکو ایک مثال کے ذریعے یوں واضح کیا جاسکتا ہے: فرض کیجئے ایک کمرے میں دو ٹیوب لائٹس موجود ہیں جن میں سے ایک کا رنگ سفید اور دوسری کا رنگ نیلا ہے۔ سفید ٹیوب لائٹ کی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے جبکہ نیلی ٹیوب لائٹ (off) ہے۔ اب دفعتاً سفید ٹیوب لائٹ کا بٹن آف (off) کر دیا جائے اور عین اسی لمحے نیلے رنگ کی ٹیوب لائٹ کا بٹن آن (on) کر دیا جائے، تو کیا ہوگا؟ کمرہ وہی ہوگا، اس کی تمام اشیاء اصلی حالت میں اپنی جگہ پر موجود رہیں گی، اس کمرے کے دروازے، کھڑکیاں اور پردے وغیرہ اپنی جگہ پر برقرار رہیں گے مگر کمرے کے اندرونی منظر میں ایک تبدیلی آجائے گی۔ وہ یہ کہ پہلے ہر شے سفید روشنی میں اپنے اصلی رنگ میں نظر آرہی تھی اور اب اس کی ہر شے کا رنگ نیلی ٹیوب لائٹ کی وجہ سے تبدیل شدہ نظر آرہا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے: کیا کمرے میں پڑی اشیاء کا رنگ واقعی بدل گیا ہے؟ کیا اشیاء کی ماہیت تبدیل ہو چکی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے، ہر شے اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ فرق صرف ہمارے دیکھنے میں ہے۔ بالکل یہی مسئلہ فوت

Marfat.com

شدگان کے سلسلے میں ہے۔ ان کی دنیاوی زندگی کا چراغ گل ہوتا ہے تو ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ مر گئے، جبکہ درحقیقت ان کی حیات برزخی کی ٹیوب لائٹ روشن ہو جاتی ہے۔ تو جس طرح اولیاء اللہ اور صلحاء کو ان کی زندگی میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے...... جبکہ دینے والی ذات اور مستعانِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے...... اسی طرح اس مادی دنیا سے ان کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی انہیں بارگاہِ الٰہی میں تقرب و حاجت روائی کے لئے وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب 'شرح الصدور (ص: ۱۱۰، ۱۱۱)' میں اس ضمن میں پندہ روایات نقل کی ہیں اور حیاتِ برزخی کا ثبوت دیتے ہوئے فوت شدگان کا زندہ لوگوں کو نفع پہنچانا بیان کیا ہے۔

امام ابن القیم نے 'روح' پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو کہ اس موضوع پر لکھی جانے والی مستند ترین کتاب ہے۔ ایک جگہ پر وہ عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ایوب انصاری نے کہا:

تعرض أعمال الأحياء على الموتى، فإذا رأوا حسنا فرحوا، و استبشروا، و إن رأوا سوءا قالوا: اللّٰهم! راجع به۔❀	زندہ لوگوں کے اعمال فوت شدگان پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ نیک (اعمال) دیکھیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور کھل اٹھتے ہیں اور اگر وہ برے (اعمال) دیکھیں تو کہتے ہیں: اے اللہ! انہیں لوٹا دے۔

امام ابن القیم ایک اور روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عباد بن عباد

❀ کتاب الروح: ۱۳

ابراہیم بن صالح کے پاس گئے اور ابراہیم بن صالح اس وقت فلسطین کے حاکم تھے۔
عباد بن عباد نے کہا: مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ ابراہیم بن صالح نے کہا:

بم أعظک؟ أصلحک الله، بلغنی أن أعمال الأحیاء تعرض علی أقاربھم الموتی، فانظر ما یعرض علی رسول الله ﷺ من عملک۔ ❁

میں تمہیں کیا نصیحت کروں؟ اللہ تمہیں نیک بنائے۔ مجھے خبر ملی ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے مردہ عزیزوں پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اب تم اپنے اعمال پر غور کرلو جو اللہ کے رسول ﷺ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اتنی بات بیان کرنے کے بعد ابراہیم بن صالح اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھی تر ہوگئی۔

علاوہ ازیں بے شمار روایات سے فوت شدگان پر زندوں کے اعمال پیش کئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا شکوک وشبہات میں مبتلا افراد کو ان روایات کی روشنی میں اپنے عقیدے کو صحیح و درست کرلینا چاہیے ...... جو کہ امام ابن تیمیہ کے مطابق اہلِ سنت و جماعت کا ہے جیسے کہ ہم شرح وبسط کے ساتھ پہلے بیان کرچکے ہیں ...... ہمیں صرف ایسے راستے کا مسافر بننا چاہیے۔ اگر ہم ہر چیز کے ظاہر کو لے کر اسے اپنی عقلِ عیار ...... جو کہ سو بھیس بدل لیتی ہے ...... کے ترازو میں تولنے کی کوشش کریں گے تو ہدایت کبھی ہمارا مقدر نہیں بن سکتی۔ بقول علامہ اقبال:

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے

❁ کتاب الروح: ۱۳

Marfat.com

Marfat.com

فصل اوّل

صالحین سے توسُّل

Marfat.com

Marfat.com

۱۔ نیک اور صالح والدین کا توسُّل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحاً۔ ۞ اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا۔

اس آیت میں بیان کردہ واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام ایک گاؤں میں۔ گاؤں کے لوگوں نے ترش روئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں دیکھا کہ دو یتیم بھائیوں کی دیوار گر رہی ہے جس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے بغیر معاوضے کے اس دیوار کو تعمیر کر دیا۔ علامہ آلوسیؒ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ ان کا باپ صالح آدمی تھا اس لئے حضرت خضر علیہ السلام نے یہ عمل کیا۔ گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے والدین کے توسُّل سے اس خزانے کو ان کے لئے محفوظ کر دیا۔ بعض مفسرین کے مطابق صالح باپ پانچویں پشت میں تھا جبکہ بعض کے نزدیک ساتویں پشت میں تھا۔ اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ صلحاء و اولیاء کی اولاد کا لحاظ اور عزت و تکریم ان کے ذاتی عمل سے صرف نظر کر کے محض نسب کی وجہ سے کرنا سنت انبیاء و اولیاء ہے۔ یہاں ذہن میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ صلحاء و اولیاء اور بزرگوں کی اولاد آج

۞ الکہف، ۸۲:۱۸

کل خود اچھے کام نہیں کرتی پھر ان کے ادب و احترام کا کیا جواز؟...... یہ بات ٹھیک ہے کہ قرآنی حکم کے مطابق بزرگی اور عظمت کا معیار تقویٰ ہے مگر جس طرح حسب کا مقام ہے اسی طرح نسب کا بھی ہے۔ لہٰذا اس نسبت کا ادب و احترام ...... کَانَ أَبُوْهُمَا صَالِحًا (اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا)...... کی نص کے پیشِ نظر اس نسبت کی حیا کیلئے تھا اور یہی سنتِ انبیاء و اولیاء ہے۔ اب اولاد اگر اپنے کسی عمل اور فعل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے ہی (معاذ اللہ) خارج ہو جائے تو وہ...... ''إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ'' (ھود، ۱۱:۴۶) ''بے شک وہ تیرے گھر والوں میں شامل نہیں...... کی نص کے تحت ''أَبُوْهُمَا صَالِحًا'' کے ضمن میں آئے گی ہی نہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اور اسی طرح کا معاملہ یزید کے ساتھ ہے...... جو اسی نص کے تحت حیاء و احترام کے قابل نہ رہا۔

۲۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا

یہ واقعہ عام الرّمادہ کا ہے یعنی وہ سال جب خشک سالی کی وجہ سے نوبت قحط اور ہلاکت تک پہنچ چکی تھی۔ مویشی ہلاک ہو رہے تھے۔ لوگوں نے نمازِ استسقاء پڑھی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امامت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسّل کرنے کا مفہوم

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ

Marfat.com

عنہما کے وسیلہ سے دعا طلب کی تو فرمایا:

اللهم! إنا كنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا و إنا نتوسل إليك بعم نبينا فاسقنا۔❁

اے اللہ! ہم اپنے نبی ﷺ کو آپ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے تھے پس تو ہم کو سیرابی بخش دیا کرتا تھا۔ اور اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں ،پس ہم کو (ان کے وسیلے سے) سیراب کردے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسُّل سے دعا کی جاتی انہیں سیراب کردیا جاتا یعنی خشک سالی ختم ہوجاتی اور بارش برستی۔

اس طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عام الرمادہ (قحط و ہلاکت کا سال) میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کو وسیلہ بنایا اور اللہ پاک سے بارش کے لئے دعا مانگی۔ پھر لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا:

أيها الناس! إن رسول الله ﷺ كان يرى للعباس ما يرى الولد

اے لوگو! رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ویسا ہی سمجھتے تھے جیسے بچہ

❁ صحیح البخاری، ۱:۵۲۶، ۱۳۷
۲- صحیح ابن حبان، ۷:۱۱۰، رقم: ۲۸۶۱
۳- صحیح ابن خزیمہ، ۲:۸۳۷، رقم: ۱۴۲۱
۴- السنن الکبری للبیہقی، ۳:۳۵۲
۵- دلائل النبوۃ للبیہقی، ۶:۱۴۷
۶- شرح السنۃ للبغوی، ۴:۴۰۹، رقم: ۱۱۶۵
۷- شفاء السقام: ۱۲۸
۸- الاستیعاب لابن عبدالبر، ۳:۹۷
۹- فتح الباری، ۲:۴۹۴
۱۰- شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ۱۱:۱۵۲

لوالده، يعظمه و يفخمه و يبر قسمه، فاقتدوا أيها الناس برسول الله ﷺ فى عمه العباس، واتخذوه وسيلة إلى الله عز وجل فيما نزل بكم۔ ❁

باپ کو سمجھتا ہے۔ (یعنی نبی ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ والد سمجھتے تھے۔) آپ ﷺ ان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کی قسموں کو پورا کرتے تھے۔ اے لوگو! تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرو اور ان کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ تاکہ وہ تم پر (بارش) برسائے۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم! إنه لم ينزل بلاء إلا بذنب ولم يكشف إلا بتوبة، وقد توجه القوم بى إليک لمكانى من نبيک، وهذه أيدينا إليک بالذنوب ونواصينا إليک بالتوبة فاسقنا الغيث۔ ❁❁

اے اللہ! گناہ ہی کی وجہ سے بلاء (و تکلیف) نازل ہوتی ہے اور صرف توبہ ہی اس بلاء کو اٹھاتی ہے اور لوگوں نے مجھے تیری بارگاہ میں اس تعلق کی وجہ سے جو میرا تیرے نبی ﷺ کے ساتھ ہے، وسیلہ بنایا ہے اور ہمارے یہ ہاتھ گناہوں میں لتھڑے ہوئے

❁ المستدرک للحاکم، ۳: ۳۳۴

۲۔ فتح الباری، ۲: ۴۹۷

۳۔ المواهب اللدنية، ۴: ۲۷۷

۴۔ شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية، ۱۱: ۱۵۲

❁❁ فتح الباری، ۲: ۴۹۷

۲۔ شفاء السقام: ۱۲۸ ==

Marfat.com

تیرے سامنے ہیں اور ہماری پیشانیاں
توبہ کے ساتھ جھکی ہوئی ہیں۔ پس ہم کو
بارش دے دے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عباسؓ نے دعا فرمائی تو اس کے بعد فوراً دیکھتے ہی دیکھتے بادل پہاڑوں کی طرف سے اٹھے اور آسمان پر چھاگئے۔ زمین بارش سے بھرگئی، لوگ خوش ہوگئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جسم کو چھوکر تبرک حاصل کرنے لگے اور کہنے لگے: اے ساقی حرمین! آپ کو مبارک ہو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ بھی کہا:

هذا والله الوسلية إلى الله والمكان منه۔❁

خدا کی قسم! اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ اسی کو کہتے ہیں اور مرتبہ اسی چیز کا نام ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و كذالك يجوزُ مثل هذا، التوسل بِسائرِ الصالحينَ، و هذا شئ لا ينكر مسلم، بل مُتَدَيِّن بملةِ من المِللِ۔❁❁

اور اسی طرح اس (واقعہ) سے تمام صالحین سے توسُّل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا مسلمانوں نے انکار نہیں کیا بلکہ صرف فرقوں میں سے ایک فرقے ...... مُتَدَیِّن (نیا دین ایجاد کرنے والے) ...... نے (توسُّل کا انکار کیا ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

==۳-المواہب اللدنیۃ،۴:۲۷۷ ❁ الاستیعاب لابن عبدالبر،۳:۹۸
۴-شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ،۱۱:۱۵۲ ❁❁ شفاء السقام:۱۲۸

Marfat.com

و يستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح و أهل بيت النبوة، و فيه فضل العباس و فضل عمر لتواضعه للعباس و معرفته بحقه۔ ۞

حضرت عباسؓ کے واقعہ سے یہ نکتہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اہلِ خیر، صالحین اور اہلِ بیتِ نبوی سے شفاعت طلب کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعہ سے حضرت عباسؓ کی فضیلت بیان کرنا اور حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کی تواضع کرنا اور ان کے مقام و مرتبہ کو پہنچانا بھی ثابت ہوتا ہے۔

جو لوگ اس سے بعد از وفات توسُّل کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں وہ غلط فہمی کا شکار ہیں کیونکہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسُّل کیا تو وہ موقع نماز پڑھانے کا تھا یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ تھے نے خود امامت کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آگے کردیا۔ ظاہری حیات مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود امامت فرماتے اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھانا صحابہ کیلئے وسیلہ ہوتا اب جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو کھڑا کردیا اور ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کی۔ لہٰذا وہ اعتراض خود بخود رفع ہوگیا کیونکہ اگر استسقاء کے علاوہ کوئی اور دعا ہوتی تو شاید درست ہوتا مگر اس موقع پر حضور علیہ السلام نے خود امامت تو نہیں کروائی تھی۔

اہل بیت نبوی کا اکرام

دراصل منصب خلافت پر فائز ہونے کی وجہ سے یہ حق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تھا کہ

۞ فتح الباری، ۲: ۴۹۷

Marfat.com

نماز استسقاء میں لوگوں کی وہ خود امامت کرتے لیکن انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تعظیم اور آپ کے رشتہ داروں کے اکرام کی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا تا کہ جتنا قریب سے قریب ہو سکے نبی کریم ﷺ سے توسُّل ہو جائے۔ اور لوگوں کو بھی اس پر ابھارا کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا کریں اور خود انہوں نے بھی یہی کیا تا کہ نبی کریم ﷺ کا مقام توسُّل قائم رہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اسی جگہ نماز استسقاء پڑھائی تھی۔ اور یہ سب اس لئے کیا تا کہ نبی کریم ﷺ کی زیادہ سے زیادہ تعظیم ہو۔ اور آپ ﷺ کے اہل بیت کا زیادہ سے زیادہ اکرام ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں بھی اس کو بیان کر دیا: اے اللہ! ہم آپ کی بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش عطا فرماتا۔ اب ہم آپ ﷺ کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں تو تُو ہمیں بارش عطا کر یعنی نبی کریم ﷺ کی حیات میں ان کا وسیلہ پکڑتے تھے، اسی طرح سے آپ لوگوں کو لے کر باہر نکلتے تھے ان کی امامت کرتے تھے، پھر دعا مانگتے تھے۔ اب آپ ﷺ کی وفات کی وجہ سے تو یہ ساری چیزیں ممکن نہ رہیں، تو اب ان میں سے ہم ان کے اہل بیت کو مقدم کرتے ہیں تا کہ جلد سے جلد دعا قبول ہو۔

قحط سالی اور خشک سالی کے موقع پر نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے جو سنت ہے اس روایت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نماز کی نسبت وسیلے پر زیادہ زور دے رہے ہیں یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ لوگو رو رو کر نماز پڑھو، اللہ سے التجائیں کرو، اللہ بارش عطا فرمائے گا۔ ایک بار بھی اس طرح نہیں کہا بلکہ نماز سے زیادہ امید وسیلے کی نتیجہ خیزی میں بارش ہونے پر لگی رہی۔ پھر جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا بھی انہی سے کروائی اور آپ نے فرمایا: باری تعالیٰ! مجھے اس قوم

Marfat.com

نے تیرے حبیب نبی ﷺ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے آگے کھڑا کردیا ہے ۔یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کردیا۔لہذا ان کا آگے کھڑا کرنا بھی اصلاً حضور ﷺ کا وسیلہ ثابت ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے کوئی یہ سمجھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسُّل اختیار کیا نہ کہ رسول اللہ ﷺ کا۔کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تو زندہ تھے اور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوچکا تھا تو یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا توسُّل اختیار فرمایا تو ایسا کرنا حضور ﷺ کی قرابت ہی کی وجہ سے تھا جیسا کہ ان کی دعا سے خود ظاہر ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس میں دراصل توسُّل نبی اکرم ﷺ ہی کی نسبت سے تھا۔

جو لوگ زندہ سے توسُّل کو جائز کہتے ہوئے میت کے توسُّل کی وجہ سے مسلمانوں کو مشرک قرار دیتے ہیں وہ خود گمراہ ہیں کیونکہ اگر توسُّل شرک قرار پائے تو زندہ مردہ سب برابر ٹھہریں۔کوئی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ غیر اللہ کو اس کی حیات میں رب بنانا جائز ہے مگر اس کی وفات کے بعد شرک ہے۔

۳۔حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرانے کا حکم

حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ جو اپنی امت مرحومہ کے بہت بڑے غمخوار ہیں، نے ہماری بھلائی اور خیر خواہی کے لئے کئی راستے اور ذریعے متعین فرمائے۔ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ مقربین و صالحین کے وسیلے سے دعا کرانے کا بھی ہے۔ ارشادات گرامی سے یہ ظاہر و باہر ہے کہ آپ ﷺ نے خود صالحین سے دعا کروانے کا

حکم فرمایا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے کی ترغیب دی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اکابر تابعین میں سے ہیں۔ وہ یمن کے رہنے والے تھے لیکن اپنی ضعیف والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہو کر صحابی بننے کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ آپ ﷺ بھی اپنے اس سچے عاشق سے محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی دعا سے اپنی امت کی بخشش کی خوشخبری دی اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر ہو سکے تو ان سے اپنی مغفرت کے لئے ضرور دعا کرا لینا۔ آپ ﷺ کا فرمان اقدس حضرت اسیر بن جابر نے روایت کیا ہے:

أن أهل الكوفة وفدوا إلى عمر۔ فيهم رجل ممن كان يسخرُ بأويس، فقال عمر: هل ههنا أحد من القرنيين؟ فجاء ذلك الرجل، فقال عمر: إن رسول الله ﷺ قد قال إن رجلاً یاتيكم من اليمن يُقال له أويس، لا يدع باليمن غير أم له، قد كان به بَياض، فدعا الله فأذهبه عنه إلا موضع الدينار أو الدرهم، فمن لقيه منكم

کہ اہل کوفہ ایک وفد لے کر حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جو حضرت اویسؓ سے مذاق کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے؟ تو وہ شخص پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا، اس کا نام اویس ہو گا، یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہو گا، اس کو برص کی بیماری تھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

فلیستغفر لکم۔ ❀ | ایک دینار یا درھم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیئے۔ تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے تمہاری مغفرت کی دعا کرائے۔

اور مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لو أقسم علی اللہ لأبرہ۔ فإن استطعت أن یستغفر لک فأفعل۔ | اگر وہ قسم کھا کر کوئی بات کہہ دے تو اللہ پاک ویسا ہی کر دیں۔ اگر تم اس سے اپنے لئے دعائے مغفرت کرا سکو تو ضرور کرا لینا۔

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق یمن سے جہاد میں شرکت کرنے کے لئے مجاہدین آئے اور حضرت اویس قرنی بھی ان میں تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے دعا کرائی۔ ❀❀

یہاں اس مقام پر ہمارے لئے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات مستنبط ہوتی ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود صالحین اور مقربین کا وسیلہ پکڑنے کا حکم فرمایا۔ وہ

❀ صحیح مسلم، ۲: ۳۱۱
۲- المستدرک، ۳: ۴۰۳
۳- حلیۃ الاولیاء، ۲: ۸۰-۷۹
۴- تاریخ ابن عساکر، ۳: ۱۶۳

❀❀ الصحیح لمسلم، ۲: ۳۱۱
۲- حلیۃ الاولیاء ۲: ۸۰
۳- المستدرک، ۳: ۴-۴۰۳
۴- تاریخ ابن عساکر، ۳: ۱۶۳

Marfat.com

آقا ﷺ جن کے طفیل کائنات ہست و بود وجود میں آئی جو ہمارے لئے دین حق لے کر مبعوث ہوئے اور جو اپنے اللہ کو سب سے بڑھ کر پیارے ہیں جن کا منصب تلاوت آیات ہے وہ خود فرما رہے ہیں کہ میرے غلام اویس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرانا۔ حالانکہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، دعاؤں کا سننے والا وہی ہے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اویس قرنی سے دعا کرانا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ مقربین اور صالحین کے توسُّل سے دعا کرانا عین منشاء خدا و رسول ﷺ ہے اور یہی دین وایمان کا تقاضا ہے۔

۴۔ صحابہ کرام وتابعین عظام کے وسیلہ سے فتح ونصرت

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

يأتي زمان يغزوا فيه فئام من الناس، فيقال: فيكم من صحب النبي ﷺ؟ فيقال: نعم. فيفتح عليه، ثم يأتي زمان، فيقال: فيكم من صحب أصحاب النبي ﷺ؟ فيقال: نعم .فيفتح، ثم يأتي زمان، فيقال: من صحب صاحب أصحاب النبي ﷺ؟ فيقال:

ایک زمانہ آئیگا لوگوں کی جماعتیں آئیں گی اور جنگ لڑیں گی تو کہا جائے گا: تم میں کوئی نبی کریم ﷺ کا صحابی ہے؟ تو کہا جائے گا: ہاں۔ تو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا تو کہا جائے گا: تم میں وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی معیت اختیار کی ہو؟ تو کہا جائے گا: جی ہاں۔ تو فتح حاصل ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئیگا اور کہا جائیگا: تم میں وہ شخص

Marfat.com

نعم۔ فیفتح۔ ❁

ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی معیت اختیار کرنے والوں کی معیت اختیار کی ہو؟ تو کہا جائے گا: جی ہاں۔ تو فتح حاصل ہوگی۔

اس صحیح الاسناد حدیث کو امام بخاریؒ کے علاوہ امام ابو یعلی نے بھی حضرت جابرؓ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام ابن حجر ہیثمی نے 'مجمع الزوائد (۱۸:۱۰)' میں اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے رِجال صحیح ہیں۔

اس صحیح حدیث پاک سے ذواتِ صالحین سے توسّل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۵۔ ابدال کے وسیلہ سے عذاب کا ٹل جانا

شرح ابن عبید کہتے ہیں:

ذکر أهل الشام عند علی بن أبی طالب رضی الله عنه و هو بالعراق، فقالوا: العنهم یا أمیر المومنین. قال: لا إنی سمعت رسول الله ﷺ یقول: الأبدال یکونون بالشام و هم أربعون رجلا، کلما مات رجل، أبدل الله مکانه رجلا یسقی بهم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر کیا گیا۔ اس وقت آپ عراق میں تھے۔ لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! اہل شام پر آپ لعنت بھیجیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا: شام میں چالیس ابدال ہونگے، ان میں سے جب بھی کوئی مرتا ہے تو اللہ

❁ صحیح البخاری، ۱:۶۔۴۰۵

۲۔ مسند ابو یعلی، ۴:۱۳۲، رقم: ۲۱۸۲

الغيث و ينتصر بهم على الأعداء، و يصرف عن أهل الشام بهم العذاب۔❁

تعالیٰ اس کی جگہ کسی دوسرے کو ابدال بنا دیتے ہیں۔ان کی وجہ سے اہل شام بارش سے سیراب کیے جاتے ہیں، دشمنوں پر ان کو ابدال کے وسیلے سے فتح عطا کی جاتی اور اہل شام سے ان کے وسیلے سے عذاب ختم کیا جاتا ہے۔

امام ابن حجر ہیثمی کا کہنا ہے کہ اس روایت کے رجال صحیح ہیں سوائے شریح بن عبید کے اور وہ ثقہ ہے۔

۶۔ مقربین کے توسُّل سے عوام الناس کی ضروریات پوری کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إن لله خلقا خلقهم لحوائج الناس، تفزع الناس إليهم فى حوائجهم أولئک الآمنون من عذاب الله۔❁❁

بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کیلئے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی

❁ مسند احمد بن حنبل، ۱:۱۱۲

۲۔ مجمع الزوائد، ۱۰:۶۲

❁❁ مجمع الزوائد، ۸:۱۹۲

Marfat.com

حاجتیں ان کے پاس لے آتے ہیں اور اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جو عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔

۷۔ بیاباں میں اللہ کے نیک بندوں کا توسُّل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إذا انفلتت دابة أحدكم بأرض فلاة فليناد: يا عبَاد الله! احبسوا عليّ، يا عباد الله احبسوا عليّ۔ فإن لله في الأرض حاضراً سيحبسه عليكم۔❋

جب تم میں سے کسی کی سواری جنگل بیاباں میں چھوٹ جائے تو اس کو پکارنا چاہئے: اے اللہ کے بندو! میری سواری پکڑا دو، اے اللہ کے بندو! میری سواری پکڑادو۔ کیونکہ اللہ کے بہت سے بندے اس زمین میں ہیں، وہ اس کو پکڑادیں گے۔

محمود سعید ممدوح اپنی تصنیف 'رفع المنارة (ص:۲۲۵)' میں لکھتے ہیں:

ومع ذالک فللحديث طرق تقويه و ترفعه من الضعف إلى الحسن المقبول المعمول به۔

یہ حدیث پاک مختلف طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے ضعف سے حسن کے درجے تک پہنچ چکی ہے جس پر ہمیشہ

❋ المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۱۷، رقم: ۱۰۵۱۸

۲- مسند ابویعلی، ۹: ۱۷۷

۳- عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۱۶۲، رقم: ۵۰۶

۴- مجمع الزوائد، ۱۰: ۱۳۲

۵- حاشیہ المطالب العالیہ، ۳: ۲۳۹، رقم: ۳۳۷۵

Marfat.com

مسلمانوں کا عمل رہا ہے۔

۸۔ضعفاء کی برکت سے رزق دیا جانا

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

هل تنصرون و تزرقون إلا بضعفائكم۔

کمزور اور ضعیف افراد کی وجہ سے ہی تو تمہیں نصرت عطا کی جاتی ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔

ذخیرہ حدیث میں سے ہم نے چند روایات پر اکتفا کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ صالحین سے توسُّل ایک ایسی روایت (practice) ہے جو قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک جاری و ساری ہے اور مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے۔ کسی بھی دلیل سے اس صحیح عقیدے کا بطلان نہیں کیا جا سکتا۔

✿ صحیح البخاری، ۱: ۴۰۵

فصل دُوُم

آثارِ صالحین سے توسّل

Marfat.com

۱۔ مقامِ ابراہیم سے توسّل

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں سے نسبت و تعلق رکھنے والی یا ان کے زیرِ استعمال چیزوں سے وسیلہ پکڑتے ہوئے دعا کرنا جو اللہ کے مقبول بندوں کا شیوہ رہا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات سے توسّل کرنا قرآن مجید میں یوں مذکور ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى۔ ❁ اور (حکم دیا کہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنالو۔

نماز تو اللہ کی پڑھی جاتی ہے چاہے جہاں بھی کھڑے ہوکر پڑھی جائے۔ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشانات کو ''جائے نماز'' بنانے کی تلقین کی گئی ہے یعنی وہ مقام قبولیت نماز کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا توسّل مستنبط ہورہا ہے۔

مقامِ ابراہیم

وہ پتھر جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی اسے مقامِ ابراہیم کہتے ہیں۔ یہ وہ مبارک پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقوش پا

❁ البقرہ، ۲:۱۲۵

Marfat.com

ثبت ہو گئے اور یہ آج بھی کعبہ مکرمہ کے دروازے کے سامنے پیتل کی جالی میں محفوظ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہو کر کعبہ کی دیواریں مکمل کیں۔ کعبہ کے چاروں طرف جدھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ضرورت ہوتی اسی جانب پتھر چلا جاتا تھا ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر کے ساتھ اس نسبت کی وجہ سے قرآن مجید میں اس جگہ نماز پڑھنے کی بطور خاص تلقین فرمائی۔

اس سے ثابت ہوا کہ وہ مقام اور جگہیں جن کے ساتھ کسی اللہ کے محبوب بندے کی نسبت ہو جائے نہایت قابل احترام اور باعث ادب ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے ان کو متبرک جان کر اللہ کی بارگاہ میں بھی قبولیتِ دعا کیلئے وسیلہ بنایا جاتا ہے۔

۲۔ آثارِ صالحین وسیلہ حیات

سامری نے سونے کا بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی ڈالی تو وہ بولنے لگا۔ لوگوں نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انتہائی غضبناک ہوئے اور سامری سے پوچھا:

فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ○❁ اے سامری !(بتا) تیرا کیا معاملہ ہے؟

سامری نے کہا:

بَصُرْتُ بِمَالَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ

میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی تھی۔ سو میں نے اس

❁ طہٰ، ۲۰:۹۵

الرَّسُوْلِ۔۞ | فرستادہ (فرشتے) کے نقشِ قدم سے (جو آپ کے پاس آیا تھا) ایک مٹھی (مٹی کی) بھر لی۔

کتب تفسیر میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس صحرائے سینا میں گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ ان کا گھوڑا جہاں قدم رکھتا صحرا کی ریتلی اور خشک زمین پر سبزہ اُگ آتا۔

سامری نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ اللہ کے مقربین میں سے ہیں اور اس کے گھوڑے کے قدموں کا یہ حال ہے کہ جہاں وہ خشک زمین کو مس کرتے ہیں ہریالی ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے اس نے مٹی محفوظ کر لی اور جب بعد میں بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی تو وہ بولنے لگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آثارِ صالحین وسیلۂ حیات ہوتے ہیں اس لئے وہ مٹی بچھڑے کی گویائی کا وسیلہ اور سبب بن گئی۔

۳۔ آثارِ صالحین سے حصول برکت و توسّل پر مفسرین کا اتفاق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا: اس کی سلطنت (کے من جانبِ اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے

۞ طٰہٰ، ۲۰:۹۶

Marfat.com

مُوسٰی وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

پاس صندوق آئے گا، اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا ساماں ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ھارون کے چھوڑے ہوئے تبرّکات ہوں گے، اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا۔ اگر تم ایمان والے ہو تو بیشک اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔

یہ امر واضح رہے کہ ہم نے ترجمہ میں تبرّکات کا لفظ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لیا ہے۔ اس کی تفصیل کم و بیش تفسیر کی ہر کتاب میں آئی ہے۔ معالم التنزیل، جلالین، التفسیر الکبیر، الجامع لأحکام القرآن، تفسیر بیضاوی، روح البیان، روح المعانی، لباب التأویل فی معانی التنزیل، المدارک اور التفسیر المظہری وغیرہ ملاحظہ ہوں۔ ہم یہاں دورِ حاضر کی تین معروف تفاسیر کے حوالے سے اس کا بیان کریں گے:

ا۔ تفسیر 'خزائن العرفان'

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادیؒ نے اس تابوت کا نہایت جامع بیان کیا ہے۔ ہم اسی کو 'خزائن العرفان' سے نقل کرتے ہیں:

''یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا زراندوز صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی

۝ البقرۃ، ۲: ۲۴۸

اور حضور ﷺ کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور ﷺ بحالتِ نماز قیام میں ہیں اور آپ ﷺ کے گرد آپ ﷺ کے اصحاب ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا۔ یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ علیہ السلام اس میں توریت بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ اس میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سا "من" جس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا گیا۔ جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بدعملیاں حد سے بڑھ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے۔ ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث بنی ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل یہی دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقر ہوئے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے۔ ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔ اس تابوت میں انبیاء علیہم السلام کی جو تصویریں

Marfat.com

تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ کی طرف سے آئی تھیں۔

۲۔ 'تفسیر ماجدی'

مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی 'تفسیر ماجدی' سے اقتباس ملاحظہ ہو:

اس خاص صندوق کا اصطلاحی نام 'تابوتِ سکینہ' ہے۔ یہ بنی اسرائیل کا اہم ترین ملّی اور قومی ورثہ تھا۔ اس کے اندر اصل نسخۂ توریت مع تبرّکاتِ انبیاء محفوظ تھا۔ اسرائیلی اس کو انتہائی برکت و تقدیس کی چیز سمجھتے تھے اور اس کے ساتھ برتاؤ انتہائی احترام کا رکھتے تھے۔ سفر و حضر، جنگ و امن ہر حال میں اسے بڑی حفاظت سے اپنے ساتھ رکھتے۔ یہ کچھ ایسا بڑا نہ تھا۔ موجودہ علماء یہود کی تحقیق کے مطابق اس کی پیمائش حسب ذیل تھی:

طول: اڑھائی فٹ، عرض: ڈیڑھ فٹ اور بلندی: ڈیڑھ فٹ۔

بنی اسرائیل اپنی ساری خوش بختی اس سے وابستہ سمجھتے تھے۔ مدت ہوئی فلسطینی اسے ان سے چھین لے گئے تھے۔ اسرائیلی اسے اپنے حق میں انتہائی نحوست و بدطالعی سمجھ کر اس کی واپسی کے لیے نہایت درجہ بیتاب و مضطرب تھے۔ طالوت کے وقت میں یہ تابوت واپس آجانے کے بعد تاریخ کا بیان ہے کہ بنی اسرائیل کے قبضہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام (متوفی ۹۳۳ ق م) تک رہا اور آپ نے بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے بعد اسی میں اسے رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد سے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ یہود کا عام خیال یہ ہے کہ یہ تابوت اب بھی ہیکل سلیمانی کی بنیادوں میں دفن ہے۔

"سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ" یعنی توریت کا نسخہ شِفاء اور حضرت موسیٰ

علیہ السلام کا اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی مقدس اولاد کے آثار و تبرکات، بعض اہل طریق نے کہا ہے کہ اولیاء اللہ کے احترام کا جو طریقہ چلا آ رہا ہے اس کی اصل اور سند اس قصہ تابوت سے مل جاتی ہے۔''

۳۔ تفسیر 'بیان القرآن'

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر 'بیان القرآن' میں لکھتے ہیں:

''اور جب ان لوگوں نے پیغمبر سے یہ درخواست کی کہ اگر کوئی ظاہری حجت بھی ان کی من جانبِ اللہ بادشاہ ہونے کی ہم مشاہدہ کرلیں تو اور زیادہ اطمینان ہوجاوے۔ اس وقت ان سے ان کے پیغمبر نے فرمایا کہ ان کے من جانبِ اللہ بادشاہ ہونے کی یہ علامت ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق بدون تمہارے لائے ہوئے آجاوے گا جس میں تسکین اور برکت کی چیز ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے یعنی توارت۔ اور تورات کا من جانبِ اللہ ہونا ظاہر ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جن کو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام چھوڑ گئے ہیں یعنی ان حضرات کے کچھ ملبوسات وغیرہ۔ غرض اس صندوق کو فرشتے لے آویں گے اس طرح سے صندوق کے آجانے میں تم لوگوں کے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین لانے والے ہو۔ اس صندوق میں تبرکات تھے۔ قولہ تعالیٰ: "یاتیکم التابوت فیه سکینة" اس میں اصل ہے آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کی۔''

اس تفصیل سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو اپنے انبیاء کے تبرکات کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے دنیوی و اخروی اور ظاہری و باطنی فوائد عطا فرمائے تھے اور قرآن مجید خود اس امر پر سند ہے اور یہ محض خوش عقیدگی یا توہم

Marfat.com

پرستی نہیں، جیسا کہ بعض لوگ بلا جواز ایسا خیال کرنے لگتے ہیں تو کیا امت محمدی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی نسبت و تعلق اور سچی محبت و ادب کے ذریعے ظاہری و باطنی تبرکات و فیوضات نصیب نہیں ہوں گے؟ کیوں نہیں بلکہ یقینی بات ہے کہ پہلی امتوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر نصیب ہوں گے۔ مگر ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فقط ذہنی اور فکری تعلق تو استوار کیا ہے مگر قلبی اور باطنی تعلق کمزور کر لیا ہے۔

جو لوگ آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا قلبی و روحانی رشتہ قائم رکھتے ہیں وہ اپنی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الطافِ کریمانہ کے نظارے کرتے ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو قصیدہ بردہ کے قلمی اوراق ...... جو مؤلف قصیدہ، امام شرف الدین بوصیریؒ کے زمانے میں لکھے گئے تھے ...... کے آنکھوں پر لگانے سے آشوب چشم میں شفایابی ہوئی۔ اسی طرح بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلینِ مبارک کے نقشے کی بہت سی برکات بیان کی ہیں۔ حتی کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالے نیل الشفاء بنعال المصطفٰے' میں نقشہ نعلِ مبارک کے برکات و خواص تفصیل سے درج کیے ہیں جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

۴۔ آثارِ انبیاء علیہم السلام و صلحاء سے تبرک حاصل کرنے پر حدیث سے استشہاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أن الناس نزلوا مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم علی الحجر أرض ثمود، فاستقوا من آبارها وعجنوا به	لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ارض ثمود میں حجر کے مقام میں اترے۔ انہوں نے وہاں کے کنوؤں کا پانی پیا اور اس

العجين، فأمرهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يهريقوا ما استقوا و يعلفوا الإبل العجين، و أمرهم أن يستقوا من البئر التي كانت تردها الناقة۔ ❁

سے آٹا (بھی) گوندھا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس پانی کے بہا دینے اور آٹا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا کہ پینے کا پانی اس کنویں سے لو جس پر (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی آتی تھی۔

۵۔ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب مساجد کی تعمیر

سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِداًo ❁❁

ان (ایمان والوں) نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان (کے دروازہ) پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے (تاکہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور ان کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں)۔

اصحابِ کہف جب ۳۰۹ سال کے بعد بیدار ہوئے اور پھر کچھ عرصہ بعد طبعی وفات پائی تو لوگوں میں اختلاف ہوا۔ بعض کی رائے یہ تھی کہ غار کے دروازے پر دیوار بنا کر اس کا منہ بند کر دیا جائے اور بعض جو ان میں صاحب اقتدار و اختیار تھے ان کی رائے یہ تھی کہ ان کے قرب میں ایک مسجد تعمیر کر دی جائے تا کہ مسلمان اس میں نماز

❁ الصحیح لمسلم، ۲: ۴۱۱ ❁❁ الکہف، ۱۸: ۲۱

پڑھیں اور ان کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں۔ اس طرح اصحابِ کہف کی یاد بھی تازہ ہوتی رہے گی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیہ کریمہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

هذه الآية تدل على جواز بناء المسجد ليصلى فيه عند مقابر أولياء الله قصدا للتبرك بهم۔❁

یہ آیہ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اولیاء کرام کے مزارات کے قریب ان سے تبرک حاصل کرنے کے لئے مسجد بنانا تاکہ اس میں نماز پڑھی جائے، جائز ہے۔

اس ضمن میں آپ بعض لوگوں کا موقف جو حدیث رسول ﷺ کا غلط معنی بیان کرکے ذہنوں میں تشکیک پیدا کرتے ہیں، کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و معنى اتخذوا قبور أنبياء هم مساجد أنهم يسجدون إلى القبور كما هو صريح فى حديث أبى مرثد الغنوى قال: قال رسول الله ﷺ: ولا تجلسوا على القبور ولا تصلوا إليها۔ (الصحيح لمسلم، ۱: ۳۱۲)❁❁

اور اس حدیث کا معنی، کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا یہ ہے کہ انہوں نے ان قبروں کو سجدے شروع کردیے تھے جیسا کہ ایک دوسری حدیث رسول ﷺ سے یہی بات ثابت ہوتی ہے جس میں حضرت ابو مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف نماز پڑھو۔

❁ التفسیر المظہری ۶: ۲۳ ❁❁ التفسیر المظہری، ۶: ۲۴

Marfat.com

مزاراتِ اولیاء...... جہاں ہر وقت تلاوتِ قرآن حکیم اور ذکرِ الٰہی کی ایمان افروز آوازیں بلند ہوتی رہتی ہیں...... جب کوئی شخص عبادت و ریاضت میں مشغول ہو کر اولیاء اللہ کے توسُّل سے اللہ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہے تو رب اپنے ان مقرب بندوں کے توسُّل سے مانگی ہوئی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔

توسُّل سے فائدے کا مستحق کون؟

گزشتہ صفحات میں ہم نے انبیائے کرام، تبرکاتِ انبیائے کرام، صالحین اور آثارِ صالحین کے حوالے سے قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت کی کہ ان سے توسُّل نہ صرف جائز بلکہ عین منشاء خدا و رسول ہے۔ دین و ایمان کا تقاضا ہے اور اس سے کوئی صحیح العقیدہ مسلمان انحراف کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اب ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے قرآن مجید سے ثابت کریں گے کہ اس توسُّل سے فائدہ اٹھانے کا حق دار کون ہے؟

اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ توسُّل کا نفع مسلمان کے ساتھ ساتھ کافر کو بھی اس کے درجہ کے مطابق ہوتا ہے حتی کہ اولیاء کاملین کے وسیلہ کا فائدہ انسان تو درکنار حیوانات کو بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصحاب کہف کے کتے نے ان کے وسیلے سے نفع پایا۔ باری تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں کیا:

وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ۔ ۞	اور ان کا کتا (ان کی) چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے۔

۳۰۹ سال تک اصحابِ کہف کو زندہ رکھنے میں یہ حکمت الٰہی کارفرما تھی کہ انہیں آنے والی نسلِ انسانی کیلئے اللہ کی قدرت کی ایک نشانی بنایا جائے مگر اس سے بھی

۞ الکہف، ۱۸:۱۸

Marfat.com

زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنا ہی عرصہ ان کا کتا ان کے دروازے پر ان کی برکت اور وسیلہ سے ۳۰۹ سال تک بغیر کھائے پیئے زندہ بیٹھا رہا۔ اگر کسی اور کا کتا ہوتا تو شاید بہت تھوڑا عرصہ بھی زندہ نہ رہتا اور بغیر کھائے پیئے تھوڑے ہی عرصہ میں مر جاتا۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کتا ان کا ذاتی بھی نہ تھا بلکہ ان کے نان بائی کا تھا۔ جب وہ چلے تو کتا بھی ان کے ساتھ چل پڑا اور ان مقربین کی سنگت نہ چھوڑنے کی وجہ سے قرآن مجید نے بھی اس کی نشست و برخاست کا ذکر کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کتا تو ایسے ہی بیٹھتا ہے پھر کون سی ایسی بات ہے جو کلام الٰہی کا موضوع بنی اور اس کی نشست و برخاست پر قرآن پاک میں آیات ربانی اتریں؟ یہ سارا کچھ اس لئے کہ کتے نے اللہ کے مقرب اولیاء و صلحاء کی سنگت نہیں چھوڑی اور وفادار بن کر دروازے پر بیٹھا رہا۔ ان کی اسی سنگت نے نہ صرف اس کو تین سو نو سال تک زندہ رکھا بلکہ اسے عام کتوں سے بھی ممتاز کر دیا۔ ان اولیاء کی وجہ سے قرآن حکیم میں جہاں بھی باری تعالیٰ نے اپنے ان پیارے بندوں کا ذکر کیا، ان کے ساتھ ساتھ اس کتے کا بھی ذکر کیا ہے:

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ۔ ❁

(اب) کچھ لوگ کہیں گے: (اصحابِ کہف) تین تھے، ان میں سے چوتھا ان کا کتا تھا اور بعض کہیں گے: پانچ تھے، ان میں سے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ بن دیکھے اندازے ہیں اور بعض کہیں گے: (وہ) سات تھے اور ان میں سے آٹھواں ان کا کتا تھا۔

❁ الکہف، ۲۲:۱۸

Marfat.com

اس آیتِ کریمہ میں اصحابِ کہف کے ساتھ ان کے کتے کا بھی ذکر آرہا ہے۔وہ کتا جس نے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے اصحابِ کہف کی سنگت کو نہ چھوڑا۔ اس کا یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ جہاں اس نے مقربین کا ذکر کیا وہاں کتے کی وفاداری کا بھی ذکر کیا۔

اصحاب کہف کے کتے کی نشست و برخاست کا تذکرہ قرآن میں آسکتا ہے تو ایک صحیح العقیدہَ مسلمان اگر اپنی دعا کی قبولیت کی امید بڑھانے کے لئے اس کے برگزیدہ نبی اور مقرب بندے یا ان سے منسوب کسی متبرک چیز کا وسیلہ پیش کرے یا کسی متبرک مقام پر جا کر دعا کرے یا اولیاء وصلحاء کی صحبت میں آجائے تو وہ اللہ کے قرب اور اس کی معرفت سے کیسے محروم ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ کے بندے تو رب کی معرفت سے آشنا کرنے اور اس کی رضا کی راہ دکھانے کے حوالے سے وسیلہ ہیں۔لہذا ثابت ہوا کہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان بطریقِ اولی وسیلہ سے حصولِ نفع کا حقیقی مستحق ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

باب ہفتم

ائمہ قائلینِ توسُّل

اور

اُن کے معمولات و مُشاہدات

Marfat.com

Marfat.com

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ کے محبوب و مقرب بندگانِ حق کو جو شان و مرتبہ اور عزت و مقام حاصل ہے اور وہ جس طرح بارگاہِ ربوبیت سے نوازے جاتے ہیں، اس کے پیش نظر انہیں دنیاوی مہمات کے سَر کرنے اور اخروی نجات حاصل کرنے کا وسیلہ بنانا، ان کے مزارات کو قبولیتِ دعا کا مرکز سمجھنا اور ان میں مدفون اہل اللہ سے وسیلہ واستمداد کا خواستگار ہونا' روحانی و باطنی فیوض و برکات کی درخواست کرنا مدتِ مدید سے ثقہ علماء' علمائے ربانی اور اکابرینِ امت کا شیوہ رہا ہے۔ یہ امور جو ہر دور میں اولیائے کرام کے معمولات رہے آج سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے نظریات وعقائد کی اساس ہیں۔ پھر یہ کہ انہوں نے تمام امور محض سطحی، لاشعوری یا جذباتی طور پر نہیں اپنائے تھے بلکہ ان کی تہ میں فکر وشعور کارفرما تھے اور ایک ہمہ گیر تجربہ و مشاہدہ اور قوتِ عمل ان کے مؤیّد تھے۔ اس لئے بربنائے تحقیق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے اقوال ثقہ اور مستند تھے اور ہر قسم کے شک وشبہ اور التباس سے بالاتر ہونے کی وجہ سے فہم وفراست رکھنے والے افرادِ امت کے لئے قوی ومحکم دلیل کا درجہ رکھتے ہیں۔

علمائے ربانی' روشن ضمیر اولیاء اور اکابرینِ امت نے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے مزارات کو انوار وتجلیات اور برکات کا حامل قرار دیا ہے جہاں پر کی جانے والی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ ان حضرات مقدسہ کو وسیلہ بنانا کامیابی کی بند راہوں کو کھولنے کا سبب بنتا ہے۔ ان کی عنایات وتوجہات دنیوی واخروی عقدوں کی کشود اور ان کی روحانی مدد ہر قسم کی مشکلات سے نجات کا ذریعہ ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی کہی ہوئی باتیں

Marfat.com

تجربہ و مشاہدہ کی کسوٹی پر پوری اترتی ہیں اور انہیں محض کہی سنی (hearsay) قرار دے کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ہر اعتبار سے حقائق پر مبنی ہونے کے باعث ثابت شدہ ہیں۔

اس دنیا میں دو قسم کے افراد بستے ہیں: ایک وہ جو سرکش، باغی و نافرمان اور قانون شکن عناصر ہونے کے باعث باطل مفادات کے تحفظ کی خاطر ''حلقۂ اشرار'' کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور خلقِ خدا کے لئے آزار اور عذابِ جان کا موجب ہوتے ہیں۔ دوسری طرف وہ خوش خصال، پاک نہاد، خوب سیرت اور نیک طبع لوگ ہیں جو مخلوقِ خداوندی کے لئے سراپا خیر ہوتے ہیں۔ ایسے سعید فطرت اور پاکباز انسانوں کا گروہ

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کے مصداق ''حلقۂ یاراں'' بن کر ایک دوسرے کے قریب آجاتا ہے۔ یہ عالی حوصلہ باہمت مردانِ حق جہد مسلسل اور محنت و ریاضت کی بھٹی میں تپ کر ایثار و مروت، خلوص و دیانت، صبر و استقامت اور محبت و جانفروشی کی ایسی ناقابل فراموش داستانیں جریدۂ عالم پر رقم کر جاتے ہیں جو پڑھنے سننے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیتی ہیں۔

ان ذواتِ مقدسہ سے کوئی دور خالی نہیں رہا۔ وہ بظاہر اہل دنیا سے کنارہ کش رہتے ہیں لیکن اپنے عادات و اطوار اور گفتار و کردار سے صاف پہچانے جاتے ہیں۔ خلق خدا کے لئے ان کا فیضان اتنا عام اور ہمہ گیر ہوتا ہے کہ اسے پھولوں کی خوشبو کی طرح مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا سلسلہ کسی دور میں منقطع نہیں ہونے پاتا کہ اللہ رب العزت کی شانِ بندہ نوازی و کرم گستری کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے خاص محبوب بندوں کی فیض رسانی کا سلسلہ رکنے پائے۔ لہٰذا وہ بندگان حق جس طرح اپنی حیاتِ ظاہری میں مخلوق کے لئے عنایاتِ کریمانہ کا مظہر اتم ہوتے ہیں، بعد از وصال بھی اس میں کمی نہیں ہوتی بلکہ ان کا سلسلۂ کرم پہلے سے بھی سوا ہو جاتا ہے۔ وہ باریابی کے لئے آنے والوں کو اسی

طرح نوازتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں نوازا کرتے تھے۔ ان سے مراد پانے والا حسی طور پر جان لیتا ہے کہ اس بندۂ مقبولِ حق کی مدد اس کے شاملِ حال ہوئی ہے۔ توسُّل و استمداد کے باب میں ہم ان اکابرینِ امت کی نظریات و معمولات اور مشاہدات و تجربات پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں:

ا۔ اکابر علمائے امت کے نظریات و معتقدات

ا۔ امام زین العابدینؓ

شہزادۂ خاندانِ بتولؓ حضرت امام زین العابدین اپنے جدِّ امجد و رحمتِ عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حصولِ امداد و شفاعت کے لئے اس طرح عرض پیرا نظر آتے ہیں:

یا رحمة للعلمين! أنت الشفيع المذنبين
أكرم لنا يوم الحزين، فضلا و جودا و الكرم

(اے رحمتِ عالمیاں! آپ گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ اپنی شانِ جود و کرم اور فضل و احسان کے باعث، کل قیامت کے روز ہمیں بھی شفاعت کی عزت بخشیں۔)

یا رحمة للعلمين! أدرک لزين العابدين
محبوس أيدى الظالمين، فى مركب و المزدحم

(اے تمام جہانوں کیلئے رحمت بن کر آنے والے! زین العابدین کی بھی دستگیری کیجئے جو ظلم و ستم کرنے والی جماعت کے ہاتھوں میں محبوس ہے،

(اور مدد کا خواستگار ہے)۔)

۲۔ امام مالکؒ

امام مالک فقہاءِ اربعہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور مدینہ منورہ آیا اور اس نے امام مالک سے دریافت کیا: ''کیا میں دعا کرتے وقت قبلہ رخ ہوں (اور نبی اکرم ﷺ کی طرف پشت کروں) یا نبی اکرم ﷺ کی طرف رخ کروں (اور پشت قبلہ کی جانب ہو)؟'' اس استفسار پر امام مالکؒ نے جواب دیا: ''(اے امیر!) تو حضور نبی اکرم ﷺ کی جانب سے منہ کیوں پھیرتا ہے حالانکہ وہ تمہارے لیے اور تمہارے جدِّ اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے روزِ قیامت وسیلہ ہیں؟ بلکہ تو آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہو (کر مناجات کر) اور آپ ﷺ کی شفاعت کا طالب ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے سامنے تیری شفاعت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّاباً رَّحِيْماًo ❁

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔''

یہ واقعہ قاضی عیاض نے 'الشفا (۲:۵۹۶)' میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا

❁ النساء، ۴: ۶۴

ہے۔ علاوہ ازیں علامہ سبکی نے 'شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام' میں، علامہ سمہودی نے 'خلاصۃ الوفاء' میں، امام قسطلانی نے 'المواہب اللدنیۃ' میں، ابن جماع نے 'ہدایۃ السالک' میں اور امام ابن حجر ہیثمی نے 'الجوہر المنظم' میں روایت کیا ہے۔

۳۔ رئیس المفسرین امام قرطبی

انہوں نے 'الجامع لاحکام القرآن (۵:۶۔۲۶۵)' میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۴ کی تفسیر میں توسُّل کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام محمد بن عبداللہ حاکم

امام حاکم نے اپنی کتاب 'المستدرک (۲:۶۱۵)' میں حدیثِ توسُّلِ آدم علیہ السلام کو ذکر کرنے کے بعد اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۵۔ امام احمد بن حسین بیہقی

امام بیہقی نے اپنی کتاب 'دلائل النبوۃ (۵:۴۸۹)' حضرت آدم علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنانے والی روایت ذکر کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ کوئی موضوع روایت ذکر نہ کریں۔

امام بیہقی نے 'دلائل النبوۃ (۶:۷۔۱۶۶)' میں عثمان بن حنیف سے مروی روایت بھی نقل کی ہے۔ علاوہ ازیں اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۷ پر اور 'السنن الکبری (۳:۳۵۲)' میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔

۶۔ قاضی عیاضؒ

انہوں نے 'الشفا (۱:۸۔۲۲۷)' میں صحیح اور مشہور احادیث کے ساتھ حضرت

Marfat.com

آدم علیہ السلام کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسُّل کرنا بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی کتاب میں 'باب الزیارۃ'، 'باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم' اور دیگر بہت سے ابواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص وفضائل کا ذکر کیا ہے۔

۷۔ شیخ الاسلام ابوزکریا یحیٰ نووی

امام نووی نے اپنی کتاب 'الایضاح' کے چھٹے باب میں مسئلہ توسُّل کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے 'کتاب الاذکار' میں بھی ایسی دعائیں نقل کی ہیں جن سے توسُّل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۸۔ جوازِ توسُّل پر امام ابن تیمیہ کا موقف

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب 'قاعدۃ جلیلۃ فی التوسُّل والوسیلۃ' میں اللہ پاک کے قول:

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْآ إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ ❁

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس (کے حضور) تک (تقرب اور رسائی کا) وسیلہ تلاش کرو۔

کے تحت کلام کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی وجہ سے یہ توسُّل ہر ایک پر ہر حال میں ظاہراً و باطناً اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور وفات کے بعد' موجودگی وغیوبت میں فرض ہے۔ حجت قائم ہونے کے بعد کسی بھی حال میں کسی بھی فردِ بشر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان واطاعت کی وجہ اور کسی

❁ المائدۃ: ۵: ۳۵

بھی عذر کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اور اللہ جل شانہ کی رحمت تک پہنچنے کے لئے اور اس کی پکڑ و عذاب سے بچنے کے لئے صرف اور صرف آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت کو وسیلہ بنانے کا راستہ ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ مخلوق کی شفاعت کرنے والے اور صاحبِ مقامِ محمود ہیں کہ جن پر اولین و آخرین سب رشک کریں گے۔ اور نبی ﷺ کا مقام و مرتبہ اللہ جل شانہ کے دربار میں سب سے عظیم ہے اور تمام شفیعوں (شفاعت کرنے والے) کے مقابلہ میں سب سے بلند ہے۔ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيهًا ۝ ❋ — اور اللہ کے نزدیک وہ بڑے باوقار (اور آبرو والے) تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْأٰخِرَةِ۔ ❋❋ — وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں قدر و منزلت والا ہوگا۔

جبکہ حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء سے عظیم المرتبت ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کی شفاعت و دعا سے صرف اسی شخص کو نفع ملے گا جس کے لئے آپ ﷺ شفاعت و دعا فرمائیں گے۔ پھر جس کے لئے آپ ﷺ شفاعت و دعا فرمائیں گے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی شفاعت و دعا کو وسیلہ بنائے گا جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنایا کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیما۔ ❋❋❋

ایک مرتبہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی ﷺ کو وسیلہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

❋ الاحزاب، ۳۳:۶۹

❋❋ آل عمران، ۳:۴۵

❋❋❋ قاعدہ جلیلہ فی التوسّل والوسلیۃ: ۵۔۶

Marfat.com

تو انہوں نے جواب دیا:

"الحمد للہ! نبی ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی محبت و آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام و آپ ﷺ کی دعا و شفاعت اور اسی طرح آپ ﷺ کے افعال اور نبی ﷺ کے حق میں بندوں کے وہ احکام جو ان پر واجب قرار دیے گئے ہیں، کو وسیلہ بنانا باتفاق المسلمین مشروع ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں آپ ﷺ سے توسُّل کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے وصالِ مبارک کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی توسُّل کیا جس طرح وہ آپ ﷺ سے توسُّل کیا کرتے تھے۔ ۞

۹۔ علامہ علی بن عبدالکافی سبکی

انہوں نے اپنی کتاب 'شفاء السقام فی زیارة خیر الانام' میں بالتفصیل توسُّل پر بحث کی اور اس کا جواز ثابت کیا ہے، جیسا کہ ہم نے کتاب میں مختلف مواقع پر بیان کیا۔

۱۰۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر

امام ابن کثیر نے اپنی کتاب 'تفسیر القرآن العظیم' میں سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۴ کی تفسیر میں مسئلہ توسُّل کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے عتبی کی روایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا جس میں ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک پر شفاعت کی درخواست لے کر آیا تھا۔ اپنی کتاب 'البدایة والنهایة (۱:۱۳۱)' میں حضرت آدم علیہ السلام کا حضور نبی اکرم ﷺ کو وسیلہ بنانے کا واقعہ ذکر کیا ہے اور اس روایت کے موضوع وغیرہ ہونے کا کوئی حکم نہیں لگایا۔ امام ابن کثیر نے 'البدایة والنهایة (۵:۱۶۷)' میں اس آدمی کا واقعہ

۞ مجموع فتاویٰ، ۱:۱۴۰

Marfat.com

بھی بیان کیا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آ کر بارش کے لیے آپ ﷺ کو وسیلہ بناتا ہے، اور اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ اس کے علاوہ اسی کتاب (۵:۳۰) میں انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا جنگی نعرہ 'یا محمداہ' (اے محمد! مدد فرمائیے) تھا۔

۱۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی

انہوں نے اپنی کتب 'الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (۳:۴۸۴)' اور 'فتح الباری (۲:۴۹۵-۶)' میں اس آدمی کا واقعہ ذکر کیا ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر توسُّل کیلئے حاضر ہوا۔

۱۲۔ مولانا عبدالرحمان جامیؒ

مولانا عبدالرحمان جامیؒ کو شعر و تصوف، علم و حکمت اور حدیث میں جو مقام حاصل ہے پورا زمانہ اس کا معترف ہے۔ اس پر مستزاد عشق رسالت مآب ﷺ کی والہانہ کیفیت کسک اور تڑپ آپ کے بے شمار اشعار میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ آپ توسُّل کے باب میں اپنے عقیدے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

(یہ حضور ﷺ کے اسم مبارک کا اعجاز تھا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور کشتی نوح ہولناک طوفان کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہی۔)

۱۳۔ امام جلال الدین سیوطی

امام سیوطی نے حضرت آدم علیہ السلام کی توسُّل والی حدیث 'الدر المنثور (۱:۵۸)'

اور 'الخصائص الکبری (۲:۱)' علاوہ 'الریاض الانیقۃ فی شرح اسماء خیر الخلیقۃ (ص:۹۔۴۸)' میں بھی بیان کی ہے کہ جہاں وہ کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۱۴۔ علامہ قسطلانی

احادیث مبارکہ میں اولیاء کرام کے خاص گروہ کے اوصاف وکمالات کے تذکرے موجود ہیں۔ انہی کی دعا کی برکت سے باران رحمت ہوتی ہے اور مسلمانوں کو فتح ونصرت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت علامہ قسطلانیؒ ان کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

فإذا عرضت الحاجة من أمر العامة ابتهل فيها: النقبآء، ثم النجبآء، ثم الأبدال، ثم الأخيار، ثم العمد، فإن أجيبوا و إلا ابتهل الغوث، فلا يتم مسئلته حتى تجاب دعوتهٗ۔۞

جب عام لوگ کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو سب سے پہلے نقباء دعا کرتے ہیں، پھر باری باری نجباء، ابدال، اخیار اور پھر عمد کی باری آتی ہے، اگر ان کی دعا قبول ہوجائے تو فبہا، وگرنہ غوث دعا کرتے ہیں، اور مطالبہ ختم ہونے سے پہلے ہی ان کی دعا قبول کرلی جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل وکرم ہے۔

علامہ قسطلانی نے 'المواہب اللدنیۃ' کے المقصد الأول' میں بھی توسُّل کا ذکر

۞ ۱۔ المواہب اللدنیۃ، ۲:۲۶۷

۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ، ۷:۴۸۷

Marfat.com

کیا ہے۔

۱۵۔امام ابن حجر ہیثمی مکیؒ

حضرت احمد شہاب الدین ابن حجر مکیؒ جو فقہا و محدثین میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، نے ابو عبداللہ قریشیؒ کے بیان کردہ مشاہدہ و تجربہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ صاحباں خدا بعد از مرگ بھی زندوں کی طرح دعا و امداد فرماتے ہیں اور ان کی فیض رسانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حضرت ابو عبداللہ قرشیؒ سے منسوب یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ شدید قحط سالی نے شہر مصر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور لوگوں کی بھوک اور پیاس کی مصیبت باوجود دعا و استغفار کے جوں کی توں تھی:

فسافرت إلى الشام، فلما وصلت إلى قريب ضريح الخليل عليه و على نبينا أفضل الصلاة والسلام تلقاني، فقلت: يا رسوْل الله! اجعل ضيافتي عندک الدعآء لأهل مصر، فدعا لهم، ففرج الله عنهم۔❁

پس میں نے ملک شام کی طرف سفر کیا۔ جب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار مبارک کے نزدیک پہنچا، تو آپ مجھے آگے سے ملے، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں مہمان کی حیثیت سے آیا ہوں، میری ضیافت یوں کریں کہ اہل مصر کے لیے دعا فرمادیں۔ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا فرمائی، چنانچہ اللہ پاک نے ان سے قحط دور فرمادیا۔

اس نادر الوقوع تذکرے میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے بالمشافہ

❁ الفتاوی الحدیثیۃ: ۶۔۲۵۵

Marfat.com

ملاقات کا جو حال بیان ہوا ہے اُس کی وضاحت حضرت امام یافعیؒ نے یوں فرمائی ہے:

فقوله: تلقانی الخلیل، قول حق لا ینکره إلا جاهل بمعرفة ما یرد علیهم من الأحوال التی یشاهدون فیها ملکوت السموات و الأرض و ینظرون الانبیآء أحیاء غیر أموات۔❁

حضرت ابو عبداللہ قرشیؒ کا یہ کہنا کہ حضرت خلیل علیہ السلام مجھے ملے بالکل برحق ہے۔ اس کا انکار وہی جاہل کرسکتا ہے جو اولیاء کرام کے ان احوال و مقامات سے بے خبر ہو، کیونکہ یہ لوگ زمین و آسمان کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بالکل زندہ حالت میں دیکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ علامہ ابن حجر ہیتمی نے توسُّل کے موضوع پر ایک خاص رسالہ 'الجوھر المنظم' بھی تحریر کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۶۱ پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے توسُّل کو حسن قرار دیا ہے۔

۱۶۔ امام نور الدین قاری

جو کہ ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں، نے 'شرح الشفا' میں اس مسئلے پر گفتگو کی ہے۔

۱۷۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی

علامہ خفاجی نے 'الشفا' کی شرح 'نسیم الریاض' میں توسُّل کا جواز بیان کیا ہے۔

❁ الفتاوی الحدیثیۃ: ۲۵۶

Marfat.com

۱۸۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی

انہوں نے 'شرح المواہب اللدنیۃ (۱: ۲۰۔۱۱۸، ۱۲: ۳۔۲۲۰)' میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے۔

۱۹۔ علامہ محمد بن علی شوکانی

علامہ شوکانی نے 'تحفۃ الذاکرین (ص: ۱۹۵)' میں نبی اکرم ﷺ سے توسُّل کرنے کا جواز بیان کیا ہے۔

۲۰۔ علامہ ابن عابدین شامی

علامہ ابن عابدین شامی کا شمار ان ماہر وجید علمائے ربانی میں ہوتا ہے جن کی ذہانت و فطانت اور فقہی مہارت کا شہرہ چار دانگِ عالم میں ہے۔ ان کا عظیم علمی و تحقیقی کارنامہ 'ردّ المختار علی دُرّ المختار' کی ضخیم جلدوں کی شکل میں آج بھی دنیا کے اہل علم حضرات کے سامنے موجود ہے جس میں غوّاصی تبحرِ علمی اور تحقیقی بصیرت کی متقاضی ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ جب آپ نے اتنے بڑے کام کا بیڑہ اٹھانے کا ارادہ کیا جو فقہ اسلامی کے بحرِ بے کنار کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے تو اپنی نادرۂ روزگار دماغی قابلیت اور صلاحیت پر بھروسہ کرنے کی بجائے بارگاہِ ایزدی میں حضور ﷺ کا وسیلۂ جلیلہ پیش کیا۔ آپ کا اللہ تعالیٰ کے حضور آقائے تاجدار ﷺ، خاصانِ الٰہی اور حضرت امام اعظمؒ کا وسیلہ پیش کرنے کا انداز یہ تھا:

و إنی أساله تعالیٰ متوسُّلا إلیه بنبیه المکرم ﷺ و باهل طاعته من کل ذی مقام علیّ	اور میں حضور نبی اکرم ﷺ کو، اور عالی مرتبت فرمانبردار بندوں کو، اور خاص طور پر ہادی برحق امام اعظمؒ کو وسیلہ بنا

Marfat.com

معظم، و بقدوتنا الإمام الأعظم، أن يسهل علی ذلک من إنعامه و يعيننی علی إكماله و إتمامه و يعيننی علی إكماله و إتمامه۔ ❁

کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے احسان سے یہ مشکل آسان کردے، اور اسے مکمل کرنیکی توفیق بخشے۔

یہ دعا اتنی مستجاب ہوئی اور وسیلے کی ایسی برکت ظاہر ہوئی کہ آپ نے قانونِ اسلامی کے موضوع پر اتنی معرکۃ الآرا کتاب تصنیف کرلی جو اتنی مستند تصور کی جاتی ہے کہ شہرت و قبولیت میں کوئی کتاب آج تک اس کے پائے کو نہیں پہنچ سکی۔

اس ضمن میں ایمان افروز بات یہ ہے کہ جس کتاب کی یہ شرح ہے اس کا نام 'در المختار' ہے اور اس کے قدسی صفات مصنف نے اس کتاب کو لکھنے سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کا اذنِ مبارک حاصل کیا، جس کا تذکرہ ابن عابدینؒ نے یوں فرمایا ہے:

وكأن الإذن للشارح حصل منه ﷺ صريحا برؤية منام أو بالهام و ببركته ﷺ، فاق هذا الشرح علی غيره۔ ❁❁

اور شارح کو واضح طور پر حضور ﷺ کی طرف سے خواب میں یا الہام کے ساتھ اذن حاصل ہوا تھا، حضور ﷺ کی برکت ہی کے باعث یہ شرح سب پر غالب آئی ہے۔

ان واقعات کے پس منظر پر غور کیا جائے تو اس میں سعادت کا عمل دخل نظر آتا ہے، کسب کا نہیں۔

❁ رد المختار علی در المختار، ۱:۳

❁❁ رد المختار علی در المختار، ۱:۹

Marfat.com

۲۱۔ علامہ سید محمود آلوسی

آپ اہل اللہ کو وسیلہ بنانے اور ان سے روحانی استمداد کے امکان و جواز کے باب میں سورۃ النازعات کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

۱۔ قيل: إقسام بالنفوس الفاضلة حال المفارقة لأبدانها بالموت۔ فإنها تنزع عن الأبدان غرقا......لعسر مفارقتها أياها حيث الفنه و كان مطية لها لإكتساب الخير و مظنة لإزدياده، فتنشط شوقا إلى عالم الملكوت و تسبح به۔ فتسبق إلى حظائر القدس، فتصير لشرفها و قوتها من المدبرات أى ملحقة بالملائكة أو تصلح هى لأن تكون مدبرة......و لذا قيل......إذا تحيرتم فى الأمور فاستعينوا من أصحاب القبور أى أصحاب النفوس الفاضلة المتوفين، و لا شك فى أنه

کہا گیا ہے: اس سورتِ پاک کے ان ابتدائی جملوں میں موت کے وقت نیک لوگوں کی ارواح کی جسموں سے جدائی کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ارواح کی انہی مختلف کیفیات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ یہ ارواح بدنوں سے کھینچ کر نکالی جاتی ہیں، کیونکہ ان بدنوں کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ سے وہ جدا ہونا پسند نہیں کرتیں۔ اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ نیکیاں کمانے کیلئے بدن سواری کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کی بدولت نیکیاں بڑھنے کا امکان وگمان زیادہ ہوتا ہے۔ پھر وہ ارواح عالمِ ملکوت کی طرف پرواز کرتی ہیں اور تیرتے ہوئے حریمِ قدس تک پہنچ جاتی ہیں، اور اپنی شرافت و قوت کی وجہ سے کارکنانِ قضاوقدر کے

Marfat.com

يحصل لزائرهم مدد روحانى ببركتهم وكثيرا ما تنحل عقد الأمور بإنامل التوسُّل إلى الله تعالى بحرمتهم۔❁

ساتھ مل جاتی ہیں یعنی فرشتوں میں شامل ہوجاتی ہیں، یا انتظام وتصرف کی صلاحیت حاصل کرلیتی ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے: جب تمہیں مشکلات پیش آئیں تو اہل مزارات سے مدد طلب کیا کرو، یعنی اللہ کے ان محبوب ومقبول بندوں سے جو نفوسِ قدسیہ کے مالک ہیں، اور وصال فرما گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان کے مزارات پر حاضری دے، اسے ان کی برکت سے روحانی مدد حاصل ہوتی ہے، اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی حرمت کا وسیلہ پیش کرنے سے مشکلات کی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

و قيل: إقسام بالنفوس حال سلوكها و تطهير ظاهرها و باطنها بالإجتهاد فى العبادة، والترقى فى المعارف الإلهية

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان جملوں میں ان پاک سرشت لوگوں کی قسم اٹھائی گئی ہے، جو میدانِ سلوک میں قدم رکھتے ہیں اور عبادت وریاضت اور مجاہدہ کے

❁ روح المعانی، ۳۰: ۸-۲۷

......فتسبح في مراتب الإرتقآء، فتسبق إلى الكمالات حتى تصير من المكملات للنفوس الناقصة۔❁

ذریعے ظاہر و باطن کو پاک کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور معرفتِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں۔ (ان قدسی لوگوں پر ان جملوں کا انطباق یوں ہوگا کہ) یہ حضرات خود کو نفسانی خواہشات سے روکتے ہوئے عالم قدس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے کمالات کی حدوں تک پہنچ جاتے ہیں، تا آنکہ یہ ناقص و ناکارہ لوگوں کو کامل و کارآمد اور مقبول بنانے کے قابل بن جاتے ہیں۔

۲۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ حضور غوث الاعظمؒ کی کتاب 'فتوح الغیب' کی 'شرح' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام جب فنائیتِ بشریت کی حد سے ماوراء عرصہ معرفت میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں بارگاہِ الوہیت سے خصوصی صلاحیت و قوت ارزانی کردی جاتی ہے جس کی بناء پر ظاہری اسباب کے بغیر ان سے کئی امور سرزد ہونے لگتے ہیں اور وہ عالمِ فنا سے مرتبہ بقاء پر پہنچ کر اسمِ مدبر کی تجلی کے مظہر بن جاتے ہیں۔ اس طرح ان کو وہ شان حاصل ہو جاتی ہے۔ جو عام مومنین کو جنت میں حاصل ہوگی۔

❁ روح المعانی، ۳۰: ۲۸

Marfat.com

۲۳۔ حافظ محمد زاہد کوثری

انہوں نے اپنے 'مقالات' میں توسّل کے موضوع پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے منکرین کے اعتراضات کا ردّ اور توسّل کا جواز ثابت کیا ہے۔ ان کے قول کے مطابق انبیاء اور صالحین سے ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد دونوں صورتوں میں توسّل (نہ صرف جائز بلکہ) قرونِ اولی کے مسلمانوں سے متداول چلا آ رہا ہے۔

۲۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب 'نشر الطیب' میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نورِ سرمدی کی برکات و اعجازات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے آباء و اجداد میں سب کی پیشانیوں میں اس کی جلوہ پاشی صاف طور پر محسوس کی جا سکتی تھی۔ آپ ﷺ ہی کا نورِ لم یزل حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب بنا، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے نجات دلانے کا سبب یہی نور تھا اور اسی نور نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو گل و گلزار میں بدل دیا۔

حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں جو قصیدہ لکھا، اس کے کچھ اشعار یوں ہیں:

وَرَدْتَّ نار الخلیْل مُکتتماً
فِی صُلبِهٖ أَنْت کیف یحترق

(آپ ﷺ نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ آگ میں ورود فرمایا۔ ان کی پشت میں آپ کا نور انہیں کیسے جلا سکتا تھا؟)

وَ اَنْت لَمَّا وُلِدْتَّ أَشرَقَتِ الأرض
و ضاء ت بنورک الأفق

Marfat.com

(اور جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین روشن اور آفاق بُقعہ نور ہو گئے۔)

فَنحن فِی ذٰلِکَ الضیآء

وَ فی النّور سُبُل الرّشَادِ نخترق

(پس ہم اسی روشنی اور نور کے جلو میں ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔)

حضور ﷺ نے حضرت عباس ﷛ کے یہ اشعار انتہائی توجہ سے سماعت فرمائے اور ان پر اظہار پسندیدگی کیا۔ اگر یہ خلافِ واقعہ ہوتے تو آپ ﷺ انہیں ٹوک دیتے۔ ایسا نہ کرنا اس امر کی قوی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو نفسِ مضمون سے اتفاق تھا اور اسی کو حدیث تقریری کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا اشرف علی تھانوی نے 'نشر الطیب' کی اڑھتیسویں فصل کا نام ہی 'آپ ﷺ سے توسُّل حاصل کرنا دعا کے وقت' رکھا ہے۔ اس فصل میں حضرت عثمان بن حنیف ﷛ سے مروی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسُّل کسی کی دعا کا جائز ہے، اسی طرح توسُّل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔'' پھر جب حضرت عثمان غنی ﷛ کے دور میں حضرت عثمان بن حنیف ﷛ ایک سائل کو وہی دعا پڑھنے کو کہتے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ نے نابینا صحابی کو سکھلائی تھی تو اس روایت سے مولانا اشرف علی تھانوی حضور نبی اکرم ﷺ سے بعد از وفات توسُّل ثابت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے حضرت عمر ﷛ کا حضرت عباس ﷛ سے توسُّل کرنا کے واقعہ سے غیر نبی سے توسُّل کا جواز ثابت کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں جب نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف سے توسُّل کیا گیا تو مولانا اشرف علی تھانوی نے اسے بھی جائز کہا ہے۔ آخر میں وہ عتبی کی روایت جس میں ایک اعرابی نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر استغفار کے لیے آتا ہے...... جیسا کہ ہم نے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶۴ کی تفسیر میں واضح کیا ہے...... لکھنے کے بعد کہتے ہیں: ''غرض زمانہ

Marfat.com

خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہو گیا۔''

۲۵۔ سید احمد بن زینی دحلان

مفتی مکہ سید احمد بن زینی دحلان نے اپنے رسالے 'فتنة الوهابية' میں توسّل، استغاثہ اور شفاعت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے اور معترضین کے شبہاتِ باطل کا جامع رد کیا ہے۔

۲۶۔ شیخ محمد بن علوی المالکی

دورِ حاضر کے معروف مذہبی سکالر حرمِ مکی میں مسندِ تدریس پر فائز عظیم محقق سید محمد بن علوی المالکی نے اپنی کتاب 'مفاهيم يجب ان تصحح' میں توسّل پر شافی کلام کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی کتاب 'شفاء الفواد بزيارة خير العباد' میں بھی توسّل پر سیرِ حاصل بحث کرتے ہوئے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

۲۷۔ شیخ محمد ہشام کبانی

دورِ جدید کے معروف مذہبی سکالر نے عقائدِ اہلِ سنت و جماعت کے موضوع پر سات جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب Encyclopedia of Islamic Doctrine تصنیف فرمائی ہے۔ اس کی چوتھی جلد میں انہوں نے توسّل پر بحث کرتے ہوئے مختلف عقلی و نقلی دلائل سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔

۲۸۔ شیخ محمود سعید ممدوح

انہوں نے 'توسّل' کے موضوع پر پائی جانے والی احادیث و آثار کی تخریج و تحقیق پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام 'رفع المنارة لتخريج احاديث التوسّل والزيارة' ہے۔ اس میں انہوں نے منکرینِ توسّل کی طرف سے ثقہ و صحیح روایات پر کیے

Marfat.com

جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیتے ہوئے توسّل کی حقانیت ثابت کی ہے۔

ب۔ اکابر اولیاء کرام کے معمولات و مشاہدات

آسمان معرفت و طریقت کے بلند پرواز شاہینوں کو عالمِ برزخ اور عالم ملکوت ولاہوت کے اسرار ورموز کا جس طرح مشاہدہ کرادیا جاتا ہے، وہ عام لوگوں کا مقدر کہاں؟ اس لئے

مستند ہے ان کا فرمایا ہوا

کے مصداق ان کی رائے پر کسی عام انسان کی رائے کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاسکتا اور کسی کو چون و چرا کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس غیر مادی جہاں کے بارے میں ان کی بات مانی جائے کیونکہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے، وہ مشاہدے کی آنکھ سے دیکھ کر فرمایا ہے۔ اور

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(دیکھی ہوئی بات سنی ہوئی بات کے برابر کب ہوسکتی ہے؟)

ہم ذیل میں چند اکابر اولیائے کرام کے تجربات و مشاہدات قلمبند کرتے ہیں:

۱۔ مزارِ حضرت ام حرام بنت ملحان

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا ۲۷ھ میں قبرص پر حملہ آور ہونے

والے عساکر اسلامیہ کے ہمراہ تھیں۔ آپ کے بارے میں حضور ﷺ نے پیشین گوئی فرمادی تھی کہ تم اس بحری معرکے میں شریک ہوگی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ جہاز پر چڑھتے ہوئے گھوڑے سے گرنے یا پاؤں پھسلنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا شہید ہوگئیں اور اسی جگہ آپ کی قبر بنادی گئی اور اس کے فیوض و برکات عوام پر آشکارا ہوگئے۔ ان کی قبر ''قبر المرأة الصالحة'' یعنی نیک خاتون کی قبر کے نام سے مشہور ہوئی اور وہاں لوگ جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور ان کے وسیلے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ ❀

۲۔ مزارِ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

آپ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ معرکۂ قسطنطنیہ میں آپ شریک جہاد ہوئے۔ دشمن کی سرحد کے قریب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے۔ مرض نے شدت اختیار کی تو وصیت فرمائی:

إذا أنا مت فاحملوني، فإذا صاففتم العدو فادفنوني تحت أقدامكم، ففعلوا۔ ❀❀

جب میں فوت ہوجاؤں تو میری میت ساتھ اٹھالینا، پھر جب دشمن کے سامنے صف آرا ہوجاؤ تو مجھے اپنے قدموں میں دفن کردینا۔ پس انہوں نے (ایسا ہی) کیا۔

چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کوتے ہوئے مجاہدینِ اسلام نے آپ کو قلعہ کے دامن میں دفن کردیا اور دشمنوں کو متنبہ کیا کہ اگر اس جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کی قبر کی بے حرمتی کی گئی تو بلادِ اسلامیہ میں ان کا کوئی گرجا محفوظ نہ رہے گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی

❀ البدایہ والنہایہ، ۵: ۲۳۵

❀❀ الاستیعاب لابن عبدالبر، ۱: ۵۔۴۰۴

قبر مبارک کا دشمن بھی احترام کرنے پر مجبور ہو گئے اور بہت جلد اس کے فیوض و برکات کا لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہاں کی جانے والی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

و قبر أبی أیوب قرب سورها معلوم...... یستسقون به، فیسقون۔ ۞

حضرت ابو ایوب کی قبر قلعہ کی فصیل کے قریب ہے، اور سب کو معلوم ہے، وہاں پہنچ کر لوگ بارش کے لیے دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

کانوا إذا أمحلوا کشفوا عن قبره، فطمروا۔ ۞۞

جب بھی قحط پڑ جائے تو اظہار وسیلہ کے لیے لوگ قبر کھول دیتے ہیں، پس بارش ہو جاتی ہے۔

۳۔ محدّث ابن ابو حاتم رازیؒ

مشہور محدّث ابن ابو حاتم رازیؒ حضرت امام علی رضا بن موسیٰؑ کے مزار مبارک کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس، و زرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات الله علی جدّه و علیه، و دعوت الله تعالیٰ إزالتها عنی إلا استجیب

شہر طوس میں قیام کے دوران جب بھی کوئی مشکل پیش آئی اور حضرت امام موسیٰ رضا کے مزار مبارک پر حاضری دے کر، خدا تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی تو وہ دعا ضرور قبول

۞ الاستیعاب لابن عبد البر، ۱:۴۰۵

۞۞ الاستیعاب لابن عبد البر، ۴:۶

Marfat.com

لی، و زالت عنی تلک الشدة و هذا شئ جربتهٗ مراراً۔ ❁

ہوئی، اور مشکل دور ہوگئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بار بار آزمایا ہے۔

۴۔ امام شافعیؒ

امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ کے مزار مبارک کی برکات کے بارے میں خود اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں:

إنی لأ تبرک بأبی حنیفة، و أجیء إلی قبره فی کل یوم ...... یعنی زائرا...... فإذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین، و جئت إلی قبره، و سألت الله تعالی الحاجة عنده، فما تبعد عنی حتی تقضی۔ ❁❁

میں امام ابو حنیفہؒ کی ذات سے برکت حاصل کرتا ہوں اور روزانہ ان کی قبر کی زیارت کے لیے آتا ہوں۔ جب کوئی ضرورت اور مشکل پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر پر آتا ہوں اور اس کے پاس (کھڑے ہوکر) حاجت برآری کے لیے اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں۔ پس میں وہاں سے نہیں ہٹتا یہاں تک کہ میری حاجت پوری ہوچکی ہوتی ہے۔

خطیب بغدادی نے یہ واقعہ صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

❁ کتاب الثقات

❁❁ ۱۔ تاریخ بغداد، ۱: ۱۲۳

۲۔ الخیرات الحسان: ۹۴

۳۔ مقالات الکوثری: ۳۸۱

۴۔ رد المحتار علی در المختار، ۱: ۴۱

یہ اتنے جلیل القدر امام کا ارشاد اور معمول تھا، جن کا علمی مرتبہ و مقام پورے عالمِ اسلام میں تسلیم شدہ ہے۔ ان کی فکری و نظری صلابت و درایت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ جب وہ خود فرما رہے ہیں کہ اہل اللہ کے مزارات پر حاضری حصولِ برکت کا ذریعہ ہوتی ہے تو پھر اس پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ از روئے عقل و منطق نظر نہیں آتی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ 'اشعۃ اللمعات (۲:۹۲۳)' میں امام شافعی کا ایک قول نقل کرتے ہیں:

''حضرت موسیٰ کاظمؒ کی قبرِ انور قبولیتِ دعا کے لیے تریاق مجرب ہے۔''

امام شافعی کا معمول تھا کہ مزارات پر حاضر ہو کر کثرت سے دعائیں مانگتے جو مقبول ہوتیں۔ اس سے انہوں نے بجا طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قبولیتِ دعا کے باب میں یہ جگہیں اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس لئے آپ نے امام موسیٰ کاظم کے مزار کو تریاق مجرب قرار دیا۔

۵۔ امام ابن الجوزی

اولیاء کرام کی سوانح 'صفۃ الصفوۃ' میں ابراہیم بن اسحاق حربی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قبره ظاهر يتبرك به الناس۔❁

اور ان کی قبر عام ہے، لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

انہوں نے اپنی کتاب 'الوفاء باحوال المصطفی' کے پہلے باب (۱:۳۳) میں حضرت آدم علیہ السلام کا نبی اکرم ﷺ سے توسّل کرنا بھی بیان کیا ہے۔

❁ صفۃ الصفوۃ، ۲:۲۶۶

Marfat.com

۶۔ حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی

ان کے بازو کے اوپر والے حصہ پر ورم ہوگیا تو انہوں متاثرہ حصہ امام احمد بن حنبلؒ کی قبر مبارک پر رگڑا جس سے وہ بالکل ٹھیک ہوگیا۔

حافظ محمد زاہد کوثری کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ضیاء مقدسی حنبلی نے 'الحکایات المنثورۃ' میں لکھا ہے اور میں نے ان کے ہاتھ سے لکھے نسخے میں دیکھا ہے۔ ❁

۷۔ ابوالقاسم قشیریؒ

امام ابوالقاسم قشیریؒ کا شمار اکابر صوفیہ ومحدثین میں ہوتا ہے۔ تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں آپ کی ذات مرجع اہلِ علم تھی۔ آپ مشہور بزرگ اور ولی کامل حضرت معروف کرخیؒ کے بارے میں اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان من المشائخ الكبار، مجاب الدعوة، يستشفى بقبره. يقول البغداديون: قبر معروف ترياق مجرب. ❁❁

آپ بزرگ ترین مشائخ میں سے تھے اور آپ کی دعا قبول ہوتی تھی۔ آج بھی آپ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہوکر شفایابی کی دعا کی جاتی ہے۔ اہل بغداد کہتے ہیں: حضرت معروف کرخی کی قبر مجرّب اکسیر ہے۔

۸۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ

حضرت مجدّد الف ثانیؒ اپنی ایک الجھن کا ذکر کرتے ہیں:

❁ مقالات الکوثری: ۳۸۱

❁❁ ۱۔ الرسالۃ القشیریۃ: ۴۱

۲۔ تاریخ بغداد، ۱: ۱۲۲

۳۔ صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی، ۲: ۲۱۴

''ایک چیز کے بارے میں بڑا تردّد تھا مگر اسے حل کرنے کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اس اثناء میں ایک مدت بیت گئی اور معاملہ جوں کا توں رہا۔ اب یہ فکر دامن گیر رہنے لگی کہ کہیں قابلِ مواخذہ نہ ہو، اس لئے اس سے جلد خلاصی حاصل کرنی چاہئے۔ اس خیال نے طبیعت پر گرانی طاری کردی اور اس فکری ژولیدگی اور اضطراب سے نجات حاصل کرنے کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔'' آگے انکے اپنے الفاظ یہ ہیں:

اتفاقا دریں وقت گذر بر مزار عزیزے افتاد، و دریں معاملہ آں عزیز را مدد و معاون خود کرد، دریں اثنا عنایت خداوندی جل شانہ در رسید، و حقیقت معاملہ راکما ینبغی وا نمود، و روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیه وعلى آله الصلوة و السلام کہ رحمت عالمیان است دریں وقت حضور ارزانی فرمود، و تسلی خاطر حزین نمود۔۞

اتفاقاً اس وقت ایک عزیز کے مزار مبارک کے قریب سے گزر ہوا، اور اس معاملہ میں اسے بھی اپنا مددگار بنایا، اس دوران اللہ پاک کی رحمت بھی شامل حال ہوئی، اور معاملے کی حقیقت کو اچھی طرح واضح کردیا، اور حضور رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین ﷺ کی روحانیت نے مہربانی فرمائی اور حاضر ہوکر غمگین دل کو تسلی دی۔

۞ مکتوبات امام ربانی، ۳:۱۴۹، مکتوب نمبر:۲۲۰

Marfat.com

۹۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ان اکابر اولیاء میں سے ہیں جو اپنی خداداد بصیرت و معرفت کے باعث بہت سے باطنی حقائق کو بچشم سر دیکھتے بھی تھے اور انہیں اعلانیہ بیان بھی کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنے مشاہدات پر مشتمل 'فیوض الحرمین' کے نام سے جو بے مثال کتاب تصنیف کی ہے اس کے نویں اور دسویں مشاہدے کا لبِ لباب اس طرح ہے:

آپ فرماتے ہیں: ''ہم نے مدینہ منورہ میں حاضری دی تو حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک کو مثالی شکل میں حسی قوت یعنی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھا اور اس روز یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوئی کہ روحِ اطہر کو بھی جسم کی طرح دیکھا جا سکتا ہے اور ہم پر یہ راز بھی کھلا کہ انبیائے کرام کی حیات بعد ممات کا کیا مفہوم و مطلب ہے۔

''تیسرے روز حاضر ہوئے اور بارگاہِ اقدس میں درود سلام کا نذرانہ پیش کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے روبرو حاضری دی۔''

''پھر نیاز مندانہ عرض کیا: 'آقا ہم خیر و برکت اور فیضان کرم کے حصول کے لئے بڑی آرزوئیں لے کر حاضر ہوئے ہیں، ہمیں اپنی نگاہِ کرم سے نوازیں'۔''

اس سے آگے کے منظر کی یوں نقشہ کشی کرتے ہیں:

فانبسط إلىّ إنبساطا عظيما، حتى تخيلت كأن عطافة ردائه لفتني و غشيتني، ثم غطني غطة و تبدّى لي وأظهر لي	حضور ﷺ نے بڑی ہی مسرت کا اظہار فرمایا، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا گویا آپ ﷺ کی عنایت کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا ہے اور ڈھانپ لیا ہے۔

Marfat.com

الأسرار و عرفني بنفسه، و أمدني إمدادًا عظيماً إجماليا و عرفني كيف أستمد به في حوائجي۔

پھر آپ ﷺ نے معانقہ فرمایا، اور میرے سامنے ظاہر ہوئے، کئی بھید کھولے، اور بذاتِ خود مجھے آگاہ فرمایا، اور اجمالی طور پر میری بہت بڑی امداد کی، اور مجھے بتایا کہ میں اپنی ضروریات میں کس طرح آپ ﷺ سے مدد طلب کروں۔

خلاصۂ کلام

یہ وہ چند مشاہدات و تجربات ہیں جو صدیوں پر محیط ہیں۔ ان سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ اہل اللہ کی قبور و مزارات خلقِ خدا کے لئے مرجع فیوض و برکات ہوتے ہیں۔ اہل نظر ان اولیاء اللہ کے مقامات کو بے وقعت اور محض مٹی کا ڈھیر نہیں سمجھتے بلکہ ان کے بارے میں عقیدہ یہی ہے کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں محبوب و مقبول ہیں۔ ان میں سے بعض اولیاء کرام صاحبِ تصرّف سمجھے جاتے ہیں۔ بزرگانِ دین اور پاکانِ امت کے عمل کے بارے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ انسان جو خود روحانی بصیرت سے محروم ہو اسے ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ حکم لگا دے کہ اہل اللہ کے مزارات سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کے بارے میں ایسا تصور کرنا بے سند اور بے جواز ہے۔

اس ضمن میں ایک بات ضرور پیش نظر رہے کہ صرف وہی اہلِ مزارات اس شان کے حامل ہیں جو اللہ کے نہایت مقرّب اور محبوب تھے اور ان کی ولایت و بزرگی کے چرچے ان کی زندگیوں میں ہی عام ہو گئے تھے۔ استمداد بھی ایسے ہی بزرگوں سے

Marfat.com

کرنی چاہیے۔ اس بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے واضح صراحت فرمادی ہے۔
آپ فرماتے ہیں:

لاکن استمداد از مشہورین باید کرد۔ ؎	مشہور بزرگوں سے ہی امداد طلب کرنی چاہیے۔

آپ نے مدفون بزرگ کا مرتبہ معلوم کرنے اور ان سے استمداد کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے جو ان کے فتاویٰ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حرفِ آخر

گزشتہ صفحات میں ہم نے عقیدۂ توسُّل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ٹھوس دلائل سے واضح کردیا جس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا کہ توسُّل حکمِ ربانی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں قربِ الٰہی اور اس کی بارگاہ سے اپنی دعاؤں کی فوری قبولیت کیلئے ایک درست، جائز اور شرعی طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا ہے۔ دورِ صحابہ سے لیکر آج تک جملہ اہلِ اسلام نے توسُّل کی تمام جائز صورتوں کو اپنایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے توسُّل کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں کسی بھی موقع پر یہ نہ فرمایا کہ تم توسُّل کے ذریعے شرک و بدعت میں مبتلا ہو رہے ہو اور یہ امر دین کے خلاف ہے۔ اس کے برعکس تاجدارِ کائنات ﷺ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بوقتِ حاجت اپنی ذات سے توسُّل کرنے کی ترغیب دی۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہم نے اس نابینا صحابی کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا، جن کی بینائی حضور نبی اکرم ﷺ کے توسُّل سے فوراً لوٹ آئی تھی۔

؎ فتاویٰ عزیزی

Marfat.com

حضور نبی اکرم ﷺ اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو وسیلہ بنانا اور ان سے توسُّل کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین، تبع تابعین اور قرونِ اولی کے مسلمانوں وائمہ کی سنت رہی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی شخص توسُّل و وسیلہ کا انکار کرے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے اقوال اور افعال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلط تاویلات کرنے کی کوشش کرے تو اسے حضور نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان مدنظر رکھنا چاہئے جس میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمیع امت میں بہترین قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم۔ ❁

سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو میرے زمانے میں ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔

اس حدیث مبارکہ سے مستفاد یہ امر قابل غور ہے کہ کیا منکرین توسُّل کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ،تابعین، تبع تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں وائمہ کا عمل ترجیح نہیں پائے گا؟

یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ تعالی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور جو اس حقیقت کا انکار کرے، وہ قرآنی حکم کا منکر ہوگا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اللہ تعالی کی سنت پر بھی غور کرنا چاہئے۔ اگر وہ چاہتا تو بلاواسطہ اپنے احکام وفرامین اور کتب نازل فرماتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ تعالی نے اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل کے

❁ ۱۔ صحیح البخاری، ۱: ۵۱۵، ۳۶۲

۲۔ صحیح البخاری، ۲: ۹۸۵، ۹۵۱

۳۔ جامع الترمذی، ۲: ۲۲۶

ذریعے ہم تک پیغام حق پہنچایا۔ لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ رب العزت کی سنت کے برخلاف ان انبیاء و رسل اور ان کے پیروکاروں کے وسیلہ و ذریعہ کے بغیر اس تک پہنچ جائیں، اور اس کے نازل کردہ احکامات پر اسی طرح عمل کریں جس طرح وہ چاہتا ہے یا اس کے انبیاء و رسل نے کیا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بغیر وسیلہ کے اپنے ذات تک پہنچانا ہوتا اور اس کی معرفت و مشاہدہ کرانا ہوتا تو وہ کبھی بھی برگزیدہ پیغمبر نہ بھیجتا اور نہ ہی قرآن مجید میں وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیتا۔

اسے آسان فہم انداز میں ایک مثال کے ذریعے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ پن بجلی ڈیموں سے پیدا کی جاتی ہے لیکن وہاں سے براہِ راست گھروں یا کارخانوں کو مہیا نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی ڈیم سے بلاواسطہ بجلی لینے کی کوشش کرے گا تو خاکستر ہو جائے گا۔ پاور اسٹیشن سے بجلی گرڈ اسٹیشن تک آتی ہے اور پھر وہاں سے ہر ایک کی ضروریات کے مطابق مختلف نوعیت کے ٹرانسفارمرز کی مدد سے مختلف کیفیت کی بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ لوگ اپنی گھریلو و صنعتی تنصیبات کی نزاکت و حساسیت کے پیشِ نظر مختلف قسم کے حفاظتی آلات یعنی اسٹیبلائزر وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں اور ہر شے کو اس کی ضرورت و کیفیت اور گنجائش کے مطابق بجلی فراہم کرتے ہیں، مبادا وہ شے زیادہ وولٹ کا جھٹکا لگنے سے جل جائے۔

جب ہم پاور اسٹیشن سے براہ راست بجلی حاصل کر کے اپنی صنعتی و گھریلو تنصیبات کو نہیں چلا سکتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ذاتِ باری تعالیٰ سے بلاواسطہ فیوض و برکات حاصل کریں۔ اللہ رب العزت کے جلوۂ بے نقاب کا مشاہدہ ہم جیسے عاصی امتیوں کو براہ راست کیونکر میسر آ سکتا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی اور ان کے ستر (۷۰) امتی ذات باری تعالیٰ کی ایک معمولی تجلی کا عکس کوہ طور پر دیکھ کر برداشت نہ کر سکے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ان کی قوم کے ۷۰

بندوں کی روح تجلیٔ ذات کے جلوے کی تاب نہ لا کر قفسِ عنصری کا ساتھ چھوڑ بیٹھی جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۵۵ میں مذکور ہے۔ جب اللہ کا ایک برگزیدہ نبی اس کی تجلیٔ ذات سے بے ہوش ہو رہا ہے اور اس جلیل القدر نبی کی صحبت و معیت میں ۷۰ بندوں کی زندگی کا چراغ ہی گل ہو گیا تو ہم جیسے پندرہویں صدی کے عاصی و خطا کار بندوں کو جلوۂ حق تک براہ راست رسائی کے خواب کیونکر زیب دیتے ہیں؟

بدقسمتی سے آج ہم نے دینی احکام کو بھی اپنی طبیعت اور مسلک کے تابع کر دیا ہے۔ جو بات ہماری طبیعت اور خاص مسلکی ذوق کی تسکین کا باعث ہو، وہ دین ہے جبکہ اس کے علاوہ اگر کوئی امر دینی صحیح اور ثقہ روایات سے ثابت ہو' ہماری طبیعتوں اور مسلک سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو ہم اسے دین سے خارج سمجھتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جملہ دینی عقائد و اعمال کو افراط و تفریط سے ہٹ کر دین کی حقیقی روح کے ساتھ سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔)

Marfat.com

Marfat.com

کتابیات

Marfat.com

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اشاعت
۱	قرآن مجید	منزل من اللہ	
	احادیث		
۲	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ، ۲۵۶ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۳۸۱ھ
۳	الصحیح لمسلم	امام مسلم بن الحجاج قشیریؒ، ۲۶۱ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۴	جامع الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ، ۲۷۹ھ	فاروقی کتب خانہ، ملتان ولاہور
۵	سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ، ۲۷۵ھ	ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی
۶	سنن النسائی	امام احمد بن شعیب نسائیؒ، ۳۰۳ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۷	سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید قزوینی بن ماجہؒ، ۲۷۵ھ	ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی
۸	موطا امام مالک	امام مالک بن انس اصبحیؒ، ۱۷۹ھ	میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب، کراچی
۹	مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبلؒ، ۲۴۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ
۱۰	الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ، ۲۵۶ھ	دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ
۱۱	تحفۃ الذاکرین	امام محمد بن علی بن محمد شوکانیؒ، ۱۲۵۰ھ	دار التربیۃ للطباعۃ والنشر و التوزیع
۱۲	الترغیب و الترھیب	امام عبد العظیم بن عبد القوی منذریؒ، ۶۵۶ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۸۸ھ
۱۳	التمھید	امام یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبیؒ، ۴۶۳ھ	المکتبۃ القدوسیہ، لاہور، ۱۴۰۴ھ
۱۴	سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ	علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ، ۱۴۲۰ھ	المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۵ھ
۱۵	سنن الدارمی	امام ابو محمد عبد اللہ دارمیؒ، ۲۵۵ھ	نشر السنۃ، ملتان، پاکستان
۱۶	سنن سعید بن منصور	امام سعید بن منصور بن شعبۃ خراسانیؒ، ۲۲۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ
۱۷	السنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ، ۴۵۸ھ	نشر السنۃ، ملتان، پاکستان

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفی	ناشر/سن اشاعت
۱۸	شرح السنۃ	امام حسین بن مسعود بغویؒ، ۵۱۶ھ	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
۱۹	الشریعۃ	امام ابوبکر محمد بن حسین الآجریؒ، ۳۶۰ھ	انصار السنۃ المحمدیہ، لاہور، پاکستان
۲۰	شعب الایمان	امام احمد بن حسین بیہقیؒ، ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۰ھ
۲۱	صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبانؒ، ۳۵۴ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۴ھ
۲۲	صحیح ابن خزیمۃ	امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ، ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت
۲۳	العلل المتناھیۃ	امام عبدالرحمن بن علی بن جوزیؒ، ۵۹۷ھ	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، پاکستان
۲۴	عمل الاذکار	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	
۲۵	عمل الیوم واللیلۃ للنسائی	امام احمد بن شعیب نسائیؒ، ۳۰۳ھ	مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ
۲۶	عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی	امام ابوبکر احمد بن محمد ابن السنیؒ، ۳۶۴ھ	دائرہ معارف نظامیہ، حیدر آباد دکن، بھارت
۲۷	کتاب الاذکار	امام ابوزکریا یحیی بن شرف نوویؒ، ۶۷۶ھ	مطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۲۳ھ
۲۸	کتاب الموضوعات	امام عبدالرحمن بن علی بن جوزیؒ، ۵۹۷ھ	محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، پاکستان، ۱۳۸۶ھ
۲۹	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی المتقی الہندیؒ، ۹۷۵ھ	مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ
۳۰	المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح	حافظ ابو محمد شرف الدین عبدالمومن بن خلف دمیاطیؒ، ۷۰۵ھ	مکتبہ و مطبعہ النہضۃ الحدیثۃ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ
۳۱	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابوبکر ہیثمیؒ، ۸۰۷ھ	دار الریان للتراث
۳۲	المستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوریؒ، ۴۰۵ھ	دار الباز للنشر و التوزیع، مکہ مکرمہ، سعودی عرب

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اشاعت
۳۳	مسند ابن ابی اسامۃ	امام حارث بن محمد بن ابی اسامۃ داھر تمیمیؒ، ۲۸۲ھ	
۳۴	مسند ابوداؤد الطیالسی	حافظ سلیمان بن داؤد ابو داؤد الطیالسیؒ، ۲۰۴ھ	دارالمعرفہ، بیروت، لبنان
۳۵	مسند ابوعوانۃ	امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاقؒ، ۳۱۶ھ	دارالمعرفہ، بیروت، لبنان
۳۶	مسند ابویعلی	امام احمد بن علی بن المثنی تمیمیؒ، ۳۰۷ھ	دارالمامون للتراث، دمشق، ۱۴۰۴ھ
۳۷	مسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزارؒ، ۲۹۲ھ	
۳۸	مسند الحمیدی	امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدیؒ، ۲۱۹ھ	المجلس العلمی، ۱۳۸۳ھ
۳۹	مشکاۃ المصابیح	امام محمد بن عبداللہ خطیب تبریزیؒ	نعمانی کتب خانہ، کابل، افغانستان
۴۰	مصنف ابن ابی شیبۃ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃؒ، ۲۳۵ھ	ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، پاکستان، ۱۴۰۶ھ
۴۱	مصنف عبدالرزاق	امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانیؒ، ۲۱۱ھ	المجلس العلمی، ۱۳۹۰ھ
۴۲	المطالب العالیۃ	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	عباس احمد الباز، مکہ مکرمہ، سعودی عرب
۴۳	المعجم الاوسط	امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ، ۳۶۰ھ	مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۰۵ھ
۴۴	المعجم الصغیر	امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ، ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
۴۵	المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد طبرانیؒ، ۳۶۰ھ	مطبعۃ الزھراء الحدیثۃ، موصل / مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ
۴۶	موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر ہیثمی، ۸۰۷ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۴۷	نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ	امام عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی، ۷۶۲ھ	دارالنشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۳۵۷ھ

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اِشاعت
	تفاسیر		
۴۸	ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم (تفسیر ابی السعود)	امام ابوسعود محمد بن محمد العمادیؒ، ۹۵۱ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
۴۹	تفسیر البحر المحیط	امام محمد بن یوسف ابوحیان اندلسیؒ، ۷۵۴ھ	دارالفکر، ۱۴۰۳ھ
۵۰	تفسیر بیان القرآن	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، ۱۳۶۲ھ	
۵۱	تفسیر البیضاوی	امام ابوسعید عبداللہ بن عمر بیضاویؒ، ۶۸۵ھ	مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۴۱۰ھ
۵۲	تفسیر جلالین کلاں	امام جلال الدین محلیؒ و امام جلال الدین سیوطیؒ	قدیمی کتب خانہ، کراچی، پاکستان
۵۳	تفسیر خزائن العرفان	مولانا سید نعیم الدین مراد آبادیؒ، ۱۳۶۷ھ	
۵۴	تفسیر روح البیان	شیخ اسماعیل حقیؒ، ۱۱۳۷ھ	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، پاکستان، ۱۴۰۵ھ
۵۵	تفسیر السراج المنیر	شیخ خطیب شربینیؒ	دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان
۵۶	تفسیر غریب القرآن	امام ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہؒ، ۲۷۶ھ	مکتبہ توحید وسنہ، پشاور، پاکستان، ۱۳۹۸ھ
۵۷	تفسیر القرآن العظیم	امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقیؒ، ۷۷۴ھ	دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۰ھ
۵۸	التفسیر الکبیر	امام محمد بن عمر فخر الرازیؒ، ۶۰۶ھ	دارالکتب العلمیہ، طہران
۵۹	تفسیر الکشاف	امام محمد بن عمر زمخشریؒ، ۵۲۸ھ	مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ، مصر، ۱۳۷۳ھ
۶۰	تفسیر ماجدی	مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ	
۶۱	تفسیر مجاہد	امام ابوالحجاج مجاہد بن جبر التابعی مکی، ۱۰۴ھ	المنشورات العلمیہ، بیروت، لبنان

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اشاعت
۶۲	التفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ، ۱۲۲۵ھ	بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ، پاکستان، ۱۳۰۴ھ
۶۳	تفسیر المنار	امام محمد رشید رضاؒ، ۱۹۳۵ء	دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
۶۴	التفسیر المنیر	ڈاکٹر وھبہ زحیلی	دار الفکر المعاصر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ
۶۵	تفسیر النسائی	امام احمد بن شعیب نسائیؒ، ۳۰۳ھ	دار الفکر، ۱۴۱۰ھ
۶۶	جامع البیان فی تفسیر القرآن	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، ۳۱۰ھ	دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان
۶۷	جامع البیان فی تفسیر القرآن	امام محمد بن عبد الرحمن حسنی حسینی، ۸۹۴ھ	دار نشر الکتب الاسلامیہ، گوجرانوالہ، پاکستان
۶۸	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی، ۶۶۸ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان
۶۹	الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم	شیخ طنطاوی جوہری، ۱۳۵۹ھ	دار الفکر
۷۰	حاشیۃ الصاوی علی تفسیر الجلالین	شیخ احمد بن محمد صاوی، ۱۲۴۱ھ	المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، ۱۳۷۵ھ
۷۱	الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی، ۹۱۱ھ	دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
۷۲	روح المعانی	علامہ سید محمود آلوسی، ۱۲۷۰ھ	مکتبہ امدادیہ، ملتان، پاکستان
۷۳	زاد المسیر فی علم التفسیر	امام عبد الرحمن بن علی بن جوزی، ۵۹۷ھ	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۴ھ
۷۴	فتح القدیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانیؒ، ۱۲۵۰ھ	مصر، ۱۳۸۳ھ
۷۵	الفتوحات الالٰہیۃ	امام سلیمان بن عمر عجیلی، ۱۲۰۴ھ	دار الفکر
۷۶	کشف الاسرار و عدۃ الابرار	علامہ ابو الفضل رشید الدین المیبدی	مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر، تہران، ایران، ۱۳۶۱ھ
۷۷	کتاب التسہیل لعلوم التنزیل	امام محمد بن احمد بن جزیؒ	دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان
۷۸	لباب التاویل فی معانی التنزیل	امام علی بن محمد بن ابراھیم خازنؒ، ۷۴۱ھ	دار المعرفۃ، بیروت، لبنان
۷۹	المدارک (تفسیر النسفی)	امام عبداللہ بن احمد بن محمود نسفیؒ، ۷۰۱ھ	دار احیاء الکتب العربیۃ
۸۰	معالم التنزیل	امام حسین بن مسعود بغویؒ، ۵۱۶ھ	دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ

#	کتاب	مصنف/متوفی	ناشر/سن اشاعت
۸۱	نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور	امام ابوالحسن ابراہیم بن عمر بقاعیؒ، ۸۸۵ھ	دائرہ معارف عثمانیہ، حیدر آباد دکن، بھارت، ۱۴۰۷ھ
	شروح حدیث		
۸۲	اشعة اللمعات شرح مشکاۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی، ۱۰۵۲ھ	فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۸۳ء
۸۳	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف	امام ابوالحجاج یوسف مزیؒ، ۷۴۲ھ	المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
۸۴	شرح الصحیح لمسلم	امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ، ۶۷۶ھ	قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۳۷۵ھ
۸۵	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	امام بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد عینیؒ، ۸۵۵ھ	دار الفکر
۸۶	فتح الباری شرح صحیح البخاری	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ
۸۷	ھدی الساری مقدمہ فتح الباری	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	
	اسماء الرجال		
۸۸	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبیؒ، ۴۶۳ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۲۸ھ
۸۹	اسد الغابۃ	امام ابن الاثیر ابوالحسن جزریؒ، ۶۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۹۰	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۳۲۸ھ
۹۱	التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ، ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
۹۲	تقریب التہذیب	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۵ھ
۹۳	التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر	امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ، ۶۷۶ھ	

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اِشاعت
۹۴	التقیید والایضاح	امام زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن حسین عراقیؒ، ۸۰۶ھ	
۹۵	تہذیب التہذیب	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	مجلس دائرہ معارف نظامیہ، حیدرآباد دکن، بھارت، ۱۳۲۵ھ
۹۶	شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اھل الاثر	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۹۶ء
۹۷	فتح المغیث	امام محمد بن عبدالرحمن سخاویؒ، ۹۰۲ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
۹۸	الکاشف	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبیؒ، ۷۴۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
۹۹	الکامل فی ضعفاء الرجال	امام ابواحمد عبداللہ بن عدیؒ، ۳۶۵ھ	دارالفکر
۱۰۰	کتاب الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث	امام ابو یعلی خلیل بن عبداللہ خلیلی قزوینیؒ، ۴۴۵ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض، سعودی عرب، ۱۹۸۹ء
۱۰۱	کتاب الثقات	امام ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم رازیؒ، ۳۲۷ھ	
۱۰۲	کتاب الجرح والتعدیل	امام ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم رازیؒ، ۳۲۷ھ	مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن، بھارت
۱۰۳	لسان المیزان	امام ابن حجر احمد بن علی عسقلانیؒ، ۸۵۲ھ	مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان، ۱۳۹۰ھ
۱۰۴	المغنی فی الضعفاء	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبیؒ، ۷۴۸ھ	
۱۰۵	میزان الاعتدال	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبیؒ، ۷۴۸ھ	المکتبۃ الاثریۃ، شیخوپورہ، پاکستان، ۱۳۸۲ھ
	سیرت وفضائل		

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اشاعت
۱۰۶	الانوار المحمدیہ	امام یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ، ۱۳۵۰ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ
۱۰۷	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ، ۹۱۱ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان
۱۰۸	دلائل النبوہ لابی نعیم	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ، ۴۳۰ھ	مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن، بھارت، ۱۳۶۹ھ
۱۰۹	دلائل النبوہ للبیہقی	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ، ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ
۱۱۰	الروض الانف	امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلیؒ، ۵۸۱ھ	عبدالتواب اکیڈمی، ملتان، پاکستان
۱۱۱	الریاض الانیقہ بشرح اسماء خیر الخلیقۃ	امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ، ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ
۱۱۲	زاد السعید	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، ۱۳۶۲ھ	
۱۱۳	سیرت ابن ھشام	امام ابومحمد عبدالملک بن ھشامؒ، ۲۱۳ھ	تراث الاسلام
۱۱۴	شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ	امام محمد بن عبدالباقی زرقانیؒ، ۱۱۲۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۷ھ
۱۱۵	شرح الشفا لملا علی قاری	امام ملا علی قاری بن سلطان بن محمدؒ، ۱۰۱۴ھ	قاھرہ، مصر، ۱۳۰۹ھ
۱۱۶	الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی ابو الفضل عیاض یحصبیؒ، ۵۴۴ھ	دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان
۱۱۷	شمائل الترمذی	امام محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ، ۲۷۹ھ	فاروقی کتب خانہ، ملتان، پاکستان
۱۱۸	شمائل ترمذی مع اردو شرح خصائل نبوی	مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ	مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان
۱۱۹	الطبقات الکبریٰ	امام ابوعبداللہ محمد بن سعد بصریؒ، ۲۳۰ھ	دار بیروت للطباعۃ والنشر، بیروت، لبنان، ۱۳۹۸ھ
۱۲۰	فتح المتعال فی مدح النعال	امام شہاب الدین احمد بن محمد المقریؒ، ۱۰۴۱	
۱۲۱	فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ۱۱۷۴ھ	محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، پاکستان

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اشاعت
۱۲۲	مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفا	امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ، ۹۱۱ھ	
۱۲۳	المواھب اللدنیۃ	امام احمد بن محمد قسطلانیؒ، ۹۲۳ھ	المکتب الاسلامی، بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ
۱۲۴	نسیم الریاض	امام احمد شہاب الدین خفاجیؒ، ۱۰۶۹ھ	المکتبۃ السلفیہ، مدینہ منورہ، سعودیہ
۱۲۵	نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، ۱۳۶۲ھ	ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۸۹ء
۱۲۶	نیل الشفاء بنعال المصطفی ﷺ	مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ، ۱۳۶۲ھ	
۱۲۷	الوفاء باحوال المصطفی ﷺ	امام عبدالرحمٰن بن علی بن جوزیؒ، ۵۹۷ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، پاکستان، ۱۳۹۷ھ
۱۲۸	وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی	امام نور الدین علی بن احمد سہودیؒ، ۹۱۱ھ	مطبعۃ السعادۃ بمصر، مصر، ۱۳۷۳ھ
۱۲۹	البدایۃ والنھایۃ	امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر دمشقیؒ، ۷۷۴ھ	دار الفکر، ۱۴۱۹ھ
۱۳۰	تاریخ ابن عساکر	امام ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکرؒ، ۵۷۱ھ	دار المسیرہ، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ
۱۳۱	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ، ۴۶۳ھ	دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان
۱۳۲	کتاب المغازی للواقدی	امام محمد بن عمر بن واقدؒ، ۲۰۷ھ	نشر دانش اسلامی، ۱۴۰۵ھ
	فقہ		
۱۳۳	اعلام الموقعین عن رب العالمین	امام شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم الجوزیہؒ، ۷۵۱ھ	مطبعۃ السعادۃ بمصر، مصر، ۱۳۷۴ھ
۱۳۴	رد المحتار علی در المختار	علامہ محمد امین ابن عابدینؒ، ۱۲۵۲ھ	مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، پاکستان، ۱۳۹۹ھ

Marfat.com

#	کتاب	مصنّف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اِشاعت
۱۳۵	فتاوی البلقینی	امام سراج الدین عمر بن رسلان بلقینی، ۸۰۵ھ	
۱۳۶	الفتاوی الحدیثیۃ	امام احمد بن حجر ہیثمی مکی، ۹۷۴ھ	مصطفی البابی الحلبی و اولادہ، مصر، ۱۳۵۶ھ
۱۳۷	فتاوی عزیزی	مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ	مطبع مجتبائی، دہلی، بھارت، ۱۳۴۱ھ
۱۳۸	مجموع فتاوی	امام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، ۷۲۸ھ	مکتبہ ابن تیمیہ
۱۳۹	المغنی لابن قدامۃ	امام ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ، ۶۲۰ھ	مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ریاض، سعودی عرب، ۱۴۰۰ھ

عقائد

#	کتاب	مصنّف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اِشاعت
۱۴۰	ارغام المبتدی الغبی بجواز التوسل بالنبی ﷺ	امام عبداللہ بن محمد بن صدیق الغماری	
۱۴۱	اقتضاء الصراط المستقیم	امام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، ۷۲۸ھ	المکتبۃ السلفیہ، لاہور، پاکستان، ۱۳۹۸ھ
۱۴۲	تعلیق علی فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ	علامہ محمد ناصر الدین البانی، ۱۴۲۰ء	
۱۴۳	التوسل والوسیلۃ	امام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، ۷۲۸ھ	ادارہ ترجمان السنہ، لاہور، پاکستان
۱۴۴	الجوہر المنظم	امام احمد بن حجر ہیثمی مکی، ۹۷۴ھ	مطبعۃ الخیریۃ
۱۴۵	رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ	شیخ محمود سعید ممدوح	دار الامام الترمذی، قاہرہ، مصر، ۱۴۱۸ھ
۱۴۶	شرح العقیدۃ الواسطیۃ لابن تیمیہ	علامہ محمد خلیل ہراس	دار الدعوۃ السلفیہ، ۱۹۹۲ء
۱۴۷	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی، ۷۵۶ھ	دائرہ معارف نظامیہ، حیدر آباد دکن، بھارت، ۱۳۱۵ھ

Marfat.com

#	کتاب	مصنف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اشاعت
۱۴۸	شفاء الفؤاد بزیارۃ خیر العباد	امام محمد بن علوی المالکی	پہلا ایڈیشن، ۱۴۱۱ھ
۱۴۹	الصارم المنکی فی الرد علی السبکی	امام محمد بن احمد حنبلیؒ، ۷۴۴ھ	ادارۃ الترجمہ والتالیف، فیصل آباد، پاکستان
۱۵۰	صراط مستقیم	شاہ اسماعیل دہلوی، ۱۲۴۶ھ	
۱۵۱	فتنۃ الوہابیۃ	سید احمد بن زینی دحلانؒ	مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی، ۱۳۹۸ھ
۱۵۲	القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، ۱۱۷۴ھ	کتب خانہ اشرفیہ، کراچی، پاکستان
۱۵۳	مفاہیم یجب ان تصحح	امام محمد بن علوی المالکی	دسواں ایڈیشن، ۱۴۱۵ھ
۱۵۴	*Encyclopedia of Islamic Doctrine*	Shaykh Muhammad Hisham Kabbani	As-Sunna Foundation of America, 1998.
	تصوّف		
۱۵۵	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ، ۴۳۰ھ	دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۰ھ
۱۵۶	الرسالۃ القشیریۃ	امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیریؒ، ۴۵۶ھ	انتشارات بیدار، ایران، ۱۳۷۴ھ
۱۵۷	شرح فتوح الغیب	شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، ۱۰۵۲ھ	
۱۵۸	صفۃ الصفوۃ	امام عبدالرحمٰن بن علی بن جوزیؒ، ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ
۱۵۹	مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرھندی امام ربانی مجدد الف ثانیؒ، ۱۰۳۴ھ	نور کمپنی، لاہور، پاکستان
	ادب		
۱۶۰	کلیات اقبال	ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ، ۱۹۳۸ء	
۱۶۱	مثنوی معنوی	مولانا جلال الدین محمد رومیؒ، ۶۷۲ھ	
	لغات		

Marfat.com

#	کتاب	مصنّف/متوفیٰ	ناشر/سنِ اِشاعت
۱۶۲	مفردات الفاظ القرآن	امام حسین بن محمد بن المفضل راغب اصفہانیؒ، ۵۰۲ھ	دار القلم، دمشق، ۱۴۱۲ھ
۱۶۳	لسان العرب	امام جمال الدین محمد بن مکرم بن منظورؒ، ۷۱۱ھ	دار صادر، بیروت، لبنان
	متفرقات		
۱۶۴	الایضاح	امام ابوزکریا یحیی بن شرف نوویؒ، ۶۷۶ھ	
۱۶۵	الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفہ	امام احمد بن حجر ہیثمی مکیؒ، ۹۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۳ھ
۱۶۶	سلوۃ الاحزان	امام عبدالرحمٰن بن علی بن جوزیؒ، ۵۹۷ھ	
۱۶۷	شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ، ۹۱۱ھ	دار احیاء الکتب العربیہ، مصر
۱۶۸	الشرح الکبیر	امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن قدامۃؒ، ۶۸۲ھ	
۱۶۹	طرح التثریب فی شرح التقریب	امام زین الدین ابو الفضل عبدالرحیم بن حسین عراقیؒ، ۸۰۶ھ	
۱۷۰	کتاب الروح	امام شمس الدین ابوعبداللہ بن قیم الجوزیہؒ، ۷۵۱ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۲ھ
۱۷۱	کشاف القناع	امام منصور بن یونس بن صلاح الدین بہوتیؒ، ۱۰۵۱ھ	
۱۷۲	مقالات الکوثری	شیخ محمد زاہد کوثریؒ، ۱۳۷۱ھ	ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی، پاکستان

Marfat.com

A. قرآنیات

01. عرفانُ القرآن (ترجمہ قرآنِ حکیم)
02. تفسیر منہاجُ القرآن (سورۃُ الفاتحہ، جزو اوّل)
03. تفسیر منہاجُ القرآن (سورۃُ البقرہ)
04. حکمتِ اِستعاذہ
05. تسمیۃُ القرآن
06. معارِفُ الکوثر
07. فلسفۂ تسمیہ
08. معارفِ اِسمِ اَللّٰہ
09. مَناھِجُ العرفان فی لفظِ القرآن
10. لفظِ ربُّ العالمین کی علمی و سائنسی تحقیق
11. صفتِ رحمت کی شانِ اِمتیاز
12. اَسمائے سورۂ فاتحہ
13. سورۂ فاتحہ اور تصورِ ہدایت
14. اُسلوبِ سورۂ فاتحہ اور نظامِ فکر و عمل
15. سورۂ فاتحہ اور تعلیماتِ طریقت
16. سورۂ فاتحہ اور اِنسانی زندگی کا اِعتقادی پہلو
17. شانِ اَوّلیت اور سورۂ فاتحہ
18. سورۂ فاتحہ اور حیاتِ اِنسانی کا عملی پہلو (تصورِ عبادت)
19. سورۂ فاتحہ اور تعمیرِ شخصیت
20. فطرت کا قرآنی تصوّر
21. تربیت کا قرآنی منہاج
22. لا إکراہ فی الدین کا قرآنی فلسفہ
23. ''کنز الایمان'' کی فنی حیثیت
24. معارِفِ آیۃ الکرسی
25. العِرْفَانُ فِي فَضَائِلِ وَآدَابِ الْقُرْآنِ
26. التصوّر الإسلامی لطبیعةِ البشریة
27. نهجُ التربیةِ الإجتماعیةِ فی القرآن الکریم
28. Qur'anic Concept of Human Guidance
29. Islamic Concept of Human Nature

B. الحدیث

30. الأربعین فی فضائلِ النبی الأمین ﷺ (حضور نبی اکرم ﷺ کے فضائل و مناقب)
31. الأربعین: بُشریٰ للمؤمنین فی شفاعةِ سیدِ المرسلین ﷺ (حضور نبی اکرم ﷺ کا منصبِ شفاعت)
32. السیف الجلی علٰی منکر ولایة علی علیہ السلام (إعلانِ غدیر)
33. القول المعتبر فی الإمام المنتظر علیہ السلام (امام مہدی علیہ السلام)
34. الدرة البیضاء فی مناقب فاطمة الزهراء سلام اللہ علیہا (سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب)
35. مرج البحرین فی مناقب الحسنین علیہما السلام (حسنین کریمین علیہما السلام کے فضائل و مناقب)
36. القول الوثیق فی مناقب الصدیق رضی اللہ عنہ (صدیق اَکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب)

Marfat.com

37. الكنز الثمين فی فضیلة الذکر والذاکرین (ذکر اِلٰہی اور ذاکرین کے فضائل)

38. البدر التمام فی الصلوٰة علیٰ صاحبِ الدُّنوّ والمقام ﷺ (درود شریف کے فضائل و برکات)

39. تَکْمِیلُ الصَّحِیْفَة بِأَسَانِیْدِ الْحَدِیْث فِي الإمام أبي حَنِیْفَة رضی اللہ عنہ

40. الأنوارُ النَّبَوِیَّة فِي الأسانیدِ الْحَنَفِیَّة (مَعَ أُحادِیاتِ الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ)

41. المِنْهَاجُ السَّوِيُّ مِنَ الْحَدِیْثِ النَّبَوِيِّ ﷺ ﴿عربی متن، اُردو ترجمہ اور تحقیق و تخریج﴾

42. القَوْلُ الصَّوَاب فِي مَنَاقِب عُمَرَ بنِ الخَطَّاب رضی اللہ عنہ (فاروق اَعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب)

43. رَوْضُ الجِنَان فِي مَنَاقِبِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان رضی اللہ عنہ (عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب)

44. کَنْزُ الْمَطَالِبِ فِيْ مَنَاقِبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِب رضی اللہ عنہ (علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب)۔

45. الصَّلَاةُ عِنْدَ الْحَنَفِیَّةِ فِي ضَوءِ السُّنَّةِ النَّبَوِیَّةِ ﴿حضور نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز﴾

46. التَّصْرِیْحُ فِي صَلَاةِ التَّرَاوِیْح ﴿بیس رکعت نمازِ تراویح کا ثبوت﴾

47. الدُّعَاءُ بَعْدَ الصَّلَاةِ ﴿نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا﴾

48. الإِنْتِبَاهُ لِلْخَوَارِجِ وَالْحَرُوْرَاءِ ﴿گستاخانِ رسول ...... اَحادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں﴾

49. اللُّبَابُ فِي الْحُقُوْقِ وَالآدَابِ ﴿انسانی حقوق و آداب ...... اَحادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں﴾

50. البَیِّنَاتُ فِي الْمَنَاقِبِ وَالْکَرَامَاتِ ﴿فضائل و کرامات ...... اَحادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں﴾

51. العَبْدِیَّة فِي الْحَضْرَةِ الصَّمَدِیَّة ﴿بارگاہِ اِلٰہی سے تعلقِ بندگی﴾

52. کنز الإنابة في مناقب الصّحابة ﴿صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب﴾

53. غایة الإجابة في مناقب القرابة ﴿اہلِ بیتِ اطہار سلام اللہ علیہم کے فضائل و مناقب﴾

54. العِقد الثّمین في مناقب أمهات المؤمنین ﴿اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن کے فضائل و مناقب﴾

55. أَحْسَنُ السُّبُل فِي مَنَاقِبِ الْأَنْبِیَاءِ وَالرُّسُل ﴿اَنبیاء و رُسل کے فضائل و مناقب﴾

56. روضة السّالکین في مناقب الأولیاء والصّالحین ﴿اَولیاء و صالحین کے فضائل و مناقب﴾

57. جَامِعُ السُّنَّة فِیمَا یَحْتَاجُ إِلَیْهِ آخرِ الأمَّة ﴿کِتَابُ الْمَنَاقِب﴾ (اَنبیاء کرام، اہلِ

Marfat.com

بیتِ اَطہار، صحابہ کرام اور اَولیاء و صالحین کے فضائل و مناقب مع عربی متن، اُردو ترجمہ و تحقیق و تخریج)

58. الْقَوْلُ الْقَوِيّ فِي سَمَاعِ الْحَسَنِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ

59. الْخُطْبَةُ السَّدِيْدَة فِي أُصُوْلِ الْحَدِيْثِ وَفُرُوْعِ الْعَقِيْدَة

60. مِنْهَاجُ السَّلَامَة فِي الدَّعْوَةِ إِلَى الْإِقَامَة (اِقامتِ دین اور اَمن و سلامتی کی راہ)

61. تُحْفَةُ النُّقَبَاء فِي فَضِيْلَةِ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاء (فروغِ علم و شعور کی اَہمیت و فضیلت)

62. كَشْفُ الْأَسْرَار فِي مَحَبَّةِ الْمَوْجُوْدَاتِ لِسَيِّدِ الْأَبْرَار ﷺ (حضور ﷺ سے حیوانات، نباتات اور جمادات کی محبت)

63. عُمْدَةُ الْبَيَان فِي عَظَمَةِ سَيِّدِ وَلَدِ عَدْنَان ﷺ (حضور نبی اکرم ﷺ کی عظمت اور اِختیارات)

64. النِّعْمَةُ الْعُلْيَا عَلٰى أَوَّلِ الْخَلْقِ وَآخِرِ الْأَنْبِيَاء ﷺ (حضور ﷺ کا شرفِ نبوت اور اَوّلیتِ خلقت)

65. The Ghadir Declaration
66. The Awaited Imam
67. Virtues of Sayyedah Fatimah (سلام اللہ علیہا)
68. Precious Treasure of the Virtues of Dhikr & Dhakireen

C. اِیمانیات

69. اَرکانِ اِیمان

70. اِیمان اور اِسلام

71. شہادتِ توحید

72. حقیقتِ توحید و رِسالت

73. اِیمان بالرسالت

74. اِیمان بالکتب

75. اِیمان بالقدر

76. اِیمان بالآخرت

77. مومن کون ہے؟

78. منافقت اور اُس کی علامات

79. Islam and Freedom of Human Will

D. اِعتقادیات

80. کتابُ التّوحید (جلد اوّل)

81. کتابُ التّوحید (جلد دُوُم)

82. کتاب البدعة ﴿بدعت کا صحیح تصور﴾

83. تصورِ بدعت اور اُس کی شرعی حیثیت

84. لفظ بدعت کا اِطلاق (اَحادیث و آثار کی روشنی میں)

85. اَقسامِ بدعت (اَحادیث و اَقوالِ اَئمہ کی روشنی میں)

86. البِدْعَةُ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ وَ الْمُحَدِّثِيْن (بدعت اَئمہ و محدثین کی نظر میں)

87. حیاۃُ النبی ﷺ

88. مسئلہ اِستغاثہ اور اُس کی شرعی حیثیت

89. تصورِ اِستعانت

90. عقیدۂ توسل (وسیلہ کا صحیح تصوّر)

91. عقیدۂ شفاعت

92. عقیدۂ علمِ غیب

Marfat.com

93. شہرِ مدینہ اور زیارتِ رسول ﷺ

94. اِیصالِ ثواب اور اُس کی شرعی حیثیت

95. خوابوں اور بشارات پر اِعتراضات کا علمی محاکمہ

96. سُنّیت کیا ہے؟

97. التَّوَسُّل عِنْدَ الأئمَّة وَالْمُحَدِّثِين (توسل اَئمہ و محدّثین کی نظر میں)

98. عقیدۂ توحید کے سات اَرکان

99. مبادیاتِ عقیدۂ توحید

100. عقیدۂ توحید اور غیر اللہ کا تصوّر

101. عقیدۂ توحید اور اِشتراکِ صفات

102. عقائد میں اِحتیاط کے تقاضے

103. تبرک کی شرعی حیثیت

104. کتاب الزیارۃ

105. وسائطِ شرعیہ

106. تعظیم اور عبادت

107. Beseeching for Help (*Istighathah*)

108. Islamic Concept of Intermediation (*Tawassul*)

109. Real Islamic Faith and the Prophet's Status

E. سیرت و فضائلِ نبوی ﷺ

110. مقدّمہ سیرۃ الرسول ﷺ (حصہ اوّل)

111. مقدّمہ سیرۃ الرسول ﷺ (حصہ دُوُم)

112. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دُوُم)

113. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد سوُم)

114. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد چہارُم)

115. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد پنجم)

116. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ششم)

117. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ہفتم)

118. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد ہشتم)

119. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد نہم)

120. سیرۃ الرسول ﷺ (جلد دہم)

121. سیرتِ نبوی ﷺ کا علمی فیضان

122. سیرتِ نبوی ﷺ کی تاریخی اَہمیت

123. سیرۃ الرسول ﷺ کی عصری و بین الاقوامی اَہمیت

124. قرآن اور سیرتِ نبوی ﷺ کا نظریاتی و اِنقلابی فلسفہ

125. قرآن اور شمائلِ نبوی ﷺ

126. نورِ محمدی: خِلقت سے وِلادت تک (میلاد نامہ)

127. میلاد النبی ﷺ

128. تاریخ مولدُ النبی ﷺ

129. مولدُ النبی ﷺ عند الأئمة والمحدّثين (میلاد النبی ﷺ اَئمہ و محدّثین کی نظر میں)

130. فلسفۂ معراج النبی ﷺ

131. حسنِ سراپائے رسول ﷺ

132. خصائصِ مصطفیٰ ﷺ

133. شمائلِ مصطفیٰ ﷺ

134. برکاتِ مصطفیٰ ﷺ

135. اَسمائے مصطفیٰ ﷺ

136. معارفِ اِسم محمد ﷺ

137. معارفُ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ

Marfat.com

138. تحفة السرور فی تفسیر آیة نور

139. نور الأبصار بذکر النبی المختار ﷺ

140. تذکارِ رسالت

141. ذکرِ مصطفیٰ ﷺ (کائنات کی بلند ترین حقیقت)

142. فضیلتِ درود وسلام

143. ایمان کا مرکز ومحور (ذاتِ مصطفیٰ ﷺ)

144. عشقِ رسول ﷺ: وقت کی اہم ضرورت

145. عشقِ رسول ﷺ: اِستحکامِ اِیمان کا واحد ذریعہ

146. غلامیٔ رسول: حقیقی تقویٰ کی اَساس

147. تحفظِ ناموسِ رِسالت

148. اَسیرانِ جمالِ مصطفیٰ ﷺ •

149. مطالعہ سیرت کے بنیادی اُصول

150. سیرت کا جمالیاتی بیان (قرآن حکیم روشنی میں)

151. سیرۃُ الرسول ﷺ کی دینی اَہمیت

152. سیرۃُ الرسول ﷺ کی آئینی و دستوری اَہمیت

153. سیرۃُ الرسول ﷺ کی ریاستی اَہمیت

154. سیرۃُ الرسول ﷺ کی اِنتظامی اَہمیت

155. سیرۃُ الرسول ﷺ کی علمی وسائنسی اَہمیت

156. سیرۃُ الرسول ﷺ کی شخصی و رِسالتی اَہمیت

157. سیرۃُ الرسول ﷺ کی تہذیبی وثقافتی اَہمیت

158. سیرۃُ الرسول ﷺ کی اِقتصادی اَہمیت

159. کشف الغطا عن معرفة الأقسام للمصطفی ﷺ

160. مقامِ محمود

161. Sirat-ur-Rasul ﷺ, vol. 1

162. Greetings and Salutations on the Prophet (ﷺ)

163. Salawat auf den Propheten (ﷺ)

F. ختم نبوت

164. مناظرۂ ڈنمارک

165. عقیدۂ ختمِ نبوت اور قادیانیت

166 عقیدۂ ختمِ نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

167. مرزائے قادیان اور تشریعی نبوت کا دعویٰ

168. مرزائے قادیان کی دِماغی کیفیت

169. عقیدۂ ختمِ نبوت اور مرزائے قادیان کا متضاد موقف

G. عبادات

170. اَرکانِ اِسلام

171. فلسفۂ نماز

172. آدابِ نماز

173. نماز اور فلسفۂ اِجتماعیت

174. نماز کا فلسفۂ معراج

175. فلسفۂ صوم

176. فلسفۂ حج

H. فقہیات

177. نص اور تعبیرِ نص

178. تحقیقِ مسائل کا شرعی اُسلوب

179. اِجتہاد اور اُس کا دائرۂ کار

180. عصرِ حاضر اور فلسفۂ اِجتہاد

181. تاریخِ فقہ میں ہدایہ اور صاحبِ ہدایہ کا مقام

182. الحکم الشرعی

183. التصوّر التشریعی للحکم الإسلامی

Marfat.com

184. فلسفۃُ الإجتہاد و العالم المعاصر

185. منہاجُ الخطبات للعیدینِ و الجمعات

186. Philosophy of Ijtihad and the Modern World

187. Ijtihad (meanings, application and scope)

I. رُوحانیات

188. اِطاعتِ الٰہی

189. ذکرِ الٰہی

190. محبتِ الٰہی

191. خشیتِ الٰہی اور اُس کے تقاضے

192. حقیقتِ تصوّف

193. اِسلامی تربیتی نصاب (جلد اوّل)

194. اِسلامی تربیتی نصاب (جلد دُوُم)

195. سلوک و تصوف کا عملی دستور

196. اَخلاقُ الانبیاء

197. تذکرے اور صحبتیں

198. حسنِ اَعمال

199. حسنِ اَحوال

200. حسنِ اَخلاق

201. صفائے قلب و باطن

202. فسادِ قلب اور اُس کا علاج

203. زندگی نیکی اور بدی کی جنگ ہے

204. ہر شخص اپنے نشۂ عمل میں گرفتار ہے

205. ہمارا اَصلی وطن

206. جرم، توبہ اور اِصلاحِ اَحوال

207. طبقاتُ العباد

208. حقیقتِ اِعتکاف

209. Divine Pleasure (The Ultimate Ideal)

210. Qur'anic Philosophy of Benevolence (*Ihsan*)

J. اَوراد و وظائف

211. الفیوضات المحمدیة ﷺ

212. الأذکار الإلٰھیة

213. دلائل البرکات فی التحیات و الصلوٰت

214. مناجاتِ اِمام زینُ العابدین علیہ السلام

215. الدعوات القدسیة

216. أَحْسَنُ الْمَوْرِدِ فِي صَلٰوةِ الْمَوْلِدِ

217. صَلَوَاتُ سُوَرِ الْقُرْآنِ عَلٰى سَيِّدِ وَلَدِ عَدْنَانَ (ﷺ)

218. أَسْمَاءُ حَامِلِ اللِّوَاءِ مُرَتَّبَةٌ عَلٰى حُرُوْفِ الْهِجَاءِ

K. علمیات

219. اِسلام کا تصورِ علم

220. علم ...... توجیہی یا تخلیقی

221. مذہبی اور غیر مذہبی علوم کے اِصلاح طلب پہلو

222. تعلیمی مسائل پر اِنٹرویو

223. Islamic Concept of Knowledge

L. اِقتصادیات

224. معاشی مسئلہ اور اُس کا اِسلامی حل

225. بلاسود بنکاری کا عبوری خاکہ

226. بلاسود بنکاری اور اِسلامی معیشت

227. بجلی مہنگی کیوں؟ IPPs کا معاملہ کیا ہے؟

228. اِقتصادیاتِ اِسلام ﴿بنیادی تصورات﴾

Marfat.com

229. قواعدُ الإقتصادِ فی الإسلام

230. الإقتصاد الأربوی و نظام المصر فی الإسلام

M. جہادیات

231. حقیقتِ جہاد

232. جہاد بالمال

233. شہادتِ امام حسین علیہ السلام (فلسفہ و تعلیمات)

234. شہادتِ اِمام حسین علیہ السلام (حقائق و واقعات)

235. شہادتِ اِمام حسین علیہ السلام: ایک پیغام

236. ذبحِ عظیم (ذبحِ اسماعیل علیہ السلام سے ذبحِ حسین علیہ السلام تک)

N. فکریات

237. قرآنی فلسفۂ انقلاب (جلد اول)

238. قرآنی فلسفۂ انقلاب (جلد دوم)

239. اِسلامی فلسفۂ زِندگی

240. فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے؟

241. منہاجُ الافکار (جلد اَوّل)

242. منہاجُ الافکار (جلد دُوم)

243. منہاجُ الافکار (جلد سُوم)

244. ہمارا دینی زوال اور اُسکے تدارک کا سہ جہتی منہاج

245. اِیمان پر باطل کا سہ جہتی حملہ اور اُس کا تدارک

246. دورِ حاضر میں طاغوتی یلغار کے چار محاذ

247. خدمتِ دین کی توفیق

248. قرآنی فلسفۂ تبلیغ

249. اِسلام کا تصورِ اِعتدال و توازُن

250. نوجوان نسل دین سے دُور کیوں؟

251. تحریکِ منہاج القرآن: ''اَفکار و ہدایات''

252. تحریکِ منہاج القرآن: اِنٹرویوز کی روشنی میں

253. تحریکِ منہاج القرآن کی اِنقلابی فکر

254. روایتی سیاست یا مصطفوی اِنقلاب ......!

255. اِجتماعی تحریکی کردار کے چار عناصر

256. اَہم اِنٹرویو

257. معهد منهاج القرآن

258. Islamic Philosophy of Human Life

259. Islam in Various Perspectives

O. اِنقلابیات

260. نظامِ مصطفیٰ (ایک اِنقلاب آفریں پیغام)

261. حصولِ مقصد کی جدّ و جہد اور نتیجہ خیزی

262. پیغمبرانہ جد و جہد اور اُس کے نتائج

263. پیغمبرِ اِنقلاب اور صحیفۂ اِنقلاب

264. قرآنی فلسفۂ عروج و زوال

265. باطل قوتوں کو کھلا چیلنج

266. سفرِ اِنقلاب

267. مصطفوی اِنقلاب میں طلبہ کا کردار

268. سیرتُ النّبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اِنقلابی جدّ و جہد

269. مقصدِ بعثتِ انبیاء علیہم السلام

P. سیاسیات

270. سیاسی مسئلہ اور اُس کا اِسلامی حل

271. تصوّرِ دین اور حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیاسی پہلو

272. نیو ورلڈ آرڈر اور عالمِ اِسلام

Marfat.com

273. آئندہ سیاسی پروگرام

274. Islam - The State Religion

Q. قانونیات

275. میثاقِ مدینہ کا آئینی تجزیہ

276. اسلامی قانون کی بنیادی خصوصیات

277. اسلامی اور مغربی تصورِ قانون کا تقابلی جائزہ

278. اسلام میں سزائے قید اور جیل کا تصور

279. الجریمة فی الفقهِ الإسلامی

280. Islamic Penal System and its Philosophy

281. Islam and Criminality

282. Islamic Concept of Law

283. Qur'anic Basis of Constitutional Theory

284. Legal Character of Islamic Punishments

285. Legal Structure of Islamic Punishments

286. Classification of Islamic Punishments

287. Islamic Philosophy of Punishments

288. Islamic Concept of Crime

R. شخصیات

289. پیکرِ عشقِ رسول: سیدنا صدیقِ اکبر ؓ

290. فضائل و مراتبِ سیدنا فاروقِ اعظم ؓ

291. حبِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

292. سیرتِ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

293. سیرتِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

294. سیرتِ سیدۂ عالم فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

295. امام ابو حنیفہ ؓ امام الائمہ فی الحدیث (جلد اوّل)

296. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور فلسفۂ خودی

297. حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں (بریلوی) کا علمی نظم

298. اقبالؒ کا خواب اور آج کا پاکستان

299. اقبالؒ اور پیغامِ عشقِ رسول ﷺ

300. اقبال اور تصورِ عشق

301. اقبال کا مردِ مومن

S. اسلام اور سائنس

302. اسلام اور جدید سائنس

303. تخلیقِ کائنات (قرآن اور جدید سائنس کا تقابلی مطالعہ)

304. انسان اور کائنات کی تخلیق و ارتقاء

305. امراضِ قلب سے بچاؤ کی تدابیر

306. شانِ اولیاء (قرآن اور جدید سائنس کی روشنی میں)

307. Creation of Man

308. Spiritualism and Magnetism

309. Islam on Prevention of Heart Diseases

310. Qur'an on Creation and Expansion of the Universe

311. Creation and Evolution of the Universe

T. عصریات

312. اسلام میں انسانی حقوق

313. حقوقِ والدین

314. اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام

315. اسلام میں خواتین کے حقوق

316. اسلام میں اقلیتوں کے حقوق

317. اسلام میں بچوں کے حقوق

318. اسلام میں عمر رسیدہ اور معذور افراد کے حقوق

319. عصرِ حاضر کے جدید مسائل اور ڈاکٹر محمد طاہر

Marfat.com

القادری

320. Islam and Christianity

U. تعلیماتِ اسلام (سیریز)

321. سلسلہ اشاعت (۱): تعلیماتِ اسلام

322. سلسلہ اشاعت (۲): ایمان

323. سلسلہ اشاعت (۳): اسلام

324. سلسلہ اشاعت (۴): احسان

Marfat.com

دورِ حاضر کے عظیم اِسلامی مفکر، مفسر، معلم، مصلح اور نابغۂ عصر شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری پاکستان کے شہر جھنگ میں 1951ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اور قانون کے اِمتحانات اعلیٰ ترین اِعزازات کے ساتھ پاس کیے۔ 1986ء میں پنجاب یونیورسٹی نے آپ کو ***Punishments in Islam, their Classification and Philosophy*** کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی۔

آپ نے عالمِ اِسلام کی عظیم المرتبت روحانی شخصیت قدوۃُ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی رَحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اُن سے طریقت و تصوف کی تربیت اور روحانی فیضان حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد ماجد ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے علاوہ مولانا عبد الرشید رضوی، مولانا ضیاء الدین مدنیؒ، مولانا احمد سعید کاظمیؒ اور ڈاکٹر برہان احمد فاروقیؒ جیسے عظیم المرتبت علماء شامل ہیں۔ آپ پنجاب یونیورسٹی لاء کالج میں قانون کے اُستاد رہے۔ آپ نے پاکستان میں اور بیرونِ ملک خصوصاً یورپی ممالک میں اِسلام کے مذہبی و سیاسی، روحانی و اَخلاقی، قانونی و تاریخی، معاشی و اِقتصادی، معاشرتی و سماجی اور تقابلی پہلوؤں کو محیط مختلف النوع موضوعات پر ہزاروں لیکچرز دیے۔ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں وقتاً فوقتاً مختلف علمی و فکری اور عصری موضوعات پر آپ نے فکر اَفروز لیکچرز دیے ہیں؛ اور آپ کے لیکچرز عالم عرب اور مغربی دنیا کے مختلف ٹی وی چینلز پر بھی نشر کیے جاتے ہیں۔ آپ کی اب تک 325 سے زائد اُردو، انگریزی اور عربی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ اِن میں سے متعدد تصانیف کا دنیا کی دیگر زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ مختلف موضوعات پر آپ کی آٹھ سو سے زائد کتابوں کے مسوّدات طباعت کے مختلف مراحل میں ہیں۔

آپ نے دورِ حاضر کے چیلنجوں کے پیشِ نظر اپنے علمی و تجدیدی کام کی بنیاد عصری ضروریات کے گہرے اور حقیقت پسندانہ تجزیاتی مطالعے پر رکھی، جس نے کئی قابلِ تقلید نظائر قائم کیں۔ فروغِ دین میں آپ کی تجدیدی و اِجتہادی اور اِحیائی کاوِشیں منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔ جدید عصری علوم میں وقیع خدمات سرانجام دینے کے علاوہ آپ نے ''عرفان القرآن'' کے نام سے قرآن حکیم کے اُلوہی بیان کا لغوی و نحوی، اَدبی، علمی و اِعتقادی اور فکری و سائنسی پہلوؤں پر مشتمل جامع اور عام فہم ترجمہ کیا، جو کئی جہات سے عصرِ حاضر کے دیگر تراجم کے مقابلے میں زیادہ جامع، منفرد اور معیاری ہے۔ علم الحدیث میں آپ کی تالیفات ایک گراں قدر علمی سرمایہ ہیں۔ آپ نے علم الحدیث کی تاریخ میں اِمامِ اَعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے فنِ حدیث میں مقام کو دلائل و براہین سے ثابت کیا، اور اس باب میں صدیوں سے موجود غلط فہمیوں کا اِزالہ کیا۔

آپ کی قائم کردہ تحریکِ منہاجُ القرآن دنیا کے 85 سے زائد ممالک میں اِحیائے ملّتِ اِسلامیہ اور اِتحادِ اُمت کے عظیم مشن کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے۔ آپ نے پاکستان میں عوامی تعلیمی منصوبہ کی بنیاد رکھی جو غیر سرکاری سطح پر دنیا بھر کا سب سے بڑا تعلیمی منصوبہ ہے۔ اِس میں ملک بھر میں پانچ یونیورسٹیوں، ایک سو کالجز، ایک ہزار اسکول، دس ہزار پرائمری اسکول اور پبلک لائبریریوں کا قیام شامل ہے۔ پچھلے چند برسوں میں صرف اسکولوں کی تعداد ہی پانچ سو سے تجاوُز کر چکی ہے اور اس سمت تیزی سے پیش رفت جاری ہے۔ آپ کی قائم کردہ سیاسی جماعت ''پاکستان عوامی تحریک'' ملک میں رواداری، برداشت اور اُصول پسندی پر مبنی صحت مند سیاسی رِوایت کی تشکیل میں گراں قدر کردار ادا کر رہی ہے۔ آپ عالمِ اِسلام کی بین الاقوامی پہچان کی حامل شخصیت ہیں، جنہیں اِتحاد، اَمن اور بہبودِ اِنسانی کے سفیر کے طور پر پہچانا جاتا ہے؛ اور بہبودِ اِنسانی کے لیے آپ کی علمی و فکری اور سماجی خدمات کا بین الاقوامی سطح پر اِعتراف بھی کیا گیا ہے۔

ماضی قریب میں ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ فردِ واحد نے اپنی دانش و فکر اور عملی جدّ و جہد سے فکری و عملی سطح پر ملّتِ اِسلامیہ کی فلاح کے لیے اِتنے مختصر وقت میں اِتنی بے مثال خدمات اَنجام دی ہوں۔ بلاشبہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک فرد نہیں بلکہ ملّتِ اِسلامیہ کے دورِ نَو کے مؤسس اور تابندہ و روشن مستقبل کی نوید ہیں۔

منہاج القرآن پبلیکیشنز

Model Town, Lahore- Pakistan
5168514, 111-140-140, Fax: 5168184
ni Street, 38 Urdu Bazar, Lahore. Ph: 7237695
haj.org, e-mail: sales@minhaj.org

297,44 ط 4 ع
79646-U-67
BN-0014-0
Marfat.com

کتاب التوسل

(وسیلے کا شرعی تصور)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

Marfat.com